تربیتِ اولاد

علامہ صادق حسن مدظلہ العا

تربیتِ اولاد

عشرہ محرم الحرام پر مشتمل شاہکار کتاب

مجموعہ تقاریر

علامہ صادق حسن نجفی صاحب قبلہ

مرتب

مولانا ندیم عباس حیدری علوی

مصحح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب : تربیتِ اولاد

تقاریر : علامہ صادق حسن نجفی صاحب قبلہ

مرتب : مولانا ندیم عباس حیدری علوی

تصحیح : علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم

پروف ریڈنگ : معصومہ بتول جعفری ایم۔اے

فنی تعاون : زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

تزئین : محمد عمران حیدر جعفری

کمپوزنگ : ایم۔اعجاز احمد

اشاعت : اپریل 2012ء

ہدیہ : [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاجُ الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20۔غزنی سٹریٹ۔اُردو بازار۔لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

✱ مجلس اوّل:	4
ذکرِ مصائب: جنابِ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا	38
✱ مجلس دوّم	41
✱ مجلس سوم:	74
ذکرِ مصائب	95
✱ مجلس چہارم	101
✱ مجلس پنجم:	122
ذکرِ مصائب: تذکرہ مصائب جنابِ قاسمؑ و علی اکبرؑ	147
✱ مجلس ششم:	151
ذکرِ ولادت زینبؑ	168
✱ مجلس ہفتم:	174
ذکرِ مصائب: شہادت جنابِ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا	195
✱ مجلس ہشتم:	201
ذکرِ مصائب: مصائب جنابِ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا	222
✱ مجلس نہم:	226
ذکرِ مصائب: جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا	243

مجلسِ اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (سورۂ تحریم' آیہ ۶)

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ

(سورۂ آلِ عمران' آیہ ۵۴)

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (سورۂ یٰسین' آیہ ۱۲)

تربیتِ اولاد!......

قرآن کریم کی تین آیتوں کی تلاوت کی گئی۔ ایک سورۂ تحریم کی چھٹی آیت' دوسری سورۂ آلِ عمران کی چون (۵۴) نمبر آیت اور تیسری سورۂ یٰسین کی بارھویں آیت۔ آیتوں کا ترجمہ اس لیے ابتدا میں عرض کر دیا جائے کہ بعض اوقات مجلس کے دوران بات اتنی پھیل جاتی ہے کہ ترجمہ کا وقت ہی نہیں رہتا ہے اور ویسے بھی ہمارے یہاں طریق مجلس یہی ہے کہ ابتدا میں آیتوں کا ترجمہ ضرور بیان کیا جاتا ہے۔

پہلی آیت' جو انشاء اللہ تربیتِ اولاد کے حوالے سے جتنی تقاریر ہونے والی ہیں۔ اُن سب کی بنیادی یا مرکزی آیت ہے' جسے ہماری مجلس کی زبان میں سرنامہ'

کلام کہا جاتا ہے:

"اے ایمان لانے والو!"

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

"بچاؤ اپنے آپ کو"

وَاَهْلِيْكُمْ

"اور اپنے اہل وعیال اور اپنی اولاد کو"

نَارًا

"جہنم کی اس آگ سے"

وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

"جس میں انسان اور پتھر دونوں جلائے جائیں گے"

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ

"اس جہنم کی آگ پر ہم نے ایسے فرشتے رکھے ہیں"

غِلَاظٌ

"جو بہت ہی سخت ہیں"

شِدَادٌ

"اور مزاج کے اعتبار سے بھی بڑے شدید ہیں"

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ

"وہ اللہ کے حکم کی ذرا سی مخالفت بھی نہیں کرتے ہیں"

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

"جو حکم ملے وہ اسی کی پابندی کرتے ہیں"۔

یہ ہے سورۂ تحریم کی چھٹی آیت۔

دوسری آیت:

وَ مَكَرُوْا

"اے انسانو! ایک منصوبہ تم بناتے ہو"

وَ مَكَرَ اللّٰهُ

"اور عین اُسی وقت ایک منصوبہ اللہ کرتا ہے"

وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

"اور اللہ منصوبہ بنانے والوں میں سب سے اچھا ہے"۔

تیسری اور آخری آیت اس لیے تلاوت کی گئی کہ آج کی یہ مجلس ایک برادر محترم کی والدہ کے ایصالِ ثواب کی مجلس ہے اور یٰسین کی آیت کا ترجمہ یہ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى

"ہم ہیں کہ جو ہر مردے کو زندہ کریں گے"

وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

"اور ہم ہیں کہ جو نامۂ اعمال میں لکھتے رہتے ہیں اُن اعمال کو بھی جو آدمی اپنے سے پہلے کر گیا یعنی اپنی زندگی میں اپنی موت سے پہلے کر گیا۔"

وَ اٰثَارَهُمْ

"اور ہم لکھتے رہتے ہیں اُن آثار کو بھی جو ایک آدمی کے مرنے کے بعد بھی اُس کے نامۂ اعمال میں شامل ہوتی رہیں گی۔"

وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ

"اور ہم نے کائنات کی ہر چیز کو جمع کر دیا ہے امام مبین کے اندر۔"

اب یہ تین آیتیں ہیں اور انہی تین آیتوں کے حوالے سے تربیت اولاد اور ایصال ثواب آپ کے سامنے پیش کرنا ہے۔

پہلی گزارش تو آپ سے یہ کرنا ہے کہ جس طرح سے اسلام نے ہمیں ٹریننگ دی ہے روزے، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد، وضو، غسل اور تیمم کے ذریعے، اِن ساری عبادتوں کے ذریعہ ملا کے ہمیں ٹریننگ دی گئی اور اسی ٹریننگ کا بہت گہرا تعلق ہے اس مسئلے سے کہ کیا آپ کو یہاں رہنا ہے یا نہیں رہنا ہے اور یہ ٹریننگ کس چیز کی دی گئی؟

تمام عبادتیں جن کے نام ابھی میں نے لیے ہیں، وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس اور جہاد، ان ساری عبادتوں کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبادت شروع کرنے سے پہلے آپ کو نیت کرنا لازم ہے۔

نیت کسے کہتے ہیں؟......

نیت double minded ہونے کا نام نہیں ہے، یعنی آپ اگر یہ طریقہ اختیار کریں کہ آپ نے چلو میں پانی لیا اور آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ میں وضو کروں یا خالی منہ دھوؤں؟ یہ سوچتے ہوئے آپ نے پانی ڈال دیا اور پھر آپ نے فیصلہ کیا اچھا! وضو کرلوں۔ تو یہ وضو نہیں ہے، اس لیے کہ عمل شروع ہونے سے پہلے، پہلے نیت طے ہو جانی چاہیے۔ نیت کے اندر تذبذب نہیں چلتا۔

آپ مصلے پر کھڑے ہوئے اور اب آپ سوچ رہے ہیں کہ میں نماز پڑھوں یا تھوڑی دیر کے بعد پڑھوں؟ اسی سوچ کے عالم میں آپ نے "اللہ اکبر" کہہ دیا اور پھر آپ نے فیصلہ کیا کہ چلو پڑھ ہی لو نماز، "اللہ اکبر" دوبارہ کہنا ہے۔ اس لیے کہ وہ نماز شروع ہی نہیں ہوتی۔

اسی طریقے سے روزۂ میں رمضان کے واجبی روزوں کی بات کر رہا ہوں اس لیے کہ مستحب روزوں کے مسائل ذرا سے مختلف ہیں۔

آپ نے فیصلہ ابھی نہیں کیا اور آخری وقت آ رہا ہے روزے کا اور ابھی آپ double minded ہیں کہ میں روزہ رکھوں یا نہ رکھوں؟ وہ روزہ نہیں ہوگا' بلکہ اکثر مراجع کے نزدیک اسی وجہ سے کہ جس میں آپ یہ نیت کرتے ہیں اگر آج تیس شعبان ہے تو یہ نفلی روزہ ہو جائے اور اگر رمضان شروع ہو چکا ہے تو واجب روزہ ہو جائے گا۔

کہا: نہیں! نیت کے اندر یہ دُہرا پن' یہ تذبذب' یہ double mindness نہیں چلتی۔

یہی مسئلہ باقی تمام عبادتوں کا ہے۔

اچھا!......

اب اس وقت میں مسائل فقہ تو بیان کر نہیں رہا ہوں' عرض یہ کرنا ہے کہ اس کے ذریعے سے اسلام ہمیں ٹریننگ دے رہا ہے اور ٹریننگ یہ ہے کہ جب بھی کوئی کام شروع کرو تو کام شروع کرنے سے پہلے' پہلے نیت کر لو' ایک ارادہ پختہ کر لو۔ یہ دو کشتیوں میں پیر رکھ کر آگے چلنا' یہ قرآن کریم نے منافقوں کی پہچان بتائی ہے۔ ایک آیت ہے جس میں قرآن نے منافق کی نشانیاں بتائی ہیں۔ قرآن منافق کی پہچان بتا رہا ہے:

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ (سورۂ نساء' آیہ ۱۴۳)

"کہہ رہا ہے: یہ لوگ تذبذب میں ہوتے ہیں' double minded ہوتے ہیں۔"

لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ (سورۂ نساء' آیہ ۱۴۳)

"نہ پورا سو فیصد اِس طرف آتے ہیں' نہ پورا سو فیصد اُس طرف

جاتے ہیں۔"

جو مومن کے اعتبار سے بدترین گالی ہے' اگر اسے یہ کہہ دیا جائے' تُو منافق ہے۔

دیکھئے!......

کافر کا تاثل پھر بھی چل جائے گا لیکن منافق' یہ بدترین گالی ہے مومنین کے لیے اور قرآن اس کی نشانی یہ بتا رہا ہے کہ منافق کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ جو کام بھی کرتا ہے فیصلہ نہیں کر پاتا' اِدھر جاؤں یا اُدھر جاؤں؟ کبھی اِدھر چلتا ہے' کبھی اُدھر چلتا ہے۔

خیر!......

تو ایک مرتبہ یہ طے کر لیا جائے کہ جب یہاں پر آ گئیں اور یہاں سے میری مراد فقط آسٹریلیا نہیں ہے اور وہ شخص کسی اسلامی ملک کو چھوڑ کر یا ایسے کافر ملک کو چھوڑ کر جس کے اندر اس کے گھر کا یا اس کے شہر کا ماحول اسلامی ہے' اسے چھوڑ کر کسی غیر مسلم ملک میں جاتا ہے' تو ایک مرتبہ پہلے تو اسے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مجھے یہاں رہنا ہے یا نہیں رہنا ہے؟ وہ ٹریننگ جو آپ کو نماز سے لے کر جہاد تک اور وضو و غسل سے لے کر ہر عبادت تک دی گئی ہے کہ نیت پہلے مضبوط ہونی چاہیے' عمل بعد میں ہونا چاہیے۔

ایک حدیث بھی ہے پیغمبرؐ کی:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ

"مومن کی نیت اس کے عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے۔"

نیت بالکل ٹھیک ہونی چاہیے' اس ڈبل نیت سے نہ آدمی اس دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے نہ آخرت میں۔ ایک مرتبہ فیصلہ کر لیا جائے کہ یہاں رہنا ہے یا نہیں رہنا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر چھ مہینے کے بعد ایک سوال پیدا ہوا کہ بھئی! آج کل حالات

ایسے ہیں کہ یہاں سے ہمیں جانا پڑے اور ہر تقریر سننے کے بعد آدمی کے ذہن میں ایک شک پیدا ہو کہ میرا یہاں پیدا ہونا جائز ہے کہ نہیں ہے؟ پہلے فیصلہ کر لیا جائے۔

اور یہ یاد رکھیے!......

جب امامؑ تشریف لائیں گے تو انہیں دنیا کے ہر علاقے اور ہر خطہ سے صاحبانِ ایمان کا لشکر چاہیے ہوگا' وہ خالی اسلامی ممالک سے لشکر جمع نہیں کریں گے۔ انہیں آسٹریلیا سے اور نیوزی لینڈ سے بھی مومنین چاہئیں۔

میں نے آیت کی تلاوت کی تھی کہ اللہ بھی ایک پلاننگ کرتا ہے۔ بار بار ایک سوال پیغمبرؐ سے مکہ کی زندگی میں کیا گیا۔ اگرچہ ربیع الاول کا مہینہ ختم ہو چکا ہے' لیکن سیرت رسولؐ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا کہ مکہ کی زندگی میں پیغمبرؐ سے بار بار یہ سوال کیا گیا اور یہ سوال اس لیے کیا جا رہا ہے کہ قرآن نے تمام انبیاؑ میں سے سب سے زیادہ تذکرہ حضرت موسیٰؑ کا کیا ہے اور سوال یہ ہو رہا ہے' مکہ والے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔

سوال کرتے ہیں: ابراہیمؑ فلسطین کے رہنے والے تھے تو ان کا بیٹا موسیٰؑ مصر کیسے پہنچ گیا؟

اس وقت اللہ کے رسولؐ پہلے تو اس سوال کے جواب میں یہی کہتے رہے کہ انتظار کرو' انتظار کرو۔ آخر میں سورۂ یوسفؑ نازل ہوا اور پیغمبرؐ نے اس سورہ کی تلاوت کر کے اس سوال کا جواب دیا۔

اس تلاوت کا خلاصہ کیا تھا؟......

یوسفؑ کا واقعہ جو پیش آیا۔ بظاہر اپنی جگہ دشمنوں کی ایک پلاننگ۔

دشمن بھی کون؟......

اپنے بھائی۔

اُنہوں نے اپنے بھائی پر ظلم کر کے اس کو غلام بنا کر بیچا' فلسطین کا رہنے والا یوسفؑ مصر میں پہنچ گیا۔

آج ہو سکتا ہے فلسطین سے مصر ایک گھنٹے کی فلائٹ ہو لیکن پیغمبرِ اسلام سے بھی ہزاروں سال پہلے کی بات ہے۔

چنانچہ! غلام بنا کر بیچا گیا' وہ برادرانِ یوسفؑ اپنی پلاننگ کر رہے ہیں کہ اپنے بھائی کو اپنے بابا کی آنکھوں سے اوجھل کر دو تاکہ باپ کی ساری محبت ہم کو مل جائے اور پروردگار اس کے ذریعے سے تیاری کر رہا ہے کہ مصر میں فرعونوں کی جب وہ ظالم حکومت قائم ہوگی تو پیغامِ حق بلند کرنے والے موسیٰؑ کی پیدائش کا انتظام وہاں پر کیا جائے۔ بجائے اس کے کہ باہر سے ایک آدمی کو بھیجا موسیٰؑ وہیں پر پیدا ہوں گے۔

یہ حضرت یوسفؑ کا غلام بنا کر فلسطین سے مصر میں بھیجا جانا' جو اس وقت جناب یوسفؑ کے لیے بہت بڑا امتحان تھا' کیونکہ خالی غلامی نہیں آئی' چودہ سو سال کی قید بھی اس کے ساتھ آ گئی تھی۔

حضرت یوسفؑ کی عمر بھی اس وقت بارہ سال کی تھی' بارہ سال کا بچہ' اتنا محبت کرنے والا باپ اس سے جدا کیا گیا پھر غلام بنایا گیا' پھر چودہ سال قید میں ڈالا گیا۔ یہ ساری پلاننگ اپنی جگہ پر لیکن یہ "مَکَرُوْا وَ مَکَرَ اللّٰہُ" اور اللہ کی پلاننگ یہ تھی کہ جب یہاں فرعون کی حکومت قائم ہو اور مصر میں دنیا کی سب سے بڑی تنظیم وجود میں آئے تو وہاں پر حضرت موسیٰؑ پیدا کر کے پیغامِ حق پہنچائیں۔ حضرت موسیٰؑ کی ولادت کا انتظام حضرت یوسفؑ کے امتحان کی وجہ سے لیا جا رہا ہے' تو عین ممکن ہے کہ آپ حضرات کا یہ امتحان کہ اپنے وطن سے ایسے وطن میں لایا جائے کہ جہاں روزانہ فقہی مسئلہ اگر ذہن میں ہو تو اپنے ذہن میں انسان خود double minded ہو جائے کہ

رہنا جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ یہ ایک امتحان ہے' یہ ایک آزمائش ہے۔ سمجھدار کے لیے وہ سانپ' بچھو' کوڑے کا عذاب' وہ تکلیف نہیں ہوتی' اصل تکلیف یہ ہوتی ہے۔

اور یہ جملہ اس لیے ذہن میں رکھیے گا کہ تربیت اولاد میں چوتھی یا پانچویں تقریر اسی ایک جملے کی وضاحت میں آئے گی۔ خلاصہ یہ کہ ہوسکتا ہے کہ یہ یوسفؑ کی طرح سے آپ کو ایک امتحان دینا پڑ رہا ہے۔ اس امتحان کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ پروردگار اس خطے سے بھی لشکر امام زمانہؑ تیار کرنا چاہتا ہے۔ یہاں پر ان لوگوں کو پہنچانا چاہتا ہے' جن کی براہ راست یا ان کی اولاد کی شمولیت لشکر امامؑ میں ہو۔

جب اللہ کا رسولؐ ہجرت کر کے مدینے گیا تھا تو حضرت ایوبؓ انصاری کے گھر میں ٹھہرا تھا' لیکن اصلی جملہ یہ کہ حضرت ایوبؓ انصاری کا یہ گھر تھا ہی نہیں۔ مدینے میں دو ہزار سال پہلے ایک ظالم بادشاہ آیا تھا اور پیغمبرؐ کا نام سن کر اس کے دل میں محبت پیدا ہوئی۔ تو وہ پیغمبرؐ کا کلمہ پڑھنے لگا تھا ولادت رسولؐ سے دو ہزار سال پہلے اور یہ گھر اس نے پیغمبرؐ کے لیے وقف کر دیا تھا اور حضرت ایوبؓ انصاری کے پردادا کے پردادا کے پردادا کو بطور نگران یہاں رکھا۔ کہا تھا: اگر تم مر جاؤ تو تمہارا بیٹا' اگر وہ مر جائے تو اس کا بیٹا' اس مکان کو اپنے قبضے میں رکھے۔ جب وہ رسولؐ آئے جس کا میں آج کلمہ پڑھ رہا ہوں۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ بھی ہے۔

ایک بات یہ ذہن میں رکھیے گا کہ یہ امتحان' یہ مصائب' یہ پریشانیاں جو یہاں آپ کو پیش آ رہی ہیں' یوں تو آپ کو پریشانیاں نہیں ہیں' دنیا کی ہر سہولت آپ کے پاس موجود ہے۔ لیکن میں نے کہا: جس کے پاس عقل ہے اس کے لیے ساری سہولتیں ایک بڑا امتحان بن رہی ہیں۔ جب اپنے اور اپنی اولاد کے دین کے مسئلے کو دیکھتا ہے۔ یوسفؑ کی قید کی طرح سے اس روحانی قید کو' یوسفؑ کا مسئلہ نہیں ہے کہ مجھے غلام بنایا گیا

مگر یہ ذہنی تکلیف ہے کہ میرے بھائیوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہ آزمائش ہو جس کے ذریعے آپؑ کی نسل میں کسی موسیٰؑ کو پیدا کر کے وہ لشکر تیار کرانا ہے جو امامِ زمانہؑ کا ساتھ دے۔

لیکن!......

آپ کا اگلا سوال یہ ہوگا کہ پھر وہ سارے مسائل کہاں گئے؟

یہ ساری باتیں تو تصویر کا ایک رُخ ہے وہ سارے مسائل' جس الفاظ' جس کی عبادتیں؟

یہ تفسیر کرنے کا وقت نہیں ہے۔

بس!......

مَکَرُوْا وَ مَکَرَ اللّٰہُ (سورۂ آلِ عمران' آیہ ۵۴)

ذہن میں ایک بات رکھیے گا کہ بہت سی جگہوں پر آدمی پلاننگ کر کے جاتا ہے اور بہت سی جگہوں پر اللہ اسے زبردستی بھیج دیتا ہے' اس کا دل بھی نہیں چاہتا وہاں جانے کو' اس کی خواہش بھی نہیں ہوتی وہاں رہنے کی۔ حالات ایسے ہوتے ہیں کہ جانا پڑتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ سارے مسائل کہاں چلے گئے جو کسی تقریر میں بیان ہوئے تھے؟

بس!......

اس کے حوالے سے دو جملے سنیے اور آج کا موضوع شروع!

پہلی بات!......

اب ایک مرتبہ پھر اس بات کو دُہرا رہا ہوں۔ یہ لفظ "ایک مرتبہ پھر" میں نے

اس لیے استعمال کیا کہ آخری سال بھی یہ بات آچکی ہے اور جہاں جہاں میں مجلس پڑھتا ہوں یہ جملہ میں بار بار دُہراتا ہوں۔ اس لیے کہ آج کی دنیا وہ دنیا ہے کہ آپ حضرات کو مختلف ذرائع سے علمائے کرام کی اتنی تقریریں، اتنی مجالس اور اتنی کتابیں پڑھنے کو ملیں گی، یہ جو بار بار دُہرانے والا مسئلہ، جس پر بار بار توجہ دینا ہے وہ یہ ہے کہ کتاب ہر ایک کی پڑھی، مجلس ہر ایک کی سُنی لیکن جب عمل کا وقت آجائے تو گھوم پھر کر آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ آپ کا مرجع آپ کو اس مسئلے میں کیا کہتا ہے؟ جہاں تک فقہ بتانے کی بات ہے تو وہ آپ ہر کتاب سے اپنی فقہ بنا سکتے ہیں، لیکن جہاں تک عمل کرنے کی بات ہے وہاں پر صرف یہ دیکھنا پڑے گا کہ آپ کے مرجع کیا فرماتے ہیں؟ میں نے پہلے بھی مسئلہ پڑھنے سے پہلے یہ جملہ کہا تھا کہ جو مسئلے پڑھے گئے تھے وہ آقائے سید سیستانیؒ کے تھے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ تقریر سننے والا ہر شخص ان کی تقلید میں ہو حتیٰ یہ کہ بہت سے لوگ جو ان کی تقلید میں بھی ہیں، ضروری نہیں ہے کہ ان مسئلوں پر عمل واجب ہو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسے مرحوم مرجع کی تقلید پر باقی ہوں کہ جن پر باقی رہنا واجب ہے۔ یہ مسائل ہر ایک کے لیے عمل کرنے کے لیے واجب نہیں ہیں۔ یہ صرف اسی لیے بتائے جا رہے تھے کہ اس سے تربیت اولاد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ پھر یہ جملہ سنیں!......

اب یہ جملہ ہر اس کتاب سے متعلق ہے جو آپ کے مطالعہ میں آئے۔ ہر اس تقریر سے متعلق ہے جو آپ سنیں، تو سنیے سب، لیکن جہاں تک عمل کا تعلق ہے وہاں پر پہلے یہ چیک کیجیے کہ آپ کا مرجع کیا کہتا ہے؟ سال گذشتہ آٹھ، نو مسلسل تقاریر و مجالس تقلید کے حوالے سے ہوئی تھیں رمضان اور محرم کے درمیان، لیکن اتنا اہم مسئلہ ہے کہ

پھر اس کو بعد میں دہرانا پڑے گا' تو پہلی بات تو یہ۔

اور دوسری بات یہ سنیے!......

بس! یہاں سے میں اپنے موضوع پر آ رہا ہوں!......

دوسری بات یہ سن لیجیے!......

ان تمام مسائل کے اندر یہ کہیں نہیں لکھا تھا کہ آپ کے پاس صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے واپسی کا راستہ' کہیں نہیں لکھا' وہ پھر ایک مرتبہ اپنے ذہن میں دہرایئے۔ اب تو الحمدللہ! انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں یہ کتاب یہاں کی لائبریری میں پہنچ بھی چکی ہے لیکن کہیں بھی اس میں یہ نہ لکھا تھا کہ آپ کے پاس کوئی option نہیں ہے۔ آپ کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ ہے واپسی کا راستہ۔ بار بار اس میں ایک لفظ آ رہا ہے کہ اگر آپ اپنی اولاد کی تربیت کر لیتے ہیں کوئی حرج نہیں۔ رہنا بالکل جائز ہے اور جہاں پر یہ سارے مسائل بیان ہوئے وہاں پر انہوں نے امامؒ کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ امامؒ نے کافر ملکوں میں رہنے کو ایک لحاظ سے عبادت شمار کیا اور کہا ہے کہ تمہارا ایک مسلمان ملک میں رہنے سے ایک کافر ملک میں رہنا زیادہ بہتر ہے۔

میں پھر اپنے جملے کو دہراؤں!......

کہیں بھی اس کے اندر یہ بات نہیں آئی' نہ اشارۃً نہ وضاحتہً' کہ آپ کے لیے واپس جانا ضروری ہے' دو راستے آپ کے سامنے رکھے گئے تھے۔ یا یہ اختیار کریں یا وہ اختیار کریں' جبکہ یہ راستہ اگر آپ اپنی اولاد کی تربیت نہیں کرنا چاہتے آپ کہتے ہیں بہت بھاری پتھر ہے مجھ سے نہیں اُٹھایا جائے گا' میں یہ کام کرنے کا اہل نہیں ہوں' تو وہ تو یقیناً واپس جائے گا' لیکن واپس ان علاقوں میں جایئے جو اس سے بہتر ہو لیکن اگر اس

مسئلے کی شرط کو پڑھ لیں۔

شرط یہ ہے کہ اگر آپ اپنے کو اور اپنی اولاد کو دینی نقصان سے بچائیں۔

دیکھئے!......

اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی اصلاح کے دو طریقے ہیں۔ آپ کیا طریقہ اختیار کرنا چاہتے ہیں؟ صاحب عقل کون سا طریقہ اختیار کرے گا؟

ایک خاتون اپنے شوہر کو لے کر کسی سرکاری محکمے میں داخل ہوئی اور ان کو شکایت یہ تھی کہ میرے جو documents تیار کیے گئے ہیں چاہے وہ شناختی کارڈ کا مسئلہ ہو' پاسپورٹ کا مسئلہ ہو یا کسی لائسنس وغیرہ کا مسئلہ ہو' اس میں ایک غلطی کر دی گئی اور میرے نام کے آگے لکھا گیا ہے ''بیوہ فلاں''۔ جبکہ میں بیوہ نہیں ہوں' میرا شوہر ہے اور یہ اپنا شوہر ثبوت کے طور پر لے کر آئی ہوں' مجھے بیوہ کیسے لکھا گیا؟ اس چیز کا جواب دیں؟

اب ایک طریقہ تو وہ ہے کہ جو ہر عاقل اختیار کرے گا کہ sorry غلطی ہو گئی۔ چلیں! لائیے اپنے کاغذات ان کو ابھی درست کر دیا جاتا ہے' بجائے بیوہ کے زوجہ کر دیا جائے صرف چند منٹ لگیں گے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جیسا کہ متعلقہ سرکاری آفیسر نے یہ سنا اس خاتون کو' شوہر دار ہیں' ان کا شوہر موجود ہے' وہ اپنا شوہر لے کر آئی ہیں تاکہ یقین ہو جائے کہ شوہر ہے' غلطی سے بیوہ لکھا گیا۔ اس نے میز کا دراز کھولا پستول نکالا' تین گولیاں اس کے سینے میں اُتار دیں یعنی شوہر کو۔

کہا: اب تو غلطی ٹھیک ہو گئی نا' بیوہ لکھا تھا تو میں نے آپ کو بیوہ بنا دیا۔

تو دیکھئے!......

ایک طریقہ تو یہ ہے غلطی ٹھیک کرنے کا کہ اگر غلطی سے لفظ بیوہ آ گیا' تو واقعاً اسے بیوہ بنا دو اور دوسرا ایک معقول طریقہ۔

تو بس!......

یہی آیت اللہ علی سیستانیؒ کے ان فتاویٰ اور اس سے ملتے جلتے فتاویٰ کا مقصد ہے کہ اگر یہ مسائل پڑھنے کے بعد آپ کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہو کہ یہ غلطی ہو گئی تھی یہ فیصلہ کرتے وقت تو غلطی کی اصلاح بہت آسان ہے' ایک طریقہ ہے واپس جانا۔

خیر!......

یہ بھی ایک اچھا طریقہ ہے' یہ بھی ویسا تو نہیں ہے کہ بیوہ بنانے کے لیے پستول کی گولی سینے میں اُتار دی لیکن بہر حال ہے بہت مشکل۔ جب میں بیان کر رہا تھا' اس وقت بھی مجھے اندازہ تھا کہ باتیں کرنے کے لیے بہت آسان ہیں' اپنے جوش کو ظاہر کرنے کے لیے بہت آسان ہیں' عمل میں بہت مشکل ہیں۔ مگر دوسرا ایک معقول طریقہ ہے کہ بھائی! یہ غلطی ٹھیک ہو سکتی ہے' اس کے لیے یہ نہیں ہے کہ پستول کی گولی سینے میں اُتار کر اسے ہلاک ہی کیا جائے بلکہ انسان ذرا سی توجہ کر کے یہ غلطی درست کرے۔

وہ توجہ کیا؟......

اسی نقصان سے اپنے بچوں کو بچا لے جو سبب بن رہا ہے کہ آپ سے یہ کہا جائے کہ آپ واپس چلے جایئے۔

اچھا!......

ایک چیز کا مجھے اور اندازہ ہے کہ اس مجمع کا ایک چوتھائی تھا آخری اتوار بہت کم تھے مومنین تو شاید ان کی سمجھ میں بھی یہ نہ آ رہا ہو کہ یہ باتیں جس مسئلے کے بارے میں کہی جا رہی ہیں وہ مسائل کیا ہیں؟ بہر حال کتاب پڑھ لیجیے گا جو ملا نصیر الدین کے الفاظ میں ہے اس میں تو میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ ملا نصیر الدین کا ایک بہت ہی مشہور واقعہ ہے نا' علم وغیرہ تو تھا نہیں لیکن شخصیت بہت بڑی بن گئی' عمامہ بھی اتنا ہی بڑا سر پہ پہننے لگے' چنانچہ لوگ سمجھتے تھے کہ بہت بڑے عالم ہیں' ایک دن انہوں نے پکڑ کر منبر پر بٹھا دیا۔

ہمیں تو آپ کے علم سے استفادہ کرنا ہے۔

اب علم ہو تو کچھ کہیں۔

خیر!......

ہمارے ہاں تو یہ مسئلہ نہیں ہے' جاہل سے جاہل کو بھی ہم منبر پر بٹھا دیتے ہیں لیکن پہلے زمانے میں ایک معیار تھا۔

اب گھبرائے کہ کیا کہا جائے۔

چنانچہ! ایک مرتبہ مجمع سے سوال کیا: کیا آپ کو پتہ ہے کہ میں کیا کہنے والا ہوں؟

مجمع نے کہا: ہمیں کیا پتہ آپ کیا کہنے والے ہیں۔

کہا: جس مجمع کو اتنا پتہ نہیں' وہاں مجلس پڑھنا بیکار ہے' میں جا رہا ہوں، خدا حافظ۔

دوبارہ لوگ پکڑ کر لے آئے' آئندہ جمعہ کو یا اتوار کو پھر منبر پر بٹھا دیا اور آج طے کر لیا تھا کہ اس کا جواب yes دیں گے۔

پوچھا: کیا آپ کو پتہ ہے کہ آج میں کیا کہنے والا ہوں؟

لوگوں نے کہا: ہاں! ہمیں معلوم ہے۔

کہا: جب تمہیں معلوم ہے تو میں اپنا وقت کیوں ضائع کروں؟ خدا حافظ۔

تیسری دفعہ پھر لوگ پکڑ کر کسی طرح لے آئے اور منبر پر بٹھا دیا اور آج مجمع نے کہا کہ ایسا جواب دو کہ یہ جانے نہ پائے۔

چنانچہ! جب اُنہوں نے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ آج میں کیا کہنے والا ہوں؟

آدھے مجمع نے کہا: ہاں! آدھے نے کہا: نہ۔

اُنہوں نے کہا: اچھا! جو لوگ جانتے ہیں وہ ان کو بتا دیں جو نہیں جانتے' میں جا رہا ہوں' خدا حافظ۔

لیکن پچھلے اتوار کے حوالے سے میں یہ جملہ کہہ سکتا ہوں کہ جو پچھلے اتوار کو تھے وہ ان مومنین کو بتا دیں جو پچھلے اتوار کو نہیں تھے کہ آقائے سیستانی" کے وہ کون سے مسائل تھے جن کے حوالے سے مجھے یہ ساری وضاحت کرنا پڑی؟ لیکن ان مسائل کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ اگر اولاد کی تربیت کرنے کو تیار ہو تو پھر تمہارے لیے یہاں رہنا بھی کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اگر وہ حدیث جو ان مسئلوں سے پہلے لکھی وہ سامنے آ جائے تو یہاں رہنا بھی ایک عبادت ہے اور یہاں رہنے کا ثواب اسلامی ملک میں رہنے سے زیادہ ہے۔

لیکن! یہ بات ذہن میں رکھیے گا!......

ایسا نہیں ہے کہ آدمی کہے کہ نہیں بھئی! آپ نے جو شرط لگائی ہے کہ اگر اولاد کی تربیت کرنا ہے تو کافر ملک میں رہ سکتے ہو' تو میں راضی نہیں ہوں' اسی لیے میں جا رہا ہوں۔ وہاں جا کر بھی تربیت اولاد تو کرنا ہی کرنا ہو گی' اس لیے کہ تربیت اولاد ان

واجبات میں سے ایک واجب ہے کہ جو ہر مکلف پر اللہ نے واجب ولازم قرار دیا ہے۔

اس کی دلیل؟......

سورۂ تحریم کی چھٹی آیت ہے جس کو میں نے سب سے پہلے تلاوت کیا تھا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

(سورۂ تحریم' آیہ۶)

"اے ایمان لانے والو! تم پر خالی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ صرف اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ بلکہ تم پر واجب ہے کہ جس طرح تم خود اپنے آپ کو بچاتے ہو اس طرح اپنی اولاد کو بھی بچانا پڑے گا۔"

یہاں سے واپس جانے سے مسئلہ ختم نہیں ہوتا' اگر شادی کرو گے اور اولاد پیدا ہو گی تو تربیتِ اولاد لازم ہے۔

یہ جو میں نے کہا: "اگر شادی کرو گے"۔ اس لیے کہ اس کا ایک حل یہ بھی نکل سکتا ہے کہ نہیں کریں گے' وہ بھی آگے آنے والا ہے تو وہ بھی کتنا ضروری ہے۔ تربیت اولاد' اولاد کی ولادت سے شروع نہیں ہوتی ہے بلکہ شادی کے مرحلے سے شروع ہوتی ہے۔

تربیتِ اولاد تو ویسے ہی واجب ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ اگر انسان نے یہ فیصلہ کر لیا کہ میں یہاں سے واپس جا رہا ہوں تو اس واجب سے بچ نکلوں گا' جہاں بھی جائے گا واجب اپنی جگہ رہے گا' ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ کہیں آسان ہو' کہیں مشکل ہو لیکن ہے واجب اور اتنا اہم واجب ہے اور اتنا ضروری واجب ہے کہ اگر آپ ان صاحبانِ ایمان کو دیکھ لیں جن کی ٹریننگ براہ راست آئمہ معصومینؑ کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ آپ کے

ذہن میں وہ مشہور واقعہ آ گیا ہوگا جو اکثر مجالس میں پڑھا جاتا ہے۔

اگر آپ ان صاحبانِ ایمان کو دیکھیں جن کی ٹریننگ براہِ راست آئمہ معصومینؑ کے ہاتھوں ہوئی' ان کا مسئلہ ہماری طرف نہیں تھا کہ امامؑ اور ہمارے درمیان دس صدیاں بیت چکی ہیں' وہ براہِ راست امامؑ سے تربیت پا رہے ہیں' جو کسی عالم یا مجھ جیسے طالب علم کی تقریر نہیں سنتے' جو براہِ راست مولائے متقیانؑ کے کلام کو سنتے ہیں۔ اگر آپ ان کو دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا آئمہ معصومینؑ نے اس مسئلہ کو اہم بنا کر واجب قرار دیا ہے۔

خالی!......

حجرؓ ابن عدی کا نام لینا کافی ہے' واقعہ آپ کے ذہن میں آ گیا ہوگا لیکن اہم واقعہ ہے اور ایسا سبق آموز واقعہ ہے۔ شام ہماری زیارات کی فہرست میں وہ جگہ ہے' جہاں کے حوالے سے میں اپنا ذاتی تجربہ بھی بیان کرتا ہوں اور روایات سے بھی اس کی تائید ملتی ہے کہ اتنی دعائیں' جنابِ زینبؑ کی ضریح کو تھام کر مانگی جانے والی دعائیں' اتنی آسانی سے دعائیں' زینبیہؑ میں قبول ہوتی ہیں۔

زینبیہؑ یعنی دمشق کے قریب وہ جگہ ہے جہاں شہزادیؑ کا روضہ مبارک ہے۔

شاید! اتنی آسانی سے دعا کہیں قبول نہ ہو۔ میں کہہ رہا ہوں: ذاتی تجربہ بھی ہے اور روایات میں اس کے اشارے بھی ہیں اور جہاں جہاں میں نے یہ بات پڑھی ہے' کیونکہ حجرؓ ابن عدی کا دنیا میں کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں میں نے نہ پڑھا ہو اور جہاں حجرؓ کا واقعہ آتا ہے وہاں یہ جملہ ضرور آتا ہے' تو مجلس سننے کے بعد اگلے سال جب ان لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے تو ایک بڑی تعداد اس بات کی تائید بھی کرتی ہے کہ ہاں

مولانا! پہلے ہم کو اندازہ نہ تھا لیکن مجلس سننے کے بعد اب خاص ہم جب دعا کرنے' نیت سے شام گئے اور واقعاً ہم نے دیکھا کہ وہ دعائیں جو کسی اور جگہ قبول نہ ہوں وہ یہاں آ کر قبول ہوئیں۔ وہ اہم ترین جگہ جس کے بارے میں ایک ہی جملہ کہہ دیا جائے تو یہ بات سمجھ میں بھی آ جائے گی۔

ایک شخص کربلا میں براہ راست امام مظلومؑ کی خدمت میں پہنچا اپنی دعا لے کر اور دوسرا شخص اسی وقت نجف اشرف میں پہنچا۔ مولائے کائناتؑ کے روضہ پر اپنی دعا لے کر اور تیسرا شخص اسی موقع پر زینبیہؑ پہنچا شہزادیؑ کے روضہ پر اپنی دعا لے کر۔ تینوں جگہوں پر تینوں نے اپنی اپنی حاجتیں پیش کیں' لیکن کوئی تعجب نہیں کہ اگر مولائے متقیانؑ اور امام حسینؑ اپنے دروازے پر آنے والے سے کہیں: ایک لمحے کے لیے ٹھہر جاؤ' ہم تیری بات سنتے ہیں' لیکن میری بیٹی زینبؑ ایک دعا لے کر آ رہی ہے' پہلے اپنی بیٹی سے بات کرلوں پھر تیری دعا سنتا ہوں۔

حسینؑ کہتے ہیں: اے میری ضریح پر آنے والے زائر! ایک لمحے کے لیے ٹھہر جا' میری بہن آ رہی ہے' پہلے میں دیکھ لوں میری بہن کیوں آ رہی ہے' اس کے بعد میں تیری بات سنتا ہوں۔

پتہ چلا کہ زینبؑ اپنے روضہ پر آنے والے زائر کی سفارش لے کر آ رہی ہیں۔

بابا! میری ضریح پر آنے والے نے مجھ سے یہ سوال کیا اور حسینؑ مظلوم ایک دفعہ دیکھ رہے ہیں کہ میرے پاس آنے والی بہن زینبؑ کسی زائر کی سفارشی بن کے آ رہی ہیں۔

خیرا......

یہ تو خالی اس جملے کی وضاحت میں نے کی کہ زینبؑ کی دعائیں جلدی قبول ہوتی ہیں۔ روایات میں اشارے ہیں ذاتی تجربہ اور مومنین کرام کی طرف سے اس کی تصدیق موجود ہے تو ذرا یہ بات بھی اس کے ساتھ ملالیں۔

جب انسان شام جاتا ہے تو اس کی ایک ذمہ داری یہ قرار دی جاتی ہے کہ جنابِ زینبؑ کے روضہ کی زیارت کے بعد جو شام کی سب سے بڑی زیارت ہے اہم ترین زیارت ہے اس کے بعد جناب حجرؓ ابن عدی کے روضہ پر ضرور جائیں' کیونکہ ذرا سا وہ out of way ہے اور اتنا زیادہ وہاں کے لوگ اس روضہ کو نہیں جانتے ہیں' اس لیے وہ مومنین کرام جو بغیر معلومات کے زیارت کرتے ہیں وہ اس سے محروم رہتے ہیں لیکن اب گذشتہ آٹھ' نو سال سے اتنا زیادہ اس زیارت کا چرچہ ہو گیا ہے کہ اب وہاں کے اکثر ٹیکسی ڈرائیور بھی جانے لگے ہیں' ورنہ میں جانتا ہوں کہ ۱۹۹۰ء سے پہلے جو لوگ زیارت پر جاتے تھے شام کی زیارت کی غرض سے' وہ ایک ایک ہفتہ وہاں رہتے تھے اور اس زیارت سے اس لیے محروم رہتے تھے کہ معلومات نہیں ہوتی تھیں۔

حجرؓ ابن عدی کی زیارت اتنی اہم کیوں ہے؟......

یہ تاریخ اسلام کا ایک ایسا واقعہ ہے جو آج کے موضوع سے مطابقت نہیں رکھتا اور اگر میں اس طرف چلا گیا تو آج کا موضوع رہ جائے گا لیکن اس زیارت کے ساتھ اسی کے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین message بھی ہمیں دیا جاتا ہے' جس کی وجہ سے زیارت کی غرض سمجھ میں آتی ہے۔

حجرؓ ابن عدی شہید کیے گئے حاکم شام کے ہاتھوں اور ان کی شہادت کا واقعہ اتنا

دردناک واقعہ ہے کہ شیعہ وسنی کے فرق کے بغیر سارا عالم اسلام اس پر تڑپ اُٹھا ہے۔ حضرت عائشہؓ تک کا معاملہ تاریخ میں مشہور ہے حجرؓ ابن عدی کے حوالے سے۔ جب ایک دفعہ میں نے یہ واقعہ پڑھا تھا تو مجھے یاد ہے کہ میں نے حوالہ بھی دیا تھا کہ مولانا مودودی نے اپنی کتاب "خلافت وملوکیت" میں حاکم شام کے خلاف جو الزامات لکھے تھے' ان میں بہت ہی نمایاں تھا حجرؓ ابن عدی کا قتل ہونا' صحابی رسولؐ، ایک انتہائی مقدس انسان' صائم النہار قائم اللیل' یعنی سارا سال دن کو روزہ رکھنے والا اور ساری رات عبادت کرنے والا' حافظ قرآن' اپنے تقویٰ اور زہد کے اندر اپنے زمانے کی اہم ترین شخصیت۔

حاکم شام کے مختلف گورنر اتنا احترام کرتے تھے کہ جب حجرؓ کی شہادت کی خبر پھیلی تو ایک گورنر نے خدا سے دعا مانگی:

"خداوندا! اس ظلم کے بعد اب اس دنیا میں رہنے کو دل نہیں چاہتا مجھے آج رات موت دے دے۔"

اور وہ اس رات کو مر بھی گیا۔ یہ سارے واقعات تاریخ میں ہیں اور آئمہ طاہرینؑ کے تو اتنے قریب کہ مولائے متقیانؑ نے سب سے آخر میں اپنے جن صحابیوں کو اپنے سے ملاقات کی اجازت دی شب اکیس رمضان' ان میں حجرؓ کا نام بھی شامل ہے۔

یہ حجرؓ گرفتار کیے گئے' کیونکہ انہوں نے حاکم شام اور ان کے گورنروں کے کچھ احکامات پر احتجاج کیا تھا اور کھلم کھلا احتجاج' جو اسلام کے سراسر خلاف جارہے تھے' قید کر کے ان کو کوفہ سے پکڑا گیا' گرفتار کر کے ان کو شام بھجوایا گیا' جس وقت یہ شام جا

رہے تھے تو ایک پریشر فیلڈ اپ (pressure field up) ہونے لگا' عالم اسلام میں اور ایسا شور شرابا شروع ہوا کہ حاکم شام وہ شخصیت ہے جو کسی احتجاج کو نہیں مانتا' صدام ملعون کی مثال بھی اس کے سامنے چھوٹی ہے' مگر اس موقع پر وہ باقاعدہ اس پریشر میں آ گیا اور اس کو یہ کہنا پڑا کہ جیسے ہی حجرؓ میرے شہر میں داخل ہوگا میں اس کو رہا کر دوں گا' مگر سیاسی لوگوں کا ایک طریقہ ہوتا ہے کہ اِن کو تسلی دے رہا ہے اور اُدھر یہ message بھجوا رہا ہے اپنے سپاہیوں کو کہ شام میں داخل ہونے سے پہلے پہلے راستے میں جہاں میرا پیغام ملے حجرؓ کو وہیں پر شہید کر دینا۔

حجرؓ اکیلے گرفتار نہیں ہوئے' حجرؓ کے ساتھ وہ تیرہ یا چودہ ساتھی بھی گرفتار ہوئے تھے' جن میں سے ایک ان کا اپنا بیٹا بھی تھا۔

حاکم شام کا خط جا رہا ہے کہ حجرؓ کے علاوہ جتنے لوگ ہیں ان سب کو رہا کر دو' اگر یہ توبہ کریں اور یہ گارنٹی دے کر جائیں کہ آئندہ یہ میرے بارے میں کوئی سازش نہیں کریں گے مگر حجرؓ کچھ بھی کرے ان کو تو شہید کرنا ہی کرنا ہے۔

جس وقت یہ خط سپاہیوں کو ملا' وہیں پر قافلہ رُکا۔ یہ وہی جگہ جہاں آج حجرؓ کا روضہ ہے اگرچہ اب تو یہ شہر کے اندر آ گیا ہے لیکن پہلے بہت باہر تھا۔

خط پڑھا۔

سپاہیوں نے کہا: اے حجرؓ! تجھے تو پتہ ہے کہ ہمارا اور تمہارا تو کوئی جھگڑا نہیں' یہ حاکم شام کا حکم آیا ہے' ہم تو حکم کے بندے ہیں۔

جس آیت کو میں نے سرنامۂ کلام قرار دیا ہے اس میں یہ فرشتوں کی نشانی بتائی گئی ہے:

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

(سورۂ تحریم' آیہ ۶)

"جو اللہ حکم دیتا ہے وہ اس کی مخالفت نہیں کرتے وہ تو وہی کرتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔"

مگر ظالموں کے سپاہیوں کا بھی یہی مزاج بن جاتا ہے' چاہے وہ صدام کے فوجی ہوں یا شاہِ ایران کے ساتھی ہوں اور ہر جگہ پر یہی بہانہ ہوتا ہے کہ ہم تو اپنی نوکری سے مجبور ہیں۔

کہا: ہمارا اور تمہارا تو کوئی اختلاف کا معاملہ نہیں ہے' ہم تو ملازم ہیں حاکم کے وہاں سے یہ خط آیا ہے چنانچہ ہمیں اس پر عمل کرنا ہے۔

حجرؓ کے ساتھیوں میں سے کچھ نے تو معافی نامے پر دستخط کیے۔ ان کو چھوڑ دیا گیا لیکن ایک مرتبہ حجرؓ نے سپاہیوں کے سردار کو با آواز بلند مخاطب کر کے کہا: اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تین وصیتیں کرنا چاہتا ہوں' اس پر عمل کرو گے؟

اس نے کہا: اگر یہ حاکم کے حکم سے ٹکرا نہیں رہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور ہمارا تمہارا تو جھگڑا ہی نہیں۔ پہلی اور دوسری وصیت آپ کو یاد ہو گی اس کو بیان کر کے تقریر کو لمبا کرنے کا فائدہ نہیں سرسری اس کا تذکرہ ہو جائے۔

کہا: پہلی وصیت یہ کہ جب مجھے شہید کرو تو انہیں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ساتھ شہید کر دینا' ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اُتارنا نہیں۔

اور وجہ بھی یہ بتائی' میں چاہتا ہوں کہ جب رسولؐ اللہ سے ملاقات ہو تو اس حالت میں جاؤں کہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور

کہوں گا: یا رسول اللہؐ! آپؐ اور آپؐ کی اہل بیتؑ کی محبت میں کس طرح سے شہید کیا گیا ہے۔

میری دوسری وصیت یہ کہ اگر ہو سکے تو مجھے دو رکعت نماز کا موقع دو۔ اس لیے کہ کوئی دن بھی میں نے بغیر نماز کے نہیں گزارا۔

نماز پڑھنے کے فوراً بعد کہا: میں نے زندگی میں اتنی جلدی کوئی نماز نہیں پڑھی مگر آج اس لیے جلدی نماز پڑھنا پڑی کہ تیرے ذہن میں یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ میں نماز کے بہانے اپنی موت کا وقت ٹال رہا ہوں۔

تیسری وصیت یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو میرے بیٹے کو پہلے شہید کرو اور مجھے اس کے بعد شہید کرنا۔

پہلی دو وصیتیں تو بالکل سمجھ میں آتی ہیں ' ہر مرد مومن یہ چاہتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں پہنچیں تو مظلومیت کے وہ نشان لے کر پہنچیں جس کی وجہ سے اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو جائے۔ دوسری وصیت اس طرح سے سمجھ میں آتی ہے کہ ایک بندۂ مومن اور نماز یہ دونوں اس طرح سے لازم و ملزوم کہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں اذان کہی جاتی ہے ' مرتا ہے تو اس پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مرتے مرتے بھی آخر میں نماز پڑھ کر دنیا سے جاؤں مگر تیسری وصیت جو بالکل انسانی ہمدردی کے خلاف جا رہی تھی کہ بوڑھا باپ جوان بیٹے کے بارے میں کہے کہ پہلے میرے بیٹے کو مارو اور پھر مجھے مارو' بالکل اُلٹی بات' اس لیے کہ ہر بوڑھا باپ پہلے یہ کہے گا: پہلے مجھے مارو پھر میرے بیٹے کو مارو۔

حجرؓ۔

کون سے باپ؟......

جو انسانی ہمدردی کے بالکل خلاف ایک وصیت کر رہے ہیں جس پر عمل بھی کروایا' ہوا بھی یہی کہ بیٹا پہلے مارا گیا' باپ بعد میں مارا گیا۔ اسے صرف وہ لوگ سمجھ پائیں گے جو خود والدین ہیں' جو ابھی نوجوان ہیں جو والدین نہیں بنے وہ اس بات کو نہیں سمجھ پائیں گے اور کوئی اس کے اندر اعتراض بھی نہیں ہے۔ جب تک آدمی اس منزل سے نہ گزرے وہ اس کے مسائل نہیں سمجھ پاتا۔

امام حسینؑ نے علی اکبرؑ سے کہا تھا: بیٹا! تیرا کوئی جوان بیٹا جو نہیں ہے اس لیے تجھے نہیں پتہ کہ بوڑھے باپ کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہے۔

بہرحال!......

انسانی فطرت کہ ہر باپ یہ چاہتا ہے کہ میں مر جاؤں اور میرا بیٹا زندہ رہے۔

ہاں!......

یہ دوسری بات ہے کہ حکم خدا آ جائے تو یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ وہاں ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حسینؑ اپنے اکبرؑ کا لاشہ اُٹھانے کو تیار ہیں۔

اب حجرؓ ایک وصیت کر رہا ہے کہ پہلے بیٹا پھر میں۔ پہلی دو وصیتوں پر سپاہیوں کے سالار کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوا۔ تیسری بات جب سنی تو وہ چکرا کر کہتا ہے: اے حجرؓ! اس آخری وصیت کا مقصد کیا ہے کہ بیٹا مارا جائے پھر باپ؟

کہا: ہاں! اس کا بھی ایک مقصد ہے۔

یہ وہ کہہ رہا ہے جو پیغمبرؐ کا صحابی ہے' مولائے متقیانؑ سے براہ راست ٹریننگ

لیے ہوئے' حسنینؑ کی صحبتوں میں مسلسل اُٹھنے بیٹھنے والا' وہ کہہ رہا ہے۔

کیا کہہ رہا ہے؟......

حجرؓ جواب دیتے ہیں: دیکھو! یہاں ایک چوائس رکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص معافی نامے پر دستخط کرے تو اس کی جان بچ جائے گی۔ مجھے پتہ ہے کہ جب تک میں سامنے ہوں میرا بیٹا کبھی ایسی خلاف دین بات کو نہیں مانے گا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں پہلے شہید ہو گیا اور میرے بیٹے پر سے وہ پریشر یا دباؤ ہٹ گیا تو ایسا نہ ہو کہ ابھی جوان ہے' دنیا کی لذتیں دیکھی نہیں ہیں' زندگی کے مزے اُٹھائے نہیں ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دنیا اور یہ زندگی اسے بہکا دے اور وہ اس معافی نامے پر دستخط کر کے اپنے دین کا خاتمہ کر لے' اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے' میں اپنے بیٹے کے دین کو بچانا چاہتا ہوں' میں اپنے بیٹے کے ایمان کو بچانا چاہتا ہوں۔ بے شک میری آنکھوں کے سامنے مر جائے' بوڑھے باپ کو جوان بیٹے کا لاشہ اُٹھانا پڑے' یہ مجھے قبول ہے مگر یہ گوارا نہیں ہے کہ میرے بیٹے کا دین اور ایمان ضائع ہو کے رہ جائے۔

یہ ہے علیؑ کا شیعہ' یہ ہے حسنینؑ کی امامت کا ماننے والا۔ یہ وہ ہے جو بار بار کہتا ہے کہ میں آلِ محمدؐ کا غلام ہوں۔ جس نے عمل کر کے دکھایا کہ کردار اہل بیتؑ اور تعلیمات اہل بیتؑ یہ ہیں کہ اپنی اولاد کے دین کو بچانے کی فکر کرو' اپنی اولاد کو بچانے کی فکر کرو۔ یہ مت سوچو' یہ مت خیال کرو کہ دنیا بڑی مزیدار ہے' زندگی میں بڑی لذتیں ہیں' ایسا بن جاؤ کہ اس کو زیادہ سے زیادہ دنیا ملے۔ جہنم میں جائے یہ دنیا اگر یہ بچے کے دین میں نقصان پہنچا رہی ہے' جہنم میں جائیں یہ عیش و آرام اگر یہ بچے کے ایمان میں کمی کا سبب بن رہے ہیں۔

دیکھیے!......

خالی زبانی بات نہیں ہے، ہمارے سامنے عملی مثال موجود ہے۔ علیؑ کا صحابی اور وہ بھی باپ۔ ہر باپ کو اپنے بیٹے سے محبت ہوتی ہے۔ علیؑ کا صحابی، بڑھاپے کے اندر جوان بیٹے کے گلے پر تلوار چلتے برداشت کر رہا ہے مگر یہ تصور کرنے کو تیار نہیں ہے۔

یہاں تو یہ بھی نہیں پتہ کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ پچاس فیصد، پچاس فیصد بات تھی، ہو سکتا ہے کہ بیٹا بے دین نہ ہوتا لیکن باپ کہہ رہا ہے کہ میرے لیے یہ تصور بھی قبول نہیں کہ میرے بیٹے کی گمراہی کا کوئی امکان رہے۔

ہاں!......

اسلام ہم سے اتنی بڑی قربانی نہیں چاہتا، ہمارے لیے یہ شرعی مسئلہ بھی نہیں، اس لیے ہمارے بہت زیادہ گہرائی میں جانے کی ضرورت بھی نہیں۔ مثلاً ایک آدمی کہے کہ اپنی اولاد کو تو میں بچا لوں گا لیکن کیا پتہ اس کی اولاد اور کیا پتہ اس کی اولاد کی اولاد۔

کہا: تم پر اتنی بڑی ذمہ داری نہیں ہے، یہ آئمہ طاہرینؑ کا رتبہ ہے، یہ انبیا مرسلینؑ کی منزلت ہے، تمہارے لیے فقط اتنا کافی ہے کہ اپنی فیملی کے ایمان اور دین کو بچانے کی فکر کرو۔ مگر کرو تو سہی نا، توجہ تو دو نا، ایسا نہ ہو کہ دنیا تمہیں اس طرح سے بہکا لے۔

سب سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ اتنی جو ہم بے توجہی کر رہے ہیں، اتنی جو ہم غفلت کر رہے ہیں یعنی گویا اپنی اولاد کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بھوکے بھیڑیوں کے حوالے کر دیا اور ایک لمحے کے لیے نہیں سوچ رہے کہ اس کی مدد کرنا ہے، جس ماحول، جس میڈیا، جس کمپیوٹر کے حوالے ہم نے اپنی اولاد کو کیا۔

دیکھئے!......

مایوس نہ ہوں، ہر ایک چیز میں اسلام نے ہم کو طریقے بتائے ہیں لیکن مسئلے کی اہمیت ذہن میں رہے۔ ذہن اس طرف جائے کہ یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ نماز کی طرح یہ بھی ایک واجب فریضہ ہے، روزے کی طرح یہ بھی ایک لازم فریضہ ہے، حج کی طرح سے یہ بھی ایک ہماری شرعی ذمہ داری ہے۔ اس لیے وہ جملہ عرض کرتا ہوں کہ جس کے لیے ہم یہ ساری قربانی دے رہے ہیں۔

کیا قربانی؟......

دین کو بھلا رہے ہیں، معصومینؑ کی حدیثوں کو نظر انداز کر رہے ہیں، تربیت اولاد جیسے اہم ترین فریضے کو چھوڑ کر بیٹھے ہیں۔ وہ اولاد بھی ہم سے راضی نہیں ہے، آج چاہے راضی ہو لیکن کل یہی ہمارا گریبان پکڑے گی۔

اب ایک سلسلہ آگے بڑھایئے!......

وہ یہ کہ بعض نیکیاں ایسی ہوتی ہیں کہ آدمی نیکی کرتا ہے اور اسے اس کا کوئی فائدہ اس وقت نہیں ملتا، وہ واجب ہے کرتا ہی کرتا ہے مگر تربیت اولاد کو اللہ نے عجیب نیکی بنا دیا۔

کہا: یہ وہ نیکی ہے کہ ہم خرمہ وہم ثواب، نیکی اپنی جگہ فائدہ اپنی جگہ۔

دیکھیں!......

عجیب بات ہے جس کے اندر آپ کے لیے ڈبل فائدہ ہے۔ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ یہ تو کرنا ہی کرنا ہے، ہر صورت میں کرنا ہے اس لیے کہ حکم اسلامی ہے مگر کہا کہ نہیں!

نہیں! اس کے ساتھ اس کا ایک فائدہ اور ہے۔

وہ فائدہ کیا ہے؟......

انسانی زندگی کا مشکل ترین اور مومن کی زندگی کا اہم ترین مرحلہ برزخ کا مرحلہ ہے۔

برزخ!......

یعنی موت سے لے کر قیامت تک کا مرحلہ جو قبر کا مرحلہ ہوتا ہے۔ مرنا ہر ایک کو ہے لیکن جب انسان قبر میں جاتا ہے تو وہاں کام آنے والی بہترین نیکی کون سی ہے؟

پہلا سوال! کیا قبر میں بھی نیکیاں چلتی ہیں؟

جی ہاں! اس کا جواب سورۂ یٰسین کی یہ آیت:

نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی

"جو مر جائے گا اسے ہم زندہ کریں گے"

وَ نَکۡتُبُ

"اور ہم لکھتے رہتے ہیں"

مَا قَدَّمُوۡا

"وہ اعمال بھی جو تم اپنی زندگی میں کر گئے"۔

جب میں نے پہلے اس آیت کا ترجمہ کیا تو ذرا سی ایک غلطی کر گیا' میں نے ترجمہ کیا تھا:

"ہم لکھتے رہتے ہیں تمہاری نیکیوں کو"۔

لیکن اب میں نے لفظ "نیکی" ہٹا دیا:

"ہم لکھتے رہتے ہیں تمہارے ان اعمال کو جو تم اپنی زندگی میں کر چکے ہو"۔

وَ اٰثَارَهُمْ

"اور ہم لکھتے رہتے ہیں تمہارے ان اعمال کو جو قبر میں جانے کے بعد بھی تم تک پہنچتے رہتے ہیں۔"

چونکہ ابھی ابھی میرے ذہن میں یہ آیا کہ آیت خالی نیکی کے بارے میں بات نہیں کر رہی۔ آیت کہہ رہی ہے: جو تم نے اپنی زندگی میں کیا وہ بھی تمہارے نامۂ اعمال میں آ رہا ہے اور جو تم اپنے بعد چھوڑ کر گئے ہو وہ بھی نامۂ اعمال میں آ رہا ہے' چاہے نیکیاں ہوں' چاہے گناہ ہوں۔

ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی اپنے بعد ایک نیکی کی چیز چھوڑ کر گیا ہو مثلاً وہ ایک دینی کتاب لکھ کر گیا جو اس کے بعد پڑھی جا رہی ہے۔ یہ نیکی ہے جو مرنے کے بعد ملے گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ گانوں کا ایک کیسٹ ریکارڈ کر کے گیا' اب وہ تو مر گیا لیکن اب تک اس کا کیسٹ چل رہا ہے' یعنی گناہ بھی مرنے کے بعد عذاب کو بڑھاتے رہتے ہیں اور نیکیاں' وہ مرنے کے بعد انسان کے رتبے کو بڑھاتی ہیں۔ آیت میں لفظ نیکی اور برائی نہیں ہے آیت میں ہے: "مَا" جو عمل تم نے کیا' زندگی میں کیا وہ بھی ہم لکھ لیتے ہیں وہ تو ہر ایک کو پتہ ہے: "وَ اٰثَارَهُمْ" "اور کچھ آثار بھی تمہارے لکھے جا رہے ہیں' جب تم مر گئے' سلسلہ کٹ گیا مگر تم کو ان اعمال کا بدلا مل رہا ہے۔

چنانچہ اگر نیکی چھوڑ کر گئے ہو تو انعام ملے گا اور اگر گناہ چھوڑ کر گئے ہو تو سزا۔

یہاں پر ہمارے کم از کم پندرہ احادیث ہیں کہ قرآن کی یہ آیت سننے کے بعد' آپ تو فوراً سمجھ گئے کیونکہ آپ سالوں سے یہ حدیث سن رہے ہیں مگر جب آیت نازل ہوئی اس وقت اور معصومینؑ کے زمانے میں لوگ آتے تھے' کہتے تھے: فرزند رسولؐ! یہ آیت سمجھ میں نہیں آرہی' یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ جو ہم نے زندگی میں نیکی کی وہ ہمیں ملے گی' یہ کیا قرآن کہہ رہا ہے کہ قبر میں بھی کچھ نیکیاں اور بُرائیاں پہنچیں گی؟

تو کہا: یہ "وَ اَتْبَعَتْهُمْ" کا کیا مطلب ہے؟

اب سولہ یا سترہ دفعہ یہ سوال ہوا اور ہر ایک کو جواب دیا گیا اس کے اندر الفاظ ذرا ذرا سے مختلف ہیں لیکن ایک لفظ ایسا تھا جو ہر حدیث میں تھا۔ اللہ کا رسولؐ ارشاد فرما رہا ہے:

اِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّامِنْ ثَلَاثٍ

"جب کوئی مرتا ہے تو اس کے سارے اعمال کٹ جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے۔"

اس میں پہلے نمبر پر کہا:

وَلَدٌ صَالِحٌ

اگر اپنے بعد ایک نیک بیٹا چھوڑ کر گیا ہے' اپنے بعد ایک پابند دین بیٹا چھوڑ کر گیا ہے ایسی تربیت کی ہوئی اولاد چھوڑ کر گیا ہے تو مرنے کے بعد بھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔

یہ بات ذہن میں رکھیے گا!......

۹۹ فیصد جب تربیتِ اولاد کا موضوع آتا ہے' ایصالِ ثواب کا بہترین عمل ہے

تربیتِ اولاد۔ جب تربیتِ اولاد کا موضوع آتا ہے تو ہمارا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ اس کو شروع کہاں سے کرنا ہے۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے کہ یہ دیکھو کہ آغاز کہاں سے کرنا ہے؟

وہ آغاز ہوتا ہے ہمیشہ ماں کے ذریعے سے۔

پیغمبرؐ کی حدیث ہے:

اَلسَّعِیْدُ مَنْ سَعَدَ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ وَ شَقِيُّ مَنْ شَقٰی فِی بَطْنِ اُمِّهٖ

"جو اولاد نیک بختی ہے، دیندار بنتی ہے تو اصل میں یہ ماں کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو اولاد شقی اور ظالم ثابت ہوتی ہے، بے دین اور نافرمان ثابت ہوتی ہے یہ بھی ماں کی وجہ سے ہوتا ہے۔"

ساری ذمہ داری نہیں لیکن آغاز ہمیشہ ماں سے ہوتا ہے اس لیے اسلام اس کا قائل ہے کہ سلسلہ وہاں سے چلے، ماں کا کردار اتنا اہم بن گیا۔

برادر محترم کی والدہ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کی مجلس ہے!

یہ دو آخری نکتے آپ نے سنے!......

ایصالِ ثواب کا بہترین طریقہ کیا ہوتا ہے؟

بس ایک آخری جملہ!......

ماں کا کردار اس حوالے سے اتنا اہم ہوتا ہے کہ اگر پیغمبرؐ نے وہ حدیث بیان فرمائی:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتٖ

"جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔"

تو اس کا خالی ایک مفہوم نہیں ہے بلکہ اس کے دو مفہوم ہیں۔ پہلا مفہوم تو ہر ایک کو پتہ ہے کہ اے اولاد! اپنی ماں کی اہمیت سمجھو اس کی عظمت کو پہچان' اس کی منزلت ذہن میں لا۔ یہ ماں ہے اگر اس کو راضی کیا اور خوش کیا تو جنت ملے گی' مگر یہ حدیث ایک دوسرا پیغام دے رہی ہے۔

اے ماں! یاد رکھ! تیری اولاد کی جنت تیرے قدموں تلے ہے۔ اگر اپنی اولاد پر صحیح توجہ دی' اگر اپنی اولاد کو دیندار بنا دیا' اگر اپنی اولاد پر واقعاً وہ محنت کی جو اسلام چاہتا ہے تو وہ جنت میں جائیں گے اور اگر تُو! اپنی اولاد سے غافل ہو گئی تو تیری وجہ سے تیری اولاد جہنم میں جائے گی۔

یہی سبب ہے' جب مولائے متقیانؑ نے یہ چاہا کہ مجھے ایک بیٹا ایسا چاہیے جو ہو بہو میرے جیسا ہو۔

جنابِ علی اکبرؑ کے حوالے سے تو آپ سنتے ہیں کہ وہ شبیہ رسولؐ ہیں مگر جنابِ عباسؑ کے حوالے سے بھی یاد رکھیے! وہ شبیہ علیؑ ہیں۔ جس طرح اکبرؑ کو دیکھ کر لوگوں کو رسولؐ یاد آتے تھے اس طرح عباسؑ کو دیکھ کر علیؑ یاد آتے تھے۔ جب علیؑ نے یہ چاہا کہ مجھے ایسا بیٹا ملے تو یہ نہیں کہا کہ میں علیؑ، دنیا کے جس گھر میں شادی کروں گا علیؑ کا بیٹا علیؑ جیسا پیدا ہو گا۔

کہا: نہیں! علیؑ کا بیٹا علیؑ جیسا نہیں بن سکتا جب اس کی ماں جنابِ اُم البنینؑ جیسی نہ ہو۔ ماں کا کردار اتنا اہم ہے اور یہی وجہ ہے بارہ بیٹے ہیں اور سولہ بیٹیاں ہیں' اٹھائیس اولاد ہیں میرے گھر کی' مگر بحیثیت باپ سب میں ایک جیسے مگر سب کا نہ

رتبہ برابر ہے نہ فضیلت برابر ہے۔ کوئی حسنینؑ بنے' کوئی محمدؒ ابن حنفیہ بنے اور کوئی عباسؑ بنے' یہ سب ماؤں کی وجہ سے بنے۔

کہا: اب مجھے ایسا بیٹا چاہیے جو ہر طرح سے میری شبیہ ہو۔

یہ کہا: پہلے اس خاندان کو تلاش کرنا پڑے گا' پہلے اس خاتون کو تلاش کرنا پڑے گا جس کے شکم میں پرورش پانے والا اور جس کی گود میں تربیت پانے والا عباسؑ بن کر سامنے آیا۔ یہی جملہ محمدؒ ابن حنفیہ سے بھی کہا۔ جب پہلے محمدؒ ابن حنفیہ کو ایک چانس دیا کہ جاؤ' حاکم شام کے لشکر کا خاتمہ کرو اور باوجود اس میں اپنی ہر کوشش کے اس میں کامیاب نہ ہوا جب کہ اتنے طاقت ور تھے محمدؒ ابن حنفیہ کہ ایک سکہ اپنے ہاتھوں میں لے کر رگڑتے تھے تو اس پر لکھی ہوئی تحریر مٹ جاتی تھی اور لوہے کی ڈھال جو میدان جنگ میں تیر اور تلوار روکنے کے لیے استعمال ہوتی تھی ہاتھ میں لے کر اس طرح سے دو ٹکڑے کر دیتے تھے کہ جیسے ہم کاغذ کو پھاڑ دیتے ہیں مگر اتنا زبردست دباؤ تھا کہ تین مرتبہ گئے اور واپس آ گئے۔ تب مولا علیؑ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر وہ جملے کہے جو نہج البلاغہ میں ہیں:

"اے محمدؒ ابن حنفیہ! اس میں تیرا قصور نہیں ہے' یہ تیری ماں کے دودھ کی وجہ سے ہے۔"

نعوذ باللہ! یہ نہیں بتا رہے ہیں کہ ان کا رتبہ بلند نہیں ہے بتا یہ رہے ہیں کہ بہرحال! تیری ایک حد ہے۔

اب دیکھ میں اپنے بیٹے حسنؑ کو بھیجتا ہوں اور جب حسنؑ گئے تو کامیاب واپس آئے۔

کہا: اے محمدؐ ابن حنفیہ! شرمندہ نہ ہو' یہ سب تمہاری ماؤں کی وجہ سے ہے۔ تیری ماں معصومہ نہیں ہے' حسنؑ کی ماں معصومہؑ ہیں۔

بار بار میرے مولاؑ نے پیغام دیا' اولاد کی تربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے عورت کے ذریعے سے' اولاد کی تربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے ماں کے ذریعے سے۔ (صلوات)

ذکرِ مصائب: جنابِ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

ہم تو خیر! ہیں ہی کمزور' ہم تو خیر! ہیں ہی انتہائی مجبور' لیکن اگر امام معصومؑ بھی ہوں تو بظاہر ماں کا محتاج وہ بھی نظر آ رہا ہے۔ بظاہر ماں کی دعاؤں کی ضرورت اسے بھی محسوس ہو رہی ہے۔ بظاہر ایک ماں کے اٹھ جانے سے دنیا اس کے لیے بھی اندھیری ہو رہی ہے۔

آپ سمجھ گئے کہ میرا اشارہ آقا حسینؑ کے اس جملے کی جانب ہے جو اپنی ماں زہراؑ کی میت کو دیکھ کر حسینؑ کی زبان پر آیا تھا۔ ایک مرتبہ میرے مولاؑ حجرے کے کمرے سے نکل کر صحن میں پہنچے اور حسنینؑ' زینبؑ اور اُمِ کلثومؑ سے کہا: کچھ دیر تم انتظار کرو میں تمہاری ماں کو غسل دے دوں' پھر آ کر اپنی ماں کی زیارت کرنا۔

اسی موقع پر شہزادی زینبؑ کا وہ جملہ ہمارے سامنے آتا ہے: میں چونکہ دروازے کے سب سے قریب تھی' ایک مرتبہ میں نے سُنا کہ غسل میت دینے کے درمیان میرا بابا! چیخ چیخ کر رونے لگا۔

عزادارو!......

بعض مراحل ایسے ہوتے ہیں کہ اس کے اندر رونا نہیں آتا' غسل میت بھی ایک ایسا ہی مرحلہ ہے' غسّال غسل میت دیتے ہوئے کبھی نہیں روتا ہے مگر یہ اہل بیتؑ کا

گھرانہ ہے یہاں کے مصائب بھی ایسے ہیں کہ ایسے مصائب کہیں نہ ملیں گے۔ مولا علیؑ کے رونے کی آواز ہمیں بار بار سنائی دی۔ چاہیں تو زندان شام میں چلیے جہاں غسالہ ننھی سکینہؑ کو غسل دینے آئی اور ایک مرتبہ غسل دیتے ہوئے چیخ چیخ کر رونے لگی اور چاہیں تو آج مدینے میں چلیں۔

زینبؑ کہتی ہے: میرا بابا چیخ چیخ کر رو رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا علیؑ باہر آئے۔

کہا: آ کر ماں کی زیارت کرلو۔

باقی بیٹے بیٹیاں تو جلدی سے حجرے میں داخل ہوئے۔ زینبؑ نے بابا کے دامن کو تھاما: بابا! اتنا تو بتا دیں اماںؑ کو غسل میت دیتے وقت رو کیوں رہے تھے؟

علیؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

کہا: زینبؑ بیٹی! جب میں نے غسل کے لیے پانی ڈالتے ڈالتے کمر پر پانی ڈالا تو کوڑے کا زخم نظر آیا۔

ہائے! پچانویں (۹۵) دن بعد بھی رسول زادیؑ زخمی تھیں اور کوڑے کا زخم اب تک تھا۔

لیکن نہیں عزادارو!...... ذرا حسنؑ و حسینؑ کو دیکھو!

حسنؑ بڑا بیٹا ہے بڑا بیٹا ذرا سنجیدہ ہوتا ہے ماں کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حسینؑ چھوٹا بیٹا ہے چھوٹا بیٹا ذرا بے تکلف ہوتا ہے آگے بڑھے ماں کی میت کو دیکھا پہلے تو سلام کیا: اماںؑ! اپنے حسینؑ کا سلام لو۔

جواب نہ آیا۔

جب تین مرتبہ سلام کے بعد بھی جواب نہ آیا تو حسینؑ نے فریاد کی: اماںؑ! یہ کون سا دن آ گیا کہ تیرا حسینؑ سلام کرے اور تُو! اپنے حسینؑ کو جواب نہ دے۔

آگے بڑھ کر ہاتھوں کا پیالہ بنایا' ماں کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا' ماں کا چہرہ دیکھا' فقط ایک جملہ کہا:

واغربتاہ' واغربتاہ

ارے! آج میں غریب الوطن ہو گیا۔ ارے! آج میں اکیلا رہ گیا۔

تاریخوں میں لکھا ہے' اِدھر حسینؑ نے کہا: میں اکیلا رہ گیا' بند کفن کھلے' فاطمہؑ کے ہاتھ باہر آئے' حسینؑ کو سینے سے لگایا۔

گویا! بتا رہی ہیں: حسینؑ! تیری ماں ہر مصیبت برداشت کر سکتی ہے مگر تیری غربت برداشت نہیں کر سکتی۔

ارے! بی بی زہراؑ! آج تو پھر بھی مدینہ ہے' علیؑ جیسا امام موجود ہے' حسنؑ جیسا معصوم ہے' ہزاروں چاہنے والوں ہیں' یہاں پر آپ حسینؑ کی غربت برداشت نہ کر سکیں۔

ارے! کل آیئے' کل کربلا کا میدان ہے' عاشور کا دن ہے' سہ پہر کا وقت ہے' واقعاً حسینؑ اکیلے رہ گئے۔

ارے! وہ ذوالجناح پر ڈگمگا رہے۔ ارے! حسینؑ ذوالجناح سے گرے۔

آیئے! بی بیؑ! یہاں بڑھ کر اپنے لعلؑ کو سہارا دیجئے' یہاں حسینؑ کو اپنی گود میں لیجیے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

مجلسِ دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ (سورہ تحریم آیہ ۶)

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ

(سورہ توبہ آیہ ۱۲۸)

ابتدائے تقریر ہی میں آپ حضرات کو پہلے مبارکباد دی جائے کہ آج کی ہماری یہ محفل ہمارے زمانے کے امامؑ کے پدر بزرگوار یعنی ہمارے گیارھویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے ہے۔

جس طرح سے باقی دیگر آئمہ طاہرینؑ کے بارے میں بھی یہ روایتیں تو بہت ہی زیادہ مختلف ہیں کہ ان کی ولادت اور شہادت کی تاریخیں کیا ہیں۔ گیارھویں امامؑ کے حوالے سے بھی ہمیں کئی روایتیں ملتی ہیں لیکن تحقیق کے بعد جو روایت سب سے زیادہ مشہور ہو گئی وہ ہے ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ۔ بلکہ اس جملے میں ذرا سی تبدیلی کر دی جائے کہ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امامؑ کی ولادت کا سال ۲۳۲ھ تھا۔ اختلاف یہ ہے کہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا یا ربیع الثانی کا' لیکن جیسا کہ آپ نے سُنا کہ

تحقیق کے بعد اب بھی نظریہ ہے کہ مہینہ ربیع الثانی ہی کا تھا اور پھر یہ اختلاف ہے کہ اس مہینے کی آٹھویں تاریخ' تاریخ ولادت ہے' جو اس سال کے کیلنڈر کے حساب سے کل گزر گئی یا دسویں تاریخ' تاریخ ولادت ہے' جس کی شب تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد لگنے والی ہے یعنی آنے والے کل کا دن۔

بہر حال!......

اب یہ بات طے شدہ ہے کہ ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ کو شہر مدینہ منورہ میں ہمارے اس امام معصومؑ کی ولادت ہوئی۔

سال گزشتہ میری پہلی تقریر اسی جشن ولادت کی مناسبت سے تھی اور اس میں ایک جملہ میں نے عرض کیا تھا' اس جملے کو اس وقت پھر دُہرا کر' تا کہ صحیح معنوں میں یہ احساس ہو کہ اس جشن کی اہمیت کتنی زیادہ ہے' یہ جملہ دُہرا کر پھر میں اس محفل کے سلسلے کو آگے بڑھاؤں گا۔

وہ جملہ یہ تھا کہ اگر چہ یہ سارے کے سارے آئمہ طاہرینؑ ایک ہی نور کے ٹکڑے ہیں' یہاں اول' اوسط و آخر میں کوئی فرق نہیں اور یہ حدیث بھی ہمارے گیارھویں امامؑ ہی کی حدیث ہے جس کا پورا واقعہ بھی آپ سنیں گے لیکن پھر بھی دنیاوی اعتبار سے بھی اور فکری اعتبار سے بھی انسان والدین سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

ہمارے زمانے کے امامؑ ، ان کی والدہ ماجدہؑ کا رتبہ پچھلے سال کی اسی تقریر میں آ چکا ہے اور آج کا یہ جشن ولادت اصل میں ہمارے امام زمانہؑ کے پدر بزرگوار یا والد محترم کی ولادت کا جشن ہے اس لیے اسے اتنا ٹھنڈا' نیم دلی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔

اگر چہ مجھے اندازہ ہے کہ جملہ تقریر کے شروع میں آنے کی بجائے تقریر کے

آخر میں آتا تو شاید! زیادہ لوگوں کے کانوں تک پہنچ جاتا' شاید! میں آخری مرتبہ اس چیز کو ایک مرتبہ دُہراؤں اگلے سال کے اس جشن ولادت کے لیے مگر گیارھویں امامؑ کی شخصیت' اہمیت صرف یہ نہیں ہے کہ وہ ہمارے زمانے کے امامؑ کے والد محترم ہیں۔

اچھا!......

یہ جملہ بہت اہم جملہ ہے۔ اس وقت ہم جس امامؑ کی امامت میں زندگی گزار رہے ہیں' وہ امامت بھی (نعوذ باللہ) ایک نام کی امامت نہیں ہے بلکہ ہمارا ان سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ ایسا کہ ہماری زندگی کا دارومدار اس امامؑ ہی پر ہے لیکن ان کے حالات کی ذراسی تفصیل میں' میں چلا گیا تو آج کی پوری تقریر کا رُخ بدل جائے گا۔ ہمارے زمانہؑ کا امامؑ ہمارے لیے اس سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے جتنی اہمیت ہماری سانس کی ہے اور یہ ان کے والد ہیں لیکن خالی یہ اہمیت نہیں ہے۔

گیارھویں امامؑ کے حوالے سے میں ہر دفعہ یہ جملہ دُہراتا ہوں' شاید! پچھلے سال بھی آیا ہو لیکن ایک ہی جملہ اور وہ یہ کہ پوری غیبت کبریٰ جو زمانہ گزر رہا ہے اس میں ہمارے لیے سب سے زیادہ ہدایت کا انتظام گیارھواں امامؑ کر کے گیا ہے' بلکہ اصل جملہ یہ ہے کہ ہر امامؑ جس زمانے میں زندگی گزارتا تھا اس کی پہلی ذمہ داری یہ ہوتی تھی کہ اپنے زمانے والوں کی ضروریات کا خیال کرے لیکن ہمارے گیارھویں امامؑ کی امامت اس لیے آپ کو ذراسی مختلف نظر آئے گی کہ گیارھویں امامؑ نے اپنے پورے امامت کے دور میں اپنے زمانے والوں کے مسائل پر اتنی توجہ نہیں دی جتنی توجہ بعد والوں کے مسائل پر دی۔

اور بعد والوں سے مقصد؟......

بعد والوں سے مقصد وہ سارے مومنین جو ظہور امامؑ سے پہلے تک پیدا ہونے والے ہیں۔ دراصل ہمارے سینکڑوں مسائل بارھویں امامؑ کی امامت میں غیبت کا زمانہ ہونے کی وجہ سے جو ہمارے سینکڑوں مسائل پیدا ہو سکتے تھے ان سب کا حل ہمارا گیارھواں امامؑ دے کر گیا ہے۔ گیارھویں امامؑ کا تعلق غیبت کبریٰ کے مومنین سے زیادہ ہے اور اس جملے کی ذرا سی تشریح میں آگے چل کر کر رہا ہوں لیکن میرا اپنا ایک طریقہ کار ہوتا ہے کہ جب بھی کسی امامؑ کی ولادت پر گفتگو کی جائے تو سال بھر ہم کو موقع ہی کتنے ملتے ہیں کہ ہم اپنے آئمہ طاہرینؑ کے حالات پر غور کریں۔ میری تقریر زیادہ تر کچھ تاریخی واقعات اور کچھ معصومینؑ کے ارشادات کی روشنی میں ہوتی ہے' اس امامؑ کے ارشادات کہ جس کی ولادت یا شہادت کے لیے ہم جمع ہوتے ہیں۔

گیارھویں امامؑ کی زندگی میں ہمیں ایک بہت ہی اہم پیغام وہ ملتا ہے جس کا تعلق اگرچہ دین کے تمام واجبات سے ہے مگر خاص یہ واجب جسے تربیت اولاد کہتے ہیں اس سے ذرا زیادہ ہی گہرا تعلق ہے۔

گیارھویں امامؑ کی ایک حدیث ہے اور بہت ہی مشہور حدیث۔ امامؑ فرماتے ہیں: دیکھو! وہ رزق' وہ روزی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔

روزی دی گئی ہے' اس کا مطلب کیا ہے؟

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کوئی محنت نہ کریں' ہم کوئی کوشش نہ کریں' ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں؟

یہ آج کا موضوع نہیں ہے!......

لیکن یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ ہر آدمی کی روزی یا رزق لکھ دیا گیا ہے' کتنی ہی کوشش کرے وہ اس سے زیادہ حاصل کر نہیں سکتا لیکن فی الحال! حدیث امامؑ کے الفاظ تک ہی ہم محدود رہتے ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں: جو رزق اور روزی تمہارے لیے لکھ دی گئی ہے وہ تمہیں مل کے رہے گا' وہ تمہیں حاصل ہو کے رہے گا' وہ تم تک پہنچ کے رہے گا۔ یہ رزق تمہیں غافل نہ کر دے واجبات اور فرائض پر عمل کرنے سے۔ ایسا نہ ہو کہ تم یہ بہانہ بنا لو کہ جی! کیا کریں پیسہ کمانا بھی ضروری ہے' گھر والوں کو ضروریات زندگی یا سہولیات زندگی بھی دینا ضروری ہے۔ آج کے زمانے میں انسان جب تک اپنا وقت روزگار کے لیے نہ دے تو نہ اس کا گھر چل سکتا ہے اور نہ اس کے گھر والے مطمئن ہو سکتے ہیں' اس لیے میں اپنے واجبات میں کمی کر رہا ہوں۔ اگرچہ عقلی اعتبار سے تو یہ بات ہر ایک کے علم میں ہے لیکن سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ اس امام معصومؑ نے عقل میں پیدا ہونے والے اس خیال کو باقاعدہ حدیث کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کیا' تو گیارھویں امامؑ کی یہ حدیث۔

دیکھو! رزق جس کے لیے کوشش کرنا واجب ہے لیکن وہ لکھ دیا گیا ہے' وہ آ کر رہے گا' وہ مل کے رہے گا اس کے پیچھے اتنا زیادہ نہ لگ جانا جس کی وجہ سے تم اپنے واجب اور فرائض سے غافل ہو جاؤ۔

یہ ایک حدیث۔

اب آیئے!......

اس حدیث کی وضاحت میں پچھلے سال رزق حرام کے موضوع پر ایک حدیث آئی تھی' ایک بار پھر اسے دُہرا دوں۔ امامؑ نے فرمایا: دیکھو! یہ رزق تمہیں غافل نہ کر دے اپنے واجبات اور فرائض سے' جو تمہاری ڈیوٹی ہے' جو تمہارے لیے لازم فریضے ہیں۔

اور پھر ہمارے سامنے امام معصومؑ کی ایک حدیث آ گئی!......

پانچ قسم کی روزیاں ایسی ہیں جو انسان کو حرام رزق اور حرام روزی کی طرف لے جاتی ہیں۔ فرمایا: ایک تو یہ ہے کہ آدمی کام ہی حرام کرے' شراب کا بیچنا' گانے کی کیسٹ کی خرید و فروخت' جوئے کے ذریعے سے پیسہ کمانا اور اس طرح کے دوسرے مسائل۔

فرمایا: اس کے بعد رزق حرام کی دوسری قسم وہ کہ جس سے پیسے کو کمانے کے لیے کوئی حرام کام کرنا پڑے' کاروبار بالکل جائز ہے' کاروبار بالکل حلال ہے' نوکری صحیح ہے لیکن اس کے لیے عورت کو بے حجاب بننا پڑ رہا ہے' اس کے لیے آدمی کو جھوٹ بولنا پڑ رہا ہے' اس میں آدمی کو نامحرم عورتوں سے ہاتھ ملانا پڑ رہا ہے اور مزید تشریحات۔

فرمایا: تیسرا رزق وہ حرام ہوتا ہے جس میں کام بھی انسان حلال کر رہا ہے اور کوئی حرام کام بھی انجام نہیں دے رہا ہے مگر اس کی وجہ سے اس کو واجبات چھوڑنا پڑ رہے ہیں چنانچہ ایسی نوکری کہ پتہ چلے کہ آپ اس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ پتہ چلے کہ آپ کو یہ کہنا پڑے کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا ہوں' کوئی بھی واجبات میں کمی کرنے والا عمل اور اسی میں یہ جملہ آتا ہے جو سال گذشتہ بھی آ چکا ہے۔ اس جملے کو میں

آج کی پوری مجلس کو عنوان بنا رہا ہوں۔

تیسرا رزق یہ کہ آدمی کوشش حلال روزی کمانے کی کر رہا ہے' کام بالکل جائز کر رہا ہے' کوئی حرام کام بھی انجام نہیں دے رہا ہے مگر واجبات چھوٹ رہے ہیں' تو واجبات میں خالی نماز ہی نہیں ہے' واجبات میں خالی روزہ ہی نہیں ہے' واجبات میں تربیت اولاد بھی ہے۔ ہر وہ نوکری کا ذریعہ آدمی کا گھر والوں کو روزی فراہم کرنے کی خاطر' ہر وہ کام کاج جس کی وجہ سے تربیت اولاد کا time اس کو نہ مل پائے یہ اسی طرح سے حرام بنا دیتا ہے جس طرح آپ کسی ایسی نوکری میں لگ جائیں جس کی وجہ سے آپ یہ کہہ پائیں کہ میں نماز نہیں پڑھ پا رہا ہوں۔

دیکھیں!......

دو الگ چیزیں ہیں: ایک چیز یہ ہے کہ آپ کام کر رہے ہیں اور خود نماز نہیں پڑھ رہے ہیں' اس سے وہ رزق حرام نہیں بنے گا۔ ایک یہ کہ واقعاً آپ نے انتخاب ہی ایسے کام کا کیا جس کی وجہ سے آپ کی نمازوں میں خالی فجر ہی کی نماز متاثر کیوں نہ ہو' یہ پورے رزق کو حرام کر دیتی ہے مگر واجبات کی فہرست میں خالی نماز نہیں ہے' ساڑھے چودہ سو واجبات جن میں اہم ترین واجبات میں سے یہ تربیت اولاد بھی آ جاتی ہے۔ تو ہر وہ رزق' ہر وہ نوکری' ہر وہ job' جس کی وجہ سے اس کی زبان پر یہ جملہ آ جائے۔

جی! اس کی وجہ سے میرے پاس time نہیں ہے تربیت اولاد کا۔

وہی نماز والی بات کو آگے بڑھا کر پھر تقریر کو آگے بڑھاؤں!......

ایک تو یہ ہے کہ آپ کے پاس time ہے لیکن آپ کہیں کہ میں تربیت اولاد نہیں کرنا چاہتا ہوں اس صورت میں آپ کا گناہ تربیت اولاد کا گناہ ہے' روزی حرام

نہیں بن رہی اور ایک یہ کہ جس کو اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید! اس پر ہمارا تربیتِ اولاد کا فریضہ معاف ہو جائے اور یہ کہہ دیں۔

دل تو چاہتا ہے اولاد کی تربیت کرنے کا مگر time نہیں مل پا رہا اس لیے کہ کام ایسا ہم نے چن لیا ہے۔ اس کی وجہ سے خالی تربیتِ اولاد ہی کا گناہ نہیں مل رہا بلکہ رزق بھی حرام بن رہا ہے۔ اس لیے کہ ہر وہ روزی کمانے کا ذریعہ جو واجبات کے راستے میں رکاوٹ بنے وہ انسان کی ساری روزی کو حرام بنا دیتا ہے اور گیارھویں امامؑ جن کے جشن کو منانے کے لیے آپ یہاں جمع ہوئے ہیں وہ بار بار پیغام دے رہے ہیں:

"خبردار! وہ رزق جو اللہ نے لکھ کے رکھا ہے وہ تمہیں مل کر رہے گا اس کی وجہ سے تم اپنے فرائض سے غافل نہ ہونا۔"

تربیتِ اولاد فرائضِ اسلامی میں سے ایک اتنا اہم فریضہ ہے اس کے حوالے سے کوئی بہانہ نہیں چل پاتا اور جیسا کہ پچھلی تقریر کا عنوان یہ تھا کہ تربیتِ اولاد ہی وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کا اسلامی ملک سے نکل کر غیر اسلامی ملک میں رہنے کا فیصلہ ہوتا ہے کہ کیا آپ کا فیصلہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

وہ بات وہاں ہو رہی تھی غیر مسلم ممالک میں رہنے کے حوالے سے آج بات ہو رہی ہے رزق کے حوالے سے۔ مگر موضوع کو ذرا آگے بڑھانا ہے ایک بات اور واضح کر دی جائے وہ یہ کہ انسان اس مسئلے کو بہت زیادہ بھی اپنے آپ پر مسلط نہ کرے بہت زیادہ بھی اس کی وجہ سے پریشان نہ ہو جائے۔

یہ واجبات ہیں لیکن ایسے واجبات ہیں کہ جنہیں اطمینان کے ساتھ اور آرام کے ساتھ سرانجام دینا ہے۔ میں اس کی ایک مثال اس لیے دے رہا ہوں کہ انشاء اللہ یہ

والی مثال یہ موضوع سے جڑتی ہے وہ اس سال کئی اشاروں میں آئے گا بلکہ پورا سال تو نہیں تقریباً اس وقت تک جب تک اس کا time باقی ہے۔

حج کی مثال!......

حج ایک ایسا فریضہ ہے کہ جو لوگ حج پر نہیں گئے ہوتے خالی سُنا سُنایا ان کے سامنے ایک تصور ہوتا ہے۔ حج تو کرنا ہے لیکن بہت پریشان ہوتے ہیں' بہت گھبرا جاتے ہیں۔ اس پریشانی اور اس گھبراہٹ کی وجہ سے جو غلطیاں نہیں بھی کرنا چاہئیں وہ بھی ان سے ہو جاتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اس آدمی سے پوچھ لیجئے' جو ایک حج کر چکا ہے۔ ایک حج کے بعد بندہ اتنا متاثر ہو جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حج ایک بہت اہم واجب ہے لیکن ہے تو بہت آرام والا واجب' جسے بغیر پریشانی میں جاتے ہوئے بھی انجام دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سے تربیت اولاد کا فریضہ ہے' جس کو لوگ بہت مشکل فریضہ سمجھ رہے ہیں۔

سنی سنائی بات ایک اپنی جگہ ہے لیکن یہ ایک اتنا مشکل فریضہ نہیں ہے۔

خاص طور پر ایک جملہ یاد رکھیے گا!......

اگرچہ یہ جملہ حدیثوں میں بھی آیا مگر حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید روح اللہ الموسوی الخمینی رضوان اللہ علیہ نے یہ جملہ اتنا زیادہ اپنی تقریروں میں دُہرایا اور وہ یہ کہ ہم اور آپ اپنا فریضہ انجام دینے کے مکلّف ہیں یعنی ہماری ڈیوٹی یہ ہے کہ ہمیں جو فریضہ دیا گیا وہ ہم انجام دیں' اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے!......

اصلی جملہ یہ تھا کہ ہم اور آپ فرائض ادا کرنے کے مکلّف ہیں' نتیجے کے مکلّف

ہم نہیں ہیں۔ نتیجہ نکالنا یا نہ نکالنا وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا جو فریضہ ہے وہ ہم انجام دیں گے پھر اس کا رزلٹ صحیح نکلے یا اس کا رزلٹ غلط نکلے اس کی کوئی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے۔

تربیت اولاد ایک ایسا ہی فریضہ ہے کہ چونکہ انسانی فطرت صرف ایک مشینری نہیں ہے کہ آپ مشین کا ایک بٹن دبائیں گے تو وہی کام کر کے دکھائے گی۔

نہیں!......

انسانی فطرت ایک ایسی فطرت ہے کہ کبھی ہمارے سامنے یزید کی مثال آتی ہے کہ اس کا بیٹا اتنا اچھا بن جاتا ہے اور کبھی ہمارے سامنے حضرت نوحؑ کی مثال آتی ہے کہ ان کا اپنا بیٹا اتنا بُرا بن جاتا ہے۔

خالی! مثال سامنے رکھ کر ذرا سا پریشان بھی نہیں ہونا اور اپنی ذمہ داری کہہ کر بھاگنا بھی نہیں۔ ارے! کیا رکھا ہے جب نوحؑ کا بیٹا بگڑ گیا تو اب کون یہ سمجھے کہ میں اپنے بیٹے کو صحیح کرلوں۔

بھاگنا بھی نہیں اور اتنا زیادہ پریشان بھی نہیں ہونا کہ ہم تو ساری کوششیں کر رہے ہیں اس کے باوجود ہمارے بچے بگڑتے نظر آ رہے ہیں۔ فلاں آدمی ہے اس نے تو کوئی توجہ ہی نہیں دی' اس کے بچے تو خود بخود اچھے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

انسانی فطرت مشین سے نکلا ہوا ایک پُرزہ نہیں ہے کہ ایک مشین سے بننے والی ساری چیزیں یکساں ہوں گی۔ یہاں سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ایک ہی آدمی کی اکثر اولادیں مختلف ہو جاتی ہیں' لیکن چونکہ آج کا ماحول ایسا ماحول ہے کہ واقعتا ہم نے ایسی مثالیں دیکھی ہیں کہ جن والدین نے اپنی اولاد کو بہت time دیا اور

بہت زیادہ ان کی تربیت کی کوشش کی' پھر بھی ان کی اولاد ویسی نہ بن سکی بلکہ شاید! بگڑ بھی گئیں اور سامنے مثالیں آ گئیں کہ شرابی باپ' بے حجاب ماں' دین کو انتہائی حقارت سے دیکھنے والے والدین لیکن اولاد ان کی اچھی نکل گئی۔ تو اس پر ہمیں کوئی نگاہ ہی نہیں ڈالنا ہے کہ باہر کیا ہو رہا ہے' ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ اللہ نے ہم پر کیا ذمہ داری عائد کی؟ کیا ہماری ڈیوٹی ہے؟ اسے ادا کرنا ہے' نتیجہ جو بھی نکلے۔

ویسے بھی یہ جو نتیجے اتنا الگ الگ نکلتے ہیں اس کے اندر کسی اور چیز کا بھی دخل ہے جو انشاء اللہ ہماری تقاریر میں آگے چل کر آتا رہے گا لیکن شروع سے ہی یہ بات واضح کر دی جائے کہ پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔ ایک واجبات کا فریضہ ہے اس کو انجام دینا ہے اس کے بعد کیا ہو رہا ہے اس کی جانب ذہن کو لے کر نہ جائیں گے' کیونکہ یہاں پر گیارھویں امامؑ کی دوسری حدیث بھی ہمارے سامنے آ رہی ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں: "انسان کا سب سے بڑا گناہ یہ کہ وہ یہ کہہ دے کہ اللہ میرے فلاں گناہ کی مجھے سزا نہ دے باقی مجھے کوئی پرواہ نہیں"۔

سنو! کبھی کبھار بندہ مومن کے دل میں بھی ایسا شرک آ جاتا ہے جیسے چیونٹی چل رہی ہوتی ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں: "بندۂ مومن کے دل میں شرک اس طرح سے داخل ہو جاتا ہے جیسے چیونٹی چلتی ہے"۔

یہ حدیث' مثلاً پنجتن پاکؑ لائبریری میں آپ جائیے اور وہاں جو نئی کتابیں آئی ہیں ان میں جو ایک نئی کتاب رکھی ہوگی "گفتار دل نشین" چہاردہ معصومینؑ کی حدیثیں گیارھویں امامؑ کے باب میں آپ کو یہ حدیث ملے گی۔

خیر!......

خلاصہ یہ ہے کہ شرک اور شرک مومن کے دل میں کیسے آ جائے؟

یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

گیارھویں امامؑ نے یہ کیا فرمایا؟

پھر میں اپنی تقریر کا شروع کا جملہ دُہرا دوں!......

گیارھویں امامؑ کی احادیث میں' گیارھویں امامؑ کی جو سیرت ہے وہ اپنے زمانے والوں کے لیے کم ہے' بعد والے زمانے والوں کے لیے زیادہ ہے۔ یہ حدیث بھی وہ ہے کہ جس کا تعلق بعد والے زمانے والوں کے لیے زیادہ ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مومن کے دل میں شرک کہاں سے داخل ہوا؟

غالباً پہلی ہی شبِ جمعہ میں نے یہ حدیث پڑھی تھی' یہ گیارھویں امامؑ کی حدیث ہے اور وہ رسولؐ اللہ کی حدیث ہے۔ جب یہ کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرے بعد تم مشرک نہ ہو جاؤ۔

پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم کیا شرک کریں گے؟ بتوں کے آگے جھکیں گے؟

کہا: نہیں! ریاکاری۔

ایسا نہ ہو کہ اخلاص' جسے ہم نماز میں کہتے ہیں: قُرْبَةً اِلَى اللّٰهِ

قُرْبَةً اِلَى اللّٰهِ کے کیا معنی؟......

اُردو والا لفظ نہیں ہے کہ اللہ کے قریب ہونے کے لیے' اس کا مطلب ہے اخلاص۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں: میں ڈرتا ہوں کہ عبادتیں کرو گے مگر اس میں ریاکاری آ

جائے گی، دنیا کو دکھانے کے لیے کرو گے اللہ کو دکھانے کے لیے نہیں کرو گے۔

یہی گیارھویں امامؑ کی حدیث ہے: ''شرک سے ڈرتا ہوں''۔

شرک؟......

''یعنی جو کام انسان کو اللہ کے لیے کرنا چاہیے وہ لوگوں کے لیے کرے۔''

تربیت اولاد میں یہ مسئلہ زیادہ بڑا ہو سکتا ہے کہ اگر ہم اپنی اولاد کی تربیت اس لیے کر رہے ہیں کہ دوسروں کے سامنے ہماری ناک نہ کٹنے پائے۔

دیکھیے!......

اگر اس خیال سے آدمی تربیت کر رہا ہے تو جو کام ریاکاری کے لیے کیا جائے، جو کام دنیا کو دکھانے کے لیے کیا جائے، جو کام دوسروں کے لیے کیا جائے، شروع ہی سے یہ بات طے ہے کہ اس کا کوئی رزلٹ نہیں نکلے گا۔

قرآن نے اس کے لیے مثال بھی دی کہ اس کی مثال سمندر کی جھاگ جیسی ہے کہ پانی کو دیکھیں تو اتنا جھاگ نظر آتا ہے لیکن اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

تربیت اولاد میں اہم ترین حصّہ قرار دیا جاتا ہے ماں کا، یہ اسلام کا نظریہ ہے، سب سے زیادہ اثرات جس کے پڑتے ہیں وہ ماں کے پڑتے ہیں اور اس لیے روایتوں میں ہے اپنی اولاد کے لیے انتخاب کرو ایسی عورت کا جو تمہاری اولاد کے لیے بہترین ثابت ہو۔

لفظ اولاد قیامت تک آنے والی نسل کا نام ہوتا ہے۔ روایتوں میں شریک حیات کا اہم ترین مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ اولاد ہماری صحیح ثابت ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں معصومینؑ کے حالات آتے ہیں وہاں پر بہت مختصر ہی سہی

ان کی ماؤں کا تذکرہ خاص اہمیت کے ساتھ آتا ہے تاکہ ایک حوالے پر پیغام واضح ہو جائے۔ ایک طرف حجاب کا مسئلہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ معصومینؑ کے گھر کی ان خواتین کے حالات پر پردہ ڈالا گیا جن حالات کا کوئی بلاواسطہ ہم سے تعلق نہیں ہے۔

وہ کہاں پیدا ہوئیں؟ انہوں نے کہاں وفات پائی؟ ان کی قبریں کہاں ہیں؟

آئمہ طاہرینؑ میں سے اکثر کی ماؤں کے یہ حالات آپ کو نہیں ملیں گے لیکن وہ جملے کہیں کہیں دہرائے لائے گئے جو یہ بتا رہے ہیں کہ ایسی اولاد ملنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کی ماں ایسی تھی' خاص طور پر مثلاً گیارھویں امامؑ کے بارے میں جملہ آتا ہے کہ جس امام معصومؑ کی ولادت کا دن' کل کا دن اور جس رات کو امامؑ اس دنیا میں آئے وہ رات جو دو گھنٹے کے بعد شروع ہونے والی ہے۔

یہ امام معصومؑ بیٹے یقیناً دسویں امامؑ کے ہیں لیکن اس دنیا میں آنا ماں کے شکم کے ذریعے ہوتا ہے۔

ان کی والدہ کا نام؟......

تین نام روایتوں میں آئے ہیں' تینوں اپنی جگہ صحیح ہوں گے۔ اس لیے کہ آئمہ طاہرینؑ میں سے اکثر کی مائیں دنیا کے مختلف علاقوں سے آئی تھیں۔ ہر ایک کا نام اپنے علاقے میں تھا' دوسرا نام اس خاندان میں آنے کے بعد دیا گیا اور کبھی تیسرا نام اس لیے ہوتا ہے کہ جو آدمی امامؑ کی ماں کو یہاں تک لانے کا سبب بنا اس نے بھی کوئی نام بیچ میں رکھا ہوتا ہے لیکن آخری نام جو امامؑ کے گھر میں آ کر ملا ہے وہی نام زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

دسویں امامؑ کی زوجہ اور گیارھویں امامؑ کی والدہ جن کے بطن سے آج کی

رات ہمارا گیارھواں امامؑ اس دنیا میں آیا اور وہ گیارھواں امامؑ جس کی ولادت کے سلسلے کو روکنے کے لیے دشمنانِ اہل بیتؑ اور خلفائے بنی عباس نے وہ کوششیں کیں کہ ہمارے علما نے یہ جملہ لکھ دیا کہ ایسا لگ رہا ہے جیسے فرعون موسیٰؑ کی ولادت کا انتظام کر رہا ہے۔

وہ ماں، وہ خاتون جس کے ذریعے سے پروردگار نے اس انداز سے گیارھویں امامؑ کو اس دنیا میں بھیجا، ان کا نام ہے "حُدیثہؑ" اور باقی دو نامؑ جناب "سُلیلؑ" خاتون اور جناب سوسنؑ خاتون۔ یہ نام بھی انہیں کے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ اس گھر میں آنے کے پہلے کے ہیں اور حُدیثہؑ خاتون کے حوالے سے ان کے اس گھر میں آنے سے پہلے ہی ہمارے پاس یہ روایت آ گئی کہ امامؑ فرماتے ہیں:

هِيَ مِنَ الْعَارِفَاتِ الصَّالِحَاتِ

اب تعارف ہو رہا ہے، جن چیزوں کو بیان کیا جا رہا ہے یہ خود ہمارے لیے ایک message ہے کہ جب تم اپنی اولاد کی تربیت کرو تو کن چیزوں کو اپنے ذہن میں رکھنا؟

فرمایا:

هِيَ مِنَ الْعَارِفَاتِ الصَّالِحَاتِ

"یہ وہ خاتون ہیں جنہیں اللہ نے معرفت رکھنے والوں میں شمار کیا۔"

معرفت!......

جس کا تعلق اُصولِ دین، عقیدہ یا فقہ سے ہے:

وَالصَّالِحَاتِ

"جس کا تعلق فروع دین، عمل یا انسان کے کردار سے ہے۔"

کہا: یہ وہ خاتون کہ جن کے پاس اللہ اور اس کے دین کی معرفت بھی ہے اور صاف صاف عمل کے اعتبار سے بھی نیک ہے۔

اگرچہ اتنا ہر پڑھا لکھا مومن جانتا ہے لیکن پھر تقریر مکمل ہو جائے اس لیے کہہ دیا جائے۔

خالی! نیک عمل ہو لیکن اگر عقیدہ صحیح نہیں ہے تو عمل بیکار اور خالی! معرفت دین اور معرفت پروردگار ہے اور عمل صحیح نہیں، تب بیکار تو نہیں ہے لیکن پھر بھی انسان گنہگار قرار پا رہا ہے۔

فرماتے ہیں:

هِيَ مِنَ الْعَارِفَاتِ الصَّالِحَاتِ

اور پھر دسویں امامؑ اپنی شریک حیات کے بارے میں وہ جملہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جوان کو مخاطب کر کے بھی کہا:

مَسْلُوبَةٌ عَنِ الْاَرْجَاسِ وَالْاَنْجَاسِ

"اے سُلیلؑ! اے حُدیثہؑ! اللہ نے تمھیں ہر رجس سے پاک و پاکیزہ بنایا ہے۔ اللہ تجھے وہ بیٹا عطا کرے گا جو پوری زمین کا خلیفہ اور جانشین بنایا جائے گا۔ جس کے ذریعے سے اللہ کا دین اس کی ساری دنیا میں پھیلے گا۔"

اگرچہ یہ پوتے کی بات ہے مگر دادی سے کہا جا رہا ہے۔

کیوں؟......

اس لیے کہ بنو عباس کے حکمرانوں کی ساری کوشش اس چیز پر تھی کہ گیارھویں امامؑ اس دنیا میں نہ آنے پائیں کیوں وہ فہرست بنا کر بیٹھے تھے کہ بارھویںؑ کے آنے میں اب کتنا وقت رہ گیا ہے اور وہ حدیث ہر ایک کو معلوم تھی کہ بارھواں امامؑ کس طرح سے ظالموں کا خاتمہ کرے گا۔

اتنی زیادہ کوششیں کی گئیں گیارھویں امامؑ کی ولادت کو روکنے کے لیے کہ ہمارے علما نے تاریخ کا خلاصہ اس ایک جملے میں نکال دیا کہ بالکل ایسا لگ رہا ہے کہ فرعون موسیٰؑ کی ولادت کو روکنے کی کوشش کر رہا ہے' ستر (۷۰) ہزار بچے اس نے فقط اس لیے قتل کرا دیے کہ کہیں موسیٰؑ اس دنیا میں نہ آنے پائے اور یہ ایسا مسئلہ تھا کہ واقعاً ہمارے دسویں امامؑ نے ساری زندگی چھپا کر رکھا کہ میرا یہ بیٹا بھی۔ گیارھویں امامؑ کو شروع سے چھپا کر رکھا گیا۔

البتہ! چند مومنین کو اس لیے بتایا گیا کہ بعد میں یہ شور نہ ہو جائے کہ جی! گیارھویں امامؑ تو پیدا ہی نہیں ہوئے۔ لیکن اتنا زیادہ چھپا کر رکھا گیا کہ دسویں امامؑ کے قریبی صحابی وہ تک کہتے ہیں کہ سید محمد کی وفات کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ دسویں امامؑ کا کوئی اور بیٹا بھی ہے۔

مولاؑ کبھی آپ کو کربلا معلیٰ اور سامرہ لے جائے تو کربلا اور سامرہ کے درمیان سید محمد کی زیارت کی جاتی ہے۔ جہاں کا خاص عمل یہ ہے وہاں بکرے ذبح کیے جاتے ہیں منت والے۔

انہیں سامنے رکھ کر گیارھویں امامؑ کو چھپایا گیا۔

بہر حال!......

گیارھویں امامؑ کی والدۂ محترمہ کا خصوصی تعارف کرایا جا رہا ہے لیکن وہ والا تعارف نہیں جو ہم چاہتے ہیں' ہمارا دل چاہتا ہے کہ پتہ چلے' ان کا خاندان کیا تھا؟ کس علاقے میں پیدا ہوئیں؟ تاریخ ولادت کیا تھی؟ کب اس دنیا سے گئیں؟ بعد میں انہیں کہاں دفن کیا گیا؟ سب کچھ چھپا لیا گیا۔

کہا: اس سے تمہارا کیا تعلق؟

یہ خصوصاً عورت ہونے کے لحاظ سے انتہائی پرسنل باتیں ہیں' تمہارا کام تو یہ ہے کہ دسویں امامؑ نے اپنی اولاد کے لیے کس گھرانے کا انتخاب کیا اور گیارھواں وارث رسولؐ خدا کا اللہ نے کس عورت کے ذریعے دیا۔ یہ دیکھو کہ یہ خاتون وہ خاتون ہیں جو معرفت رکھتی ہیں' یہ خاتون وہ خاتون ہیں جن کا عمل کتنا نیک ہے۔ یہ معصومہ نہیں' ان کا رتبہ زینبؑ و کلثومؑ جیسا نہیں لیکن ہر رجس اور ہر نجاست سے اللہ نے دور کیا۔ جب یہ ساری چیزیں بتا دیں تو تب کہا:

یَهَبُ اللّٰهُ لَكِ وَلَدًا

''اللہ تمہیں وہ بیٹا دے گا جو ساری دنیا پر حکومت کرے گا۔''

کب؟......

جب ماں کے پاس معرفت ہو یعنی اس کا عقیدہ صحیح ہو۔ جب ماں صالح ہو یعنی اس کا عمل صحیح ہو۔ جب ماں ہر رجس اور ہر نجاست سے دور ہو۔

خالی! لفظ ''بہ نجس'' نہیں آیا۔

یاد رکھیے!......

آیہ تطہیر میں لفظ "رِجس" فقط اور فقط چہاردہ معصومینؑ کے لیے ہے۔ یہ اس سے مختلف رجس ہے۔

ایک مختصر سی حدیث گیارھویں امامؑ کی اور سن لیجیے!......

ایک لفظ آیا کہ جہاں دسویں امامؑ نے اپنی زوجہ کا تعارف کرایا اور جہاں آئمہ طاہرینؑ نے جناب خدیجہؑ خاتون کے فضائل بتائے، سب سے پہلی صفت یہ بتائی:

هِيَ مِنَ الْعَارِفَاتِ

"یہ صاحب معرفت ہیں۔"

گیارھویں امامؑ اپنی زندگی میں یہ فرما گئے اور گیارھویں امامؑ جس دور میں زندگی گزار رہے اس سے زیادہ آنے والے زمانے کا خیال کر رہے ہیں۔

فرمایا: عنقریب زمانہ ہمارے شیعوں پر آنے والا ہے جب سنت خدا اور سنت رسولؐ ان کے یہاں بدعت بن جائے گی اور بدعت ان کا دین بن جائے گی۔

دو لفظ ایسے ہیں کہ بعض دشمنانِ اہل بیتؑ نے ان کو اتنا زیادہ استعمال کر لیا کہ "شیر آیا، شیر آیا" والی مثال بن گئی۔ جب حقیقت میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو ہم اس لیے توجہ نہیں دیتے ہیں، ہمیں پتہ ہے کہ یہ دو لفظ دشمنانِ اہل بیتؑ نے خاص تشیع کی مخالفت میں ایجاد کیے ہیں، ایک لفظ "شرک"۔ یہ اس صدی کا فتنہ ہے، ہر کام شرک، ہر عمل شرک۔ یا علیؑ کہنا شرک، یا رسول اللہؐ شرک، معصومینؑ کو وسیلہ قرار دینا شرک، ہر چیز شرک، جس کی وجہ سے لفظ شرک جو خود اپنی جگہ ایک بہت اہم لفظ ہے، پورے اسلام کی بنیاد "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پر ہے۔ پورے قرآن میں ایک جگہ کہا: یہ جو شرک کا گناہ ہے

یہ کسی حالت میں معاف نہیں، باقی ہر بڑے سے بڑے گنہگار کو امید رحمت دلائیں۔

مگر! اتنا زیادہ استعمال ہو گیا اور اتنا غلط استعمال ہو گیا کہ ایک قسم کی الرجی پیدا ہو گئی اس لفظ سے اور ہم یہ سمجھنے لگے کہ جہاں یہ لفظ شرک استعمال ہو رہا ہوگا وہ یقیناً ہمارا کوئی صحیح عقیدہ ہوگا، وہی ''شیر آیا، شیر آیا'' جب اصلی شیر آ بھی گیا تو کوئی نہیں آیا۔

دوسرا لفظ ہے لفظ بدعت، بدعت واقعاً اسلام کا ایک اہم مسئلہ ہے۔

پوچھا: اللہ کے رسولؐ! مجھے شادی کرنا ہے کس عورت سے شادی کروں؟

چار یا پانچ باتیں بتائیں جس میں کہا کہ وہ بدخلق نہ ہو۔

لیکن یہ لفظ بدعت دشمنانِ اہل بیتؑ نے اتنا زیادہ ہمارے صحیح عمل کے لیے استعمال کیا، مجلس بدعت، ماتم بدعت، جلوس بدعت، تعزیہ بدعت، علم بدعت، تابوت بدعت، ہر عمل بدعت کہ اب اس لفظ سے بھی نا صرف ہم الرجک ہو گئے بلکہ یہ سمجھنے لگے کہ یہ لفظ استعمال ہی وہاں پر ہوتا ہے جہاں صحیح عقیدے کو ختم کرنا ہو، لیکن ایسا نہیں ہے شرک خود اپنی جگہ، اسلام کا ایک عقیدہ ہے غلط لوگوں نے غلط معنوں میں استعمال کیا، اس لیے لفظ تو نہیں بدلے گا، بدعت خود ہماری شریعت کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے۔ جس طرح شرک عقیدے میں آتا ہے اس طرح بدعت عمل میں آتا ہے۔

گیارھواں امام کہہ رہا ہے: ''ہمارے شیعوں کے دل میں بھی شرک اس طرح سے آ جائے گا جیسے چیونٹی چل رہی ہو''۔

خیر!......

یہ حدیث: عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ سنت دین بدعت قرار پائے گی اور بدعت جو ہے وہ دین بن جائے گی۔

اس میں سے بہت سی چیزیں آج ہمیں اپنی آنکھیں سے نظر آ رہی ہیں حتیٰ کہ ابھی تک بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ لفظ سلام اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ آپ نے سلام کیا کیا' آپ کو تو آداب وتسلیمات کہنا چاہیے تھا' یعنی سلام جو اسلام کی بہت اہم سنت اور اس کے اندر اتنے سارے اہم پیغام' وہ اتنا اجنبی بن کے رہ گیا ہے کہ سلام سے بھی لوگوں کو تعجب ہوتا ہے۔ جو دین کے اہم اہم مسئلے ہیں وہ بدعت بن کے رہ گئے ہیں۔ اس سے معاشرے کو تعجب ہوتا ہے اور بدعات ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ اتنا اہم فریضہ بن جاتا ہے کہ اگر شادی میں نکاح نہ پڑھا جائے تو لوگ برداشت کرلیں گے' ناچ وغیرہ کی تقریب نہ ہو تو لوگ برداشت نہ کریں گے۔

تو بہرحال!......

فرمایا:

هِيَ مِنَ الْعَارِفَاتِ

یاد رکھو! تربیتِ اولاد ماں سے شروع ہوتی ہے اور ماں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پاس دین کی صحیح معرفت ہونی چاہیے۔ دو چیزیں معرفتِ دین میں رکاوٹ بنتی ہیں: ایک شرک اور ایک بدعت۔ کوئی شک نہیں ہے کہ دشمنانِ اہل بیتؑ نے اس لفظ کو غلط استعمال کیا مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ آج بھی ہمارے ہاں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو حقیقت میں بدعت ہیں اور انشاء اللہ! بعد میں بھی تفصیل آئے گی جو آج کا اہم ترین مسئلہ ہے وہ اب شروع ہو رہا ہے۔

تربیتِ اولاد!......

تربیتِ اولاد کا سلسلہ ماں سے شروع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گیارھویں

امامؑ کی مادر گرامی جناب خدیجہؑ خاتون ان باقی سارے personal حالات کو چھپا کر وہ چیزیں ہمارے سامنے پیش کی گئیں جو تربیت اولاد کے لیے ایک گائیڈ لائن بنتی ہیں۔

ماں کیسی ہونی چاہیے؟......

آدمی کو شادی کے موقع پر کیسی عورت کا انتخاب پہلے کرنا چاہیے؟

هِيَ مِنَ الْعَارِفَاتِ الصَّالِحَاتِ مَسْلُوبَةٌ عَنِ الْأَرْجَاسِ وَالْأَنْجَاسِ

جب یہ ساری شرائط پوری ہوں گی:

يَهَبَ اللّٰهُ لَكِ وَلَدًا

تب یہ بشارت ملتی ہے۔

گیارھویں امامؑ کی ہی ماں کو نہیں بلکہ ہمارے اور آپ کے معاشرے کی ماں کو بھی' خدا ایک ایسی اولاد عطا کرے گا جو ہر خرابی سے پاک ہوگی بشرطیکہ ماں نے یہ چیزیں انجام دیں ہوں۔

ماں کیسی ہونی چاہیے؟......

بہت ساری چیزیں اس میں آتی ہیں مگر ایک بہت اہم مسئلہ اور اس مسئلے کو اس لیے سنیے کہ یہ قرآن کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ہمیں نے آئمہ طاہرینؑ کے لیے بتایا' بلکہ یہ جملہ توہین آمیز ہوگیا کہ یہ طریقہ قرآن نے ہی شروع کیا۔

حضرت موسیٰؑ ،کوئی تفصیلی حالات نہیں بتائے کہ کیا ضرورت ہے' تم تاریخ کی

بات سنو کہ to the point ہے book تھوڑی پڑھ رہے ہو جس کا امتحان تمہیں دینا ہے
ان کی سیرت میں ہمارے لیے پیغام کیا ہے۔

اس سے پہلے بھی میں نے یہ جملہ استعمال کیا کہ ایک حضرت یوسفؑ کی story کو چھوڑ کر جو قرآن نے پوری کی پوری ایک جگہ پر جمع کی وہ بھی ایک challenging مسئلہ تھا کہ جب کفار مکہ نے کہا تھا: اگر سچے رسول ہو تو اس سوال کا جواب دینا پڑے گا۔ باقی جتنے بھی انبیاؑ کے حالات آئے وہاں قرآن to the point بات کرتا ہے بلکہ اکثر جگہوں پر تو نام بھی نہیں لاتا' بلکہ واقعات بیان کرتا ہے اور وہ واقعات جن میں ہمارے لیے کوئی سبق ہے۔

اس point کو ذہن میں رکھیے!......

ان سارے پیغامات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مومنین! آپ کے پاس ابھی time ہے۔ آپ کے ہاتھ سے ابھی آپ کی نسل نہیں نکلی' آپ کو اس چیز پر ابھی توجہ دینا ہے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پتہ چلے کہ: اتنی عبادتیں کر کے آدمی نے جتنا کمایا اولاد کے گناہوں کے حوالے سے وہ سب اس نے کھو دیا ہو۔

انسان کسی کو اگر گناہ کا راستہ بتاتا ہے یا سکھاتا ہے تو جتنا اس نے خود گناہ کیا ہے اس کے علاوہ وہ گناہ بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیے جاتے ہیں۔

اب اس حوالے سے ایک آخری بات اور سُن لیجیے جو تربیت اولاد کے حوالے سے ہے۔ ہندوستان ہو' پاکستان ہو' ایران ہو کہ عراق' یہاں جو اسلامی ممالک ہیں اس میں آج کل دین کو بچانے کے لیے ہمیں کلچر کو بھی بچانا ہے۔ یہ کلچر اتنا زیادہ اسلامی ہو گیا کہ اگر آپ خالی! اپنے کلچر کو بچائیں گے تو آدھا اسلام بچ سکتا ہے۔

اب یہ آخری بات سنیے!......

یہ آخری بات گیارھویں امامؑ کی زندگی کے ایک اہم ترین messages میں سے ایک ہے۔

تو یہ ساری باتیں جو آپ نے سنیں خصوصاً آخری نکتہ کہ اپنے کلچر کو بچائیں' یہ تربیت اولاد کا حصّہ ہے۔ اس لیے گیارھویں امامؑ کی زندگی میں ہمیں سب سے زیادہ جو امامؑ کا نمایاں کام نظر آ رہا ہے وہ ہے معاشرے کو حلال اور حرام کے احکام سے آگاہ کرنا۔ اس معاشرے کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو آنے والے تھے یعنی آج کے زمانے کے لوگ' آج کے سو سال بعد کے لوگ' یہی وجہ ہے کہ گیارھویںؑ کو ساری زندگی ظالم حکمرانوں نے قید میں رکھا' صرف ان کو ایک ہفتے کے لیے فری کیا گیا' جب وہ ایک عیسائی راہب نے فراڈ کیا تھا اس زمانے کے حکمران کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا تو گیارھویں کو بلانا پڑا۔ مگر اس ایک ہفتے کے علاوہ میرا امامؑ ساری زندگی قید میں رہا ہے۔

ساری زندگی سے مراد؟......

جو امامت کا عرصہ ہے۔

ایک جملہ آپ نے مجلس کے شروع میں سنا کہ گیارھویں امامؑ کو ان کی ولادت سے لے کر ان کے بڑے بھائی سید محمد کی وفات تک اس طرح چھپایا گیا تھا کہ عام شیعوں کو تو پتہ بھی نہیں تھا کہ دسویں امامؑ کا کوئی اور بیٹا بھی ہے۔ جب بڑے بیٹے کا انتقال ہوا اسی سال گیارھویں امامؑ کو سامنے لایا اور اسی سال دسویں امامؑ کی بھی شہادت ہو گئی تو گیارھویں امامؑ کی زندگی جو عوام کے سامنے تھی وہ بڑی مختصر تھی سات سال'

سات سال میں سے میرا امامؑ چھ سال تو جیل میں رہا اور جیل بھی کیا؟ کوئی proper جیل نہیں تھی۔ جیسے آج کل دنیا بھر کی جتنی بھی امریکن ایمبیسی (embassy) میں ایران والے واقعہ کے بعد سے ہر embassy کے اندر انتظام کیا جاتا ہے کہ اگر اچانک حملہ ہو جائے تو بچنے کا کوئی طریقہ ہو چنانچہ انڈر گراؤنڈ راستے بنائے جاتے ہیں جو عام طور پر کسی helipad پر نکلتے ہیں یا کسی دریا پر نکلتے ہیں۔ لیکن یہ آج کی بات نہیں ہے بلکہ تیرا سو سال پہلے عباسی حکمران جب اسٹیٹ پر آ گئے تھے جو انڈیا میں مغل ایمپائر کا اسٹیٹ تھا' تو بھائی بھائی سے لڑ رہا تھا' باپ بیٹے کو قتل کرا رہا تھا' تخت کی خاطر' اقتدار کی خاطر خاندان میں جب تلوار چلنے لگی تو ہر بادشاہ اپنے بیڈ روم کے اندر اپنے بیڈ کے نیچے ایک سرنگ سی بناتا تھا اور چونکہ اس زمانے میں بجلی کا پیر یا ہوائی جہاز کا تصور نہیں تھا' تو پھر یہ جا کر نکلتی تھی کسی جھیل پر اور وہاں پر ایک کشتی ہوتی تھی تاکہ اگر اچانک حملہ ہو جائے' باہر کے حملے کو تو پھر بھی آدمی روک سکتا ہے لیکن اگر بیٹا حملہ کر دے۔ اور ہوا بھی' متوکل عباسی کے اپنے بیٹے نے باپ کو مارا تھا اور یہ وہی زمانہ گیارھویں امامؑ کا۔

تو وہ جو سرنگ بنائی گئی تھی جو بادشاہ کے بیڈ روم کے نیچے ہے وہاں سے لے کر کسی دریا تک یا کسی جھیل تک جاتی ہے' جو کسی بہت ہی شاندار طریقے سے نہیں بنائی جاتی بس! ایک آدمی بڑی مشکل سے گزر سکے۔ وہاں پر میرا گیارھواں امامؑ زندگی کے آخری سالوں میں قید رکھا گیا لیکن وہیں سے message بھجوایا' عام شیعوں کو نہیں بلکہ اس وقت کے جتنے علما تھے۔

کہا: آ جاؤ ہمارے پاس۔

تو یہ لوگ کسی نہ کسی طرح آئے۔ اب جو بادشاہ کے بیڈ کے نیچے جو تہہ خانہ ہے وہاں پر سیکورٹی کے انتظامات کتنے زیادہ ہوں گے' آنے والوں کو شاباش دیجیے جو آ گئے' جو امامؑ کی call پر پہنچے۔

سوچیے!......

ایک وہ شیعیت تھی اور ایک یہ شیعیت ہے' جہاں بالکل آرام سے اور اطمینان سے حج کیا جاتا ہے اور واجب ہو جاتا ہے اللہ کی call آ رہی ہے لوگ جانے کو تیار نہیں ہوتے۔

لیکن خیر!......

اصل موضوع ہے کہ امامؑ نے بلایا۔ شاہی محل کے اندر بلایا۔ کتنا مشکل ہے وہاں تک جانا' مگر یہ لوگ پہنچے۔

کہا: مولاؑ! آپ نے ہمیں کیوں بلایا؟

کہا: اس لیے بلایا کہ جو چیز تمہیں نہیں پتہ وہ میں بتا رہا ہوں اور وہ یہ کہ میرے بعد ایک لمبا عرصہ ایسا گزرے گا کہ ہمارے ماننے والے اپنے امامؑ سے کوئی رابطہ نہیں کر پائیں گے' تو ہمیں صرف یہ بتا دو کہ آج تک جتنی حدیثیں تم تک پہنچیں پیغمبرؐ کے زمانے سے لے کر میرے زمانے تک اس میں سے نامکمل کون کون سے باب ہیں؟ وہ آؤ اور یہاں آ کر مجھ سے مکمل کروالو۔

چنانچہ!......

باقاعدہ ہمارے پاس ایک لسٹ ہے کہ گیارھویں امامؑ نے فقہ کے کتنے نامکمل باب مکمل کروائے تھے۔ ان لوگوں کو بھی شاباش دی جو روزانہ رات کے اندھیرے

میں آتے ہیں اور فجر سے پہلے پہلے رات و رات نکل جاتے ہیں۔ اگلی رات کو پھر آتے ہیں۔

گیارھویں امامؑ کے اس احسان کو مانیے کہ کتنا زیادہ خیال تھا کہ بعد والے مومنین کے لیے کوئی نامکمل مسئلہ نہ رہے۔

اور سوچیے!......

کیا احسان ماننے کا یہی طریقہ ہے کہ آدمی حلال و حرام کو حقارت کی نظر سے دیکھے کہ اس کے اندر کیا رکھا ہے' ہم علیؑ والے ہیں ہماری بخشش تو یقینی ہے۔

بھئی!......

اتنی اہم ہے ان حلال و حرام کی تبلیغات کہ ایسے وقت میں گیارھواں امامؑ کہہ رہا ہے کہ آجاؤ' غیبت کبریٰ میں کوئی تمہیں گائیڈ کرنے والا نہیں ہوگا۔ میں ساری چیزیں تمہیں دے کر جاتا ہوں اور اسی proper guidance کے لیے یہ وہ نظام ہے جس کو گیارھویں امامؑ نے صحیح معنوں میں ترتیب دیا' ویسے تو مولاؑ کے زمانے سے شروع ہو گیا تھا' مگر صحیح معنوں میں اس کو گیارھویں امامؑ نے رائج کیا۔

ایک مسئلہ تقلید کہ یہ ساری حدیثیں' میں ان کو لکھوا کے تو جا رہا ہوں لیکن ایک عام مومن تو ایک صحیح حدیث نہیں سمجھ سکتا۔ اُسے گائیڈ کرنے کے لیے تقلید کا نظام رائج کیا۔ ایک مرجع ہو جس سے لوگ اپنے مسائل پوچھیں۔ وہ اپنے دل سے نہ بتائے بلکہ ہماری حدیثوں سے بتائے چنانچہ یہ تقلید کا نظام اس طرح سے گیارھویں امامؑ نے قائم کیا کہ لفظ تقلید تمام معصومینؑ کے کلام میں سے فقط ایک امامؑ کے کلام میں آیا اور وہ گیارھواں امامؑ ہے۔

تقلید کا مفہوم ہر امامؑ کے کلام میں ہے۔ علما سے رجوع کرو' ان لوگوں کے پاس جاؤ' ان سے مسئلے پوچھو' میں انہیں حاکم بنا رہا ہوں۔

لیکن خود لفظ تقلید گیارھویں امامؑ کے کلام میں آیا:

وَ اَمَّا مَنْ کَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِنًا لِنَفْسِهٖ حَافِظًا لِدِيْنِهٖ مُخَالِفًا لِهَوَاهُ فَلِلْعَوَامِ اَنْ يُّقَلِّدُوْهُ

"مجتہدین میں سے جو کردار کے اعتبار سے بھی بالکل ٹھیک ہو' عوام پر واجب ہے کہ اس کی تقلید کریں۔"

تو یہ تقلید کا نظام' مجتہد کی پیروی کرنے کے لیے نہیں' مجتہد ہمیں کلام امام بتائے اس کے لیے' مگر اس قسم کا ہر مدرسہ مال چاہتا ہے بغیر پیسے کے اس دنیا کا کام تو آگے نہیں بڑھتا۔

پتہ نہیں!......

پنجتن سنٹر کا کام چل رہا ہے۔ ویسے بغیر پیسے کے دنیا کا کوئی کام آگے نہیں بڑھتا' چاہے وہ شیطانی خرافات ہوں چاہے وہ رحمانی آیات ہوں۔

چنانچہ!......

اس کے بالکل ساتھ ساتھ خمس کا نظام' وہ بھی گیارھویں امامؑ نے مستقل رائج کیا۔ ہر امامؑ نے خمس لیا' خمس دیا' لوگوں تک خمس پہنچایا مگر باقاعدہ ایک proper نظام کہ اگر امامؑ نہ رہے تب بھی خمس آتا رہے اور جو جو اس کے راستے میں وہاں تک خمس پہنچا رہے۔

گیارھویں امامؑ کی ولادت کے دن آج آپ یہاں پر جمع ہوئے مگر یہ جو

سات سال امامت کی مختصر سی مدت ہے جس میں پورے چھ سال گیارھواں امامؑ قید رہا اور کوئی proper قید خانہ نہیں ایسی جگہ قید رہا' یہاں بیٹھ کر ہمارا اور آپ کا خیال کر کے جس انداز سے یہ تین چیزیں ہم تک گیارھویں امامؑ نے پہنچائیں انہیں ہر وقت ذہن میں رکھیے گا۔

یہیں پر ایک آخری بات اور واضح کر دوں اور آج کی محفل اختتام کو پہنچے وہ یہ کہ جب میرا گیارھواں امام مسئلہ تقلید پر زور دے رہا تھا تو وہیں پر یہ بھی بتا رہا تھا۔

یہ ذہن میں رکھنا!......

تقلید امامت کی مخالفت میں کوئی چیز نہیں ہے۔ تقلید امامت کی وجہ سے ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم مرجع یا مجتہد کو امامؑ کی طرح سے سمجھتے ہیں یا ہم اس کا رتبہ اتنا بلند مانتے ہوں۔ وہی فرق امامؑ نے بتا دیا تھا' یہ وہی فرق ہے جو میں نے پچھلے سال کی تقریر میں مثال کے طور پر کہا تھا لیکن آج چونکہ گیارھویں امامؑ کی ولادت کا دن ہے تو تاریخی واقعہ سمجھ لیں۔

ہم مجتہد کو کتنا بڑا کیوں سمجھ لیں؟ اس کی کتنی عزت کیوں نہ کریں؟ اس کا کتنا احترام کیوں نہ کریں؟ اس کے بتائے ہوئے مسائل کیسے ہی پیروی کیوں نہ کریں؟ پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ بہرحال! وہ غلامِ امامؑ ہے۔ اس وقت تک ہمارا مرجع جب وہ قرآن و حدیث کے مطابق چلتا ہے اگر کہیں پر وہ جملہ استعمال کرے کہ امامؑ نے تو یہ کہا مگر میری عقل میں یہ آ رہا ہے وہ مجتہد نہیں رہا۔ ہمارے ہاں یہ تصور نہیں ہے بلکہ وہ تو یہ کہے گا کہ امامؑ کا یہ فرمان ہے اس لیے میرا یہ فتویٰ ہے' اگر وہ کہے کہ امامؑ نے تو یہ فرمایا ہے لیکن میرا فتویٰ یہ ہے تو ہم فتویٰ اُٹھا کر پھینک دیں گے۔ خالی! فتویٰ ہی اُٹھا کر نہیں پھینکیں

گے بلکہ اس مجتہد کو بھی اٹھا کر پھینک دیں گے۔

فرق ہے اس کے اندر اور وہ فرق میں نے ذرا سمجھانے کے لیے ایک مثال دی ہے مثلاً یہ فرق بھی ہے کہ آپ نے سنا کہ فلاں مومن جا رہے ہیں۔

آپ نے کہا: بھائی! تم جا تو رہے ہو میرے دس سوال ہیں آقائے علی سیستانیؒ سے وہ لے جاؤ اور ان کا جواب لے کر آنا۔

آپ نے جلدی جلدی پرچے پر سوال لکھ کر دیے' اس کے حوالے کیا اور وہ چلا گیا یا آج کل تو e-mail کا نظام ہے۔ آپ نے دس سوال پوچھنا ہیں' آپ نے سوال ٹائپ کیے اور جلدی جلدی send کر دیے۔

جواب آیا۔ پتہ چلا کہ سوال تو دس تھے لیکن جواب نو سوالوں کا آیا۔

کیوں؟......

اس لیے کہ آپ کے ذہن میں دس سوال تھے' لیکن e-mail کرتے وقت ایک سوال بھول گئے تھے' یا زائر کو آپ نے دس کی بجائے نو سوال لکھ کر دے دیے تھے' دسواں سوال لکھنا بھول گئے تھے' تو وہاں سے جواب نو سوالوں کا آئے گا دس کا نہیں آئے گا' لیکن اگر گیارھویں امامؑ کی خدمت میں خط جاتا ہے تو ایسا نہیں ہے چنانچہ مومن نے گیارھویں امامؑ کو ایک خط لکھا جس میں اس نے سوال پوچھے۔

پہلا سوال اس نے یہ پوچھا: فرزند رسولؐ! جب آپ کا بیٹا دنیا میں ظاہر ہو گا تو وہ کیسے نظامِ حکومت چلائے گا؟

امامؑ نے اسی پرچے پر جواب دیا۔ کہا: وہ اس طرح فیصلہ کریں گے جس طرح حضرت داؤدؑ نبی فیصلہ کیا کرتے تھے' یعنی گواہ کی ضرورت نہیں ہو گی وہ اپنے علم پر فیصلہ

کریں گے۔

اس نے دوسرا سوال کیا: فرزند رسولؐ! یہ جو ہم نے سنا ہے کہ زمانے کے امامؑ کے آنے کے بعد مسجدوں میں سارے منبر توڑ دیں گے فقط وہ منبر رکھے جائیں گے جو رسولؐ اور معصومینؑ قائم کر کے گئے ہیں' جیسے مسجد نبویؐ، مسجد کوفہ' ایسا کیوں ہو گا؟

کہا: اس لیے ہو گا کہ یہ بعد کے سارے منبر بدعت کے لیے بنائے گئے ہیں اور ان سے بدعت پھیلائی گئی ہے تو میرا بیٹا یہ سارے منبر توڑ دے گا۔

اس نے تیسرا سوال پوچھا: مولاؑ! اسلام نے میراث میں مرد کا حصّہ دُہرا رکھا ہے' عورت کا آدھا رکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

امامؑ نے کہا: اس لیے کہ عورت پر سے جہاد بھی ساقط ہے' نان ونفقہ بھی ساقط ہے اور مرد کو جہاد بھی کرنا ہے' نان ونفقہ بھی کرنا ہے۔

اب یہ تین سوال ہیں' ان تینوں سوالوں کا جواب آ گیا' امامؑ نے لکھا: اے سوال کرنے والے! تُو چوتھا سوال لکھنا بھول گیا اس کا جواب حاضر ہے۔

اب سوال کرنے والے کو تو پتہ تھا کہ اس نے کیا سوال کیا۔ جب یہ پرچہ وہاں گیا۔ حیران ہو کر لوگوں نے پوچھا: اس کا کیا مطلب؟

اس نے کہا: میں جب اس پرچے پر سوال لکھ رہا تھا تو چوتھا سوال میرے ذہن میں تھا کہ خربوزہ' یہ چوس کے کھانا جائز ہے یا نہیں ہے؟ لیکن لکھنا بھول گیا تھا' مگر جواب آ گیا تو بتا دیا کہ شریعت کا مسئلہ نہیں ہے حرام وحلال نہیں ہے دنیاوی اختیار ہے۔

اور وہاں پانچواں سوال بھی لکھا ہوا ہے:

"یَا نَارُ کُوْنِی بَرْدًا وَّ سَلَامًا" لکھ کر گلے میں لٹکا لو۔

ارے بھئی! یہ کیا لکھا ہے امامؑ نے؟

کہا: میرا پانچواں سوال یہ تھا کہ مولاؑ! میرا بھائی بہت بیمار ہے اس کو بخار ہے، اس کا بخار نہیں اُتر رہا، بخار کو اُتارنے کی کوئی دعا بتایئے۔

جواب یہ تھا: قرآن کی آیت: یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ یہ جو آیت ہے کہ "اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا" یہ لکھ کر بیمار کے گلے میں لٹکا دو، اگر بخار کا مریض ہے تو بخار اُتر جائے گا۔

ابھی آپ نے دیکھا کہ آپ نے مجتہد سے دس سوال پوچھنا تھے، تو سوال کے بعد ایک سوال بھول گئے، اُن کو بھی نہیں پتہ کہ آپ نے کیا پوچھا ہے مگر خدمت امامؑ میں آپ کو پانچ مسئلے پوچھنا تھے تین لکھے دو بھول گئے۔ آپ بھولے امامؑ نہیں بھولے، بغیر آپ کے لکھے ہوئے وہاں سے جواب آ جائے گا۔

تو آخری دو جملے سنیے!......

راوی ایک مرتبہ کہتا ہے: یہ تو گیا خط اور وہاں پر پہنچا تھا اور جواب آ گیا۔ اگلے دن کہتا ہے کہ اگلے دن پھر ایک خط امامؑ کا میرے پاس آ گیا۔

کہا: اے شخص! جو تُو نے سوچا، کیا تُو! یہ بھول گیا؟

اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَ اَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَ آخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَ کُلُّنَا مُحَمَّدٌ

یہاں تو خط بھی نہ گیا، یہاں تو اس نے کچھ پوچھا بھی نہیں۔ لوگوں نے کہا: اس خط کا کیا مطلب؟

maablib.org

کہا: جیسے ہی پہلا خط آیا تو میرے دل میں خیال آیا تھا کہ میراث کا مسئلہ کے بارے بھی جواب تو چھٹے امامؑ نے دیا تھا۔ اب جیسے ہی خیال آیا تو ویسے ہی خط آ گیا۔

اے شخص! جو تُو نے سوچا ہے' کیا تُو ! بھول گیا ہے:

اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَ اَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَ آخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَ كُلُّنَا مُحَمَّدَ

"جو امام جعفر صادقؑ کہے گا وہی ان کا بیٹا کہے گا۔"

بہر حال!......

امامؑ کو کبھی نہ بھولیں' امامؑ کا تصور ہمیشہ ذہن میں رکھیں اور آج تو پھر امامؑ کی محفل ہے۔ کتنا خوشی کا موقع ہے میں نے اسے اتنا طولانی کر دیا کہ اب سر ہو گئی ہے:

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ

مجلسِ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (سورۂ یٰسین' آیہ ۱۲)

ایک مرتبہ پھر ان مومنین و مومنات سے معذرت جن کے کچھ تحریری سوالات میرے پاس دو تین ہفتے سے موجود ہیں کہ جس عنوان پر ہماری یہ تقریر ہے' انشاء اللہ! آئندہ اتوار کو ان سوالات کا جواب دیا جائے گا۔

پہلے دو جملے سُن لیں!......

ایک گزارش یہ ہے کہ اس جمعرات کو پریشانی لاحق ہو رہی تھی کہ چاند گرہن آدھا ہے یا مکمل ہے۔ مختلف خبریں آ رہی تھیں لیکن بعد میں یہ تصدیق ہو گئی کہ کیونکہ آسٹریلیا کی حد تک پورا' مکمل چاند گرہن تھا اس نماز آیات کی قضا ان پر بھی واجب ہے جنہیں اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔

جب بھی گرہن لگے سورج کو یا چاند کو تو دو رکعت نماز آیات واجب ہے لیکن مکمل اور جزوی میں فرق ہے' وہ یہ ہے کہ اگر گرہن لگا اور مکمل نہیں تھا تو جس کو اس کی اطلاع وقت پر نہیں ملی بعد میں پتہ چلا اس پر قضا واجب نہیں ہے اور اگر مکمل گرہن تھا تو ہر ایک پر قضا واجب ہے چاہے اس کو اطلاع مل گئی اور اس نے نماز نہیں پڑھی یا اس بیچارے کو پتہ ہی نہیں تھا۔ اگر یہ صورت حال تھی تو جنہیں اطلاع بھی نہیں ان پر نماز

آیات کی قضا واجب ہے اور ساری زندگی واجب رہے گی جب تک کہ اس قضا کو انجام نہ دیں۔

شب جمعہ ہی کی مناسبت سے دوسرا جملہ یہ کہ جس آیت کی تلاوت آج کی مجلس میں کی گئی یہ آیت اکثر میں شب جمعہ کو تلاوت کرتا ہوں' سورۂ یٰسین کی آیت ہے اور آپ نے ابھی سورۂ یٰسین کے اندر بھی سنی اور مجلس کے خطبہ کے بعد بھی۔

تربیتِ اولاد کے اسی پہلو کو یہ آیت سمجھا رہی ہے جہاں پر گذشتہ اتوار کو بات پہنچی تھی اور وہیں سے ربط دے کر بات کو آگے بڑھایا جا رہا ہے۔

سورۂ یٰسین کے بالکل شروع میں قرآن کہہ رہا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى (سورۂ یٰسین' آیہ ۱۲)

''ہم ہیں جو مُردوں کو زندہ کریں گے۔''

آخر سورۂ یٰسین میں پھر اسی آیت کو دُہرایا ہے یہ کہہ کر کہ دیکھا اس آدمی کو کہ جو:

وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ (سورۂ یٰسین' آیہ ۷۸)

''اپنی پیدائش کو بھول گیا۔''

اور ''خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ'' بن کر کہتا ہے کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے گلنے سڑنے کے بعد کون اسے دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔

خدا نے جواب دیا:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ (سورۂ یٰسین' آیہ ۷۹)

''جو پہلی مرتبہ اِن ہڈیوں کو پیدا کر رہا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔''

ایک آیت کے بعد سورۂ یٰسین کے آخری صفحے کی آیتیں ایک آیت کے بعد جو

یہ بات دُہرائی کہ جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے' کیا اس کے لیے کوئی مشکل کام ہے؟ آغازِ سورہ میں بھی یہی پیغام ہے ابتدا میں بھی یہی پیغام ہے۔ آغازِ سورہ میں ایک طرح سے تبشیر کے طور پر ہے اور آخر میں تنزیل کے طور پر ہے۔

سورہ کے شروع میں یہ پیغام دیا اور سورہ کے آخر میں بھی یہی پیغام دیا۔ لیکن آخر کا پیغام ذرا خوف کے ذریعے ہے' ذرا ڈر کے ذریعے ہے' ذرا ڈرا کر ہے' ذرا جہنم کی جھلک دکھا کر ہے:

خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ (سورۂ یٰسین' آیہ ۷۷)

جھگڑالو ہے' بھول گیا اپنی خلقت کو' کافر ہے' یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا پروردگار ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' لیکن سورہ کے شروع میں ذرا پیار سے' ذرا محبت سے ذرا شوق دلا کر تربیتِ اولاد کے پیغام کو ہمارے سامنے واضح کیا۔

اعلان ہو رہا ہے:

نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی

"ہم ہیں کہ جو مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔"

وَ نَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

"ہم لکھتے رہتے ہیں ان تمام اعمال کو جو ایک آدمی اپنی زندگی میں کرتا ہے۔"

یعنی ایک آدمی اپنی زندگی میں جو کچھ بھجوا چکا' اصل جو بینک ہے وہ آخرت کا بینک ہے' ہماری نیکیاں اصل میں وہاں جمع ہو رہی ہیں۔

کہا:

مَا قَدَّمُوْا

''جو تم اپنے ہاتھوں سے مقدم کر چکے ہو، بھجوا چکے ہو۔''

وَ اٰثَارَهُمْ

''اور ہم ہی ان اعمال کو لکھنے والے بھی ہیں کہ جو تمہارے مرنے کے بعد بھی تمہارے نامۂ اعمال میں جمع ہوتی رہتی ہیں۔''

نیکیوں کے حوالے سے خدا کی صفاتِ ثبوتیہ میں سے ایک صفت ''حییّ'' بہت اہم ہے، وہ زندہ ہے اور ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس لیے آدمی نے نیکیوں کا ایک پودا یہاں لگایا اور اس کو توقع تھی کہ اللہ ثواب دے گا لیکن جیسا یہ ڈر رہتا ہے نا، کہ اگر جس کمپنی میں ہم نے انویسٹمنٹ کیا ہے اگر وہ کمپنی فیل ہو گئی تو ہمارا کیا ہو گا؟

تو کہا: نہیں! وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ تھا اور رہے گا تم مر جاؤ گے، تمہاری نیکیوں کا ثواب لکھنے والا جو ہے وہ ہمیشہ ہے ہمیشہ رہے گا، ہمیشہ وہ زندہ ہے۔

کہا:

وَ اٰثَارَهُمْ

''ہم تمہارے اعمال لکھتے ہیں جو اعمال مرنے کے بعد لکھے جاتے ہیں۔''

نماز نہیں ہے اس میں، روزہ نہیں ہے اس میں، حج و زکوٰۃ نہیں ہے اس میں۔ نیکیوں میں ہیں، لیکن اس وقت بعد یہ ہو رہی ہے کہ نیکیوں کی دو قسمیں ہیں: ایک ہے:

مَا قَدَّمُوْا

''وہ نیکیاں جو آدمی اپنی زندگی میں کرتا ہے۔''

ایک ہے:

وَ اٰثَارَهُمْ

"جو مرنے کے بعد اس کے اعمال میں آتی ہیں۔"

مرنے کے بعد والی نیکیوں میں نمازیں نہیں ہیں، روزے نہیں ہیں، حج نہیں ہے، زکوٰۃ نہیں ہے، تلاوت قرآن نہیں ہے۔

وہ نیکیاں جو مرنے کے بعد آدمی کو فائدہ پہنچاتی ہیں، ایک لمبی چوڑی ان کی فہرست ہے۔

اب آپ کو یاد آ گیا ہو گا کہ پچھلے اتوار کی تقریر یہیں پر آ کر ختم ہوئی تھی، وہ نیکیاں جو مرنے کے بعد انسان کو فائدہ پہنچاتی ہیں ان میں ایک اہم ترین نیکی ہے، تربیت اولاد:

إِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ

"جب مومن مرتا ہے تو اس کے سارے اعمال کٹ جاتے ہیں سوائے تین کے کہ جو مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچاتے رہتے ہیں۔"

ان میں top of the list ہے:

وَلَدٌ صَالِحٌ

"ایک نیک بیٹا"

يَدْعُوْلَهُ

"جو اپنے باپ کو یاد کر رہا ہے، ان کے لیے دعا مانگ رہا ہے۔"

تربیت اولاد اسلام کا ویسے ہی ایک اہم مسئلہ ہے۔ ایک انتہائی اہم فریضہ ہے،

ہر زمانے کے مومن کے لیے ہے' ہر جگہ کے مومن کے لیے ہے' لیکن اکیسویں صدی کے مغربی ممالک میں رہنے والوں کے لیے یہ بہت اہم بن گیا۔

ان لوگوں کے لیے زیادہ اہم کیوں بنا؟......

اس کی تفصیل دوسری تقریر میں آ چکی ہے' آج کی تقریر میں ہمیں ذرا آگے بڑھنا ہے!......

تربیت اولاد اس مجمع کے لیے جو اس وقت میرے سامنے ہے ڈبل خصوصیت رکھتا ہے۔

ایک تو ویسے ہی آپ نجف و کربلا میں ہوتے اور ہزار سال پہلے والا نجف اور کربلا یا مکہ و مدینہ میں ہوتے اور چودہ سو سال پہلے والا مکہ و مدینہ' تب بھی آپ پر واجب تھا لیکن یہاں آنے کے بعد ڈبل واجب ہو گیا ہے اور اس ڈبل واجب کو ایک مرتبہ اس انداز سے یاد دلاتا ہے کہ اگر اس کے اندر انسان سے کوئی کوتاہی ہو جائے۔

یاد رکھیے!......

اللہ کا رسولؐ مختلف حوالوں سے ہم کو یہ بات سمجھا رہا ہے کہ اولاد کے بگڑنے' اولاد کے مغربی دنیا میں ضائع ہونے' جب انسان کھو کے رہ جاتا ہے' اس میں بہت بڑا دخل یقیناً اس کے والدین کا ہے۔

پیغمبرؐ کی حدیث:

اَلسَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ وَ شَقِيٌّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ

"نیک وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے نیک بننا شروع ہوتا ہے اور ظالم اور گنہگار وہ جو ماں کے پیٹ سے ظالم و گنہگار بنتا ہے۔"

یہ حدیث اگرچہ بہت مشہور ہے بہت زیادہ مشہور' لیکن ابھی اس سلسلہ تقاریر میں نہیں آتی۔

کون سی حدیث؟......

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَ لٰكِنْ اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَ يُنَصِّرَانِهٖ وَ يُمَجِّسَانِهٖ

"ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا باپ اور اس کی ماں کبھی اسے یہودی بنا دیتے ہیں' کبھی اسے عیسائی اور نصارٰی بنا دیتے ہیں اور کبھی اسے مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

اللہ کا رسولؐ بچے کے بگڑنے' بچے کے گمراہ ہونے' بچے کے عیسائی اور یہودی بننے کی ذمہ داری اس کے والدین کے اوپر ڈال رہے ہیں۔

یا وہ حدیث آپ کے سامنے تلاوت کر دی جائے جو دوسری تقریر میں تلاوت کی گئی تھی:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتٍ

"بیٹے کی جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

اس کے دو message ہیں' پہلا تو آپ سمجھتے ہیں' دوسرا message یہ ہے کہ یہ ماں ہے جو اپنے بیٹے کو جنتی بھی بنا سکتی ہے' اپنے بیٹے کو جہنمی بھی بنا سکتی ہے۔

اب آیئے!......اب اس کے اُلٹ والا پیغام بھی سنیئے!

اُلٹ والا پیغام کیا ہے؟......

اُلٹ والا پیغام آپ تک پہنچانے سے پہلے ایک بات عرض کر دوں' وہ یہ کہ

اسلام جو اللہ کے رسولؐ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے ویسے تو ہر نبیؑ اسلام ہی لے کر آیا ہے لیکن اسلام کا یہ پیغام جو اللہ کے رسولؐ نے ہم تک پہنچایا' صرف اتنا نہیں ہے کہ قیامت تک کے لیے یہ دین ہے ساتھ میں اس کا راز یہ بھی ہے کہ یہ پیچھے کی تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والا ہے۔

اسلام میں دو خاصیتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ یہ قیامت تک چلے گا لیکن خالی اسی حالت پر نہیں بلکہ اپنے سے پہلے ساری شریعتوں کو اپنے سے پہلے کے تمام احکامات کو یہ منسوخ کر رہا ہے حتیٰ کہ جو پیغام اللہ ہی نے نازل کیے لیکن اب وہ ختم ہو گئے۔

قرآن میں سورۂ صف میں حضرت عیسیٰؑ کا کلمہ آیا۔ حضرت عیسیٰؑ کہہ رہے ہیں: اے بنی اسرائیل! میں ابھی نہیں لایا ہوں بلکہ جو موسیٰؑ لائے تھے اسی کو آگے بڑھانے آیا ہوں۔

یہ اسلام نہیں ہے' اسلام کا پہلا message یہ کہ پیچھے کے سارے پیغامات منسوخ اور اب یہاں سے لے کر قیامت تک یہی چلے گا۔

چنانچہ! شریعت موسیٰؑ اور شریعت عیسیٰؑ کے مسئلے چاہے معتبر حدیث سے ثابت بھی ہو جائیں پھر بھی ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے' قرآن کی آیت سے ثابت ہو جائے پھر بھی ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے۔

چنانچہ!......

اب جو آیات میں آپ کے سامنے quote کر رہا ہوں یہ عمل کے لیے نہیں لیکن ایک آدمی کے ذہن میں ایک مفہوم آ جائے کہ اللہ کی نگاہ میں تربیت اولاد کتنا اہم مسئلہ ہے۔

قرآن مجید کے اٹھارھویں سورۂ سورۂ کہف کی صرف دو آیتوں کی تلاوت کرتا ہے۔

سورۂ کہف کی ایک خصوصیت یاد کر لیجیے کہ اگر کوئی آپ سے سوال کرے۔

اے حسینؑ کا غم منانے والو! یہ تو تم ساری زندگی کہتے رہتے ہو اور سنتے رہتے ہو کہ بازار کوفہ میں نوک نیزہ پر امام حسینؑ نے قرآن کی تلاوت کی تھی مگر کتنے قرآن کی تلاوت کی تھی؟ کون سے قرآن کی تلاوت کی؟ کون سی آیت کی تلاوت کی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پورا قرآن تلاوت نہیں کیا تھا حالانکہ یہ تو بیٹا اس کا ہے کہ جو ایک رکاب میں پاؤں رکھتا ہے اور دوسری رکاب میں پاؤں پہنچتا ہے تو قرآن ختم ہو جاتا ہے۔ (صلواۃ)

مشکل نہیں تھا پورے قرآن کی تلاوت لیکن پورے قرآن کی تلاوت نہیں کی اور عجیب بات یہ ہے کہ قرآن کے مشہور سوروں کی تلاوت بھی نہیں کی اگرچہ یہ فرق کرنا ہی غلط ہے کہ یہ مشہور ہے اور یہ غیر مشہور ہے اور (نعوذ باللہ) یہ اہم ہے اور یہ غیر اہم ہے لیکن ایک بات ہے، جس طرح محاورہ بن گیا ہے بلکہ قرآن کے اسی سورہ کی تلاوت کی تھی جو سورۂ کہف ہے، جس کی یہ دو آیتیں بہترین پیغام دے رہی ہیں کہ اسلام کی نگاہ میں تربیت اولاد کیا ہے۔ یہ آیات عمل کے لیے نہیں ہیں اور آپ اس لفظ کو سمجھیں گے جب آیت کا ترجمہ آپ کے سامنے آئے گا۔ عمل نہیں کرنا ہے لیکن اس سے ایک message لینا ہے کہ کتنا اہم یہ مسئلہ ہے اور یہ سورۂ کہف اٹھارھواں سورہ تو ہے لیکن پارہ کون سا ہے؟

- چودھویں پارے کے آخر اور سولھویں پارے کے شروع میں۔ جو آیت میں

تلاوت کر رہا ہوں یہ آپ کو ہمیشہ یاد رہے گی اس جملے کے ساتھ کہ یہ پندرھویں پارے کی آخری آیت ہے۔

کیا ہے؟

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى إِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ (سورۂ کہف' آیہ ۷۴)

"پس! یہ دونوں چلے"۔

کون چلے؟......

حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ چلے:

"یہاں تک کہ ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی۔ حضرت خضرؑ نے تلوار نکالی اور اس کی گردن اڑا دی۔"

حضرت موسیٰؑ نے ایک احتجاج تو کیا:

قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ (سورۂ کہف' آیہ ۷۴)

"حضرت موسیٰؑ نے کہا: اے خضرؑ! آپؑ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپؑ نے قتل کر دیا ایک آدمی کو بغیر کسی وجہ کے؟"

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا (سورۂ کہف' آیہ ۷۴)

"آپؑ تو ایک ایسی شے لے کر آئے ہیں جو میری سمجھ میں تو نہیں آتی۔"

یہ سورہ پندرھویں پارے کی آخری آیت ہے۔

اب آیئے!......

حضرت خضرؑ جواب دیتے ہیں' کافی دیر کے بعد' مگر سولھویں پارے کے پہلے

صفحے پر جواب آ رہا ہے۔

حضرت خضرؑ کہتے ہیں: موسیٰؑ! میرا تمہارا ساتھ چل نہیں سکتا' تم ہر بات پر اعتراض کرنے والے ہو لیکن سنو! میں وجہ بتاتا ہوں:

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ (سورۂ کہف' آیہ ۸۰)

''اس غلام کے والدین صاحب ایمان تھے۔''

فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا (سورۂ کہف' آیہ ۸۰)

''مجھے یہ ڈر پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ظالم' سرکش' نافرمان اور کافر بنے۔''

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا (سورۂ کہف' آیہ ۸۱)

''پس! اس کو قتل کر دیا اور مجھے امید ہے کہ پروردگار اس کے بدلے میں اس کو نعم البدل عطا کرے گا' بہترین بیٹا عطا کرے گا جو واقعاً مومن بھی ہوگا اور اطاعت گزار مومن ہوگا۔''

جسے قتل کیا اس کی دو وجوہات بتائیں!......

پہلی وجہ یہ بتائی کہ وہ سرکش ہوگا' نافرمان ہوگا اور پھر یہ اس کے کافر ہونے کے بھی امکانات ہیں۔ پس! اس کے سرکش و کافر ہونے کے امکانات تھے اس لیے میں نے اسے قتل کر دیا۔

دیکھیے!......

اس جملے کے لیے میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ آپ کو اس پر عمل نہیں کرنا' آیت

maablib.org

قرآن کی ہے' واقعہ قرآن کا ہے اس سے زیادہ مستند اور کیا ہوگا؟ لیکن یہ حکم نہیں آیا کہ اگر اولاد تمہاری بگڑی جارہی ہے تو اسے قتل کر دو' لیکن اس سے اندازہ تو ہو رہا ہے نا، کہ چاہے پرانی شریعت نہ صحیح مگر تربیت اولاد اتنا اہم فریضہ رہ چکا ہے کہ ایک نبیؑ خدا اس بیٹے کو قتل کر رہا تھا جس کے بارے میں امکان ہے۔

اب ہمارے ہاں یہ ہے!......

اور ہمارے سے مراد پیغمبرؐ کی شریعت آنے کے بعد وہی جملہ چلتا ہے۔

مولاؑ نے کہا: دیکھو! اس ابن ملجم کو یہ میرا قاتل بنے گا۔

لوگوں نے کہا: جب آپ کو پتہ ہے تو پھر اس کو مار کیوں نہیں دیتے؟

کہا: جرم سے پہلے سزا نہیں مل سکتی۔

حضرت خضرؑ کے دور میں جرم سے پہلے سزا مل سکتی تھی تو یہ الگ موضوع ہے۔

تو کہا: بیٹا اگر سرکش نکل رہا ہے' بیٹا اگر نافرمان نکل رہا ہے' اولاد اگر کنٹرول سے باہر جارہی ہے۔

کنٹرول سے باہر سے مطلب؟......

اسلام سے باہر۔ آپ کے کلچر سے' آپ کے گھر میں جو ادب و آداب ہیں اس سے باہر نکلے مگر اگر شریعت پر عمل پیرا ہو کر رہے تو کوئی حرج نہیں ہے' شریعت سے باہر ہو رہا ہے' خضرؑ اس کو قتل کر رہے ہیں۔

کہتے ہیں: اس کو قتل کر دو' آگے چل کر یہ گمراہ نکلنے والا ہے۔

ہمیں اس حکم پر بعینہ عمل نہیں کرنا ہے لیکن اندازہ تو کرنا ہے نا، کہ پروردگار کی نگاہ میں یہ کتنا اہم فریضہ ہے اور اولاد صحیح میں اسی وقت اولاد قرار پاتی ہے جب انسان

اس کے حوالے سے یہ ذمہ داری ادا کرے۔

ایک آخری بات اور عرض کر دوں!......

ایک بات یاد رکھیے!......

جو میں اکثر کہتا ہوں اگر کوئی آدمی میدانِ جنگ میں جانے سے پہلے یہ سمجھے کہ میں جا تو رہا ہوں لیکن میں ہار جاؤں گا۔ جا تو رہا ہوں لیکن مجھے شکست ہو گی۔ ارے! میرا اور اس کا کیا مقابلہ؟

تو وہ شکست ہو کہ نہ ہو' آدمی شکست تو وہ ابھی سے کھا چکا ہے۔ آدمی لڑائی تو وہ ابھی سے ہار چکا ہے' جو جانے سے پہلے ہی حوصلہ ہار رہا ہے۔

تربیت اولاد کے حوالے سے بہت اہم نکتہ!......

اس لیے کہ آسٹریلیا میں' میں ابھی لوگوں سے اتنا زیادہ واقف نہیں ہوا ہوں لیکن بہرحال یورپ کی خاک چھانی ہے' امریکہ کا جائزہ لیا ہے وہاں پر لوگ یہی سمجھ رہے ہیں' وہ لوگ بھی جو اپنے گھر میں ایک ماحول بنا رہے ہیں' جو اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہیں' لیکن وہ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہم ہیں اکیلے آدمی' ہم کیسے اتنے بڑے معاشرے سے' ایسے کلچر سے' ایسے میڈیا سے مقابلہ کر سکتے ہیں؟ جنگ کر رہے ہیں' میدان میں اُترے ہوئے ہیں' اپنا فریضہ سمجھ رہے ہیں۔

یہ میں مذہبی لوگوں کی بات کر رہا ہوں لیکن وہ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم ہار چکے ہیں' ہم شکست کھا چکے ہیں' بہرحال! فریضہ ہے اس لیے ادا کر رہے ہیں۔ واجب ہے قیامت میں جواب دینا ہے اس لیے اولاد کی تربیت کر رہے ہیں۔ لیکن بہرحال!

مقابلہ ہو نہیں سکتا ہے' اس میڈیا اور اس کلچر سے۔

یاد رکھیے!......

ہمارے سامنے اسلامی تاریخ نے دو طرح کے کردار پیش کیے ہیں بلکہ یہ کہیے کہ دو طریقے پیش کیے ہیں۔

ہم آلِ محمدؐ کے ماننے والے ہیں' ہمارے پاس طریقہ وہ ہونا چاہیے جو آلِ محمدؐ کا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ نام آلِ محمدؐ کا لیتے ہیں لیکن طریقہ وہ اپنا لیا جو دشمنانِ اہل بیتؑ کا ہے۔

سمجھ گئے آپ حضرات!......

یاد کیجیے!......

جنگ خندق' یہ میدانِ خندق ہے' عمرا بن عبدود ایک دفعہ اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر ادھر آ گیا جہاں مسلمان ہیں' وہ اپنے نیزہ کی نوک کو خیمہ رسولؐ میں چبھو رہا ہے۔

وہ کہہ رہا ہے: اے مسلمانو! تمہارا تو یہ عقیدہ ہے اگر کافر کو مار دیا تب بھی جنت تمہاری ہے' اگر کافر کے ہاتھوں مر گئے تب بھی جنت تمہاری ہے تو میں دلوانے آ رہا ہوں' ہے کوئی میرے مقابلے میں آنے والا؟ ہے کوئی مجھ سے جنت لینے والا؟

مسلمانوں کو سانپ سونگھ گیا۔

یہ جملہ بھی صحیح نہیں ہے!......

بولنے والے وہاں بھی بول رہے تھے' مگر کتنے عجیب انداز سے بول رہے تھے؟ بجائے اس کے کہ اگر بولنا ہے تو کوئی کام کی بات بولیں' حوصلے کی بات بولیں' بیٹھے ہیں پیغمبرؐ کے کیمپ میں' موجود ہیں پیغمبرؐ کے پاس اور قصیدہ پڑھ رہے ہیں عمرو ابن عبدود کا۔

ایک صاحب اُٹھے۔ انہوں نے کہا: نہ نہ! ان کے مقابلے میں کوئی نہ جائے' یہ تو بڑا طاقت ور اور بہادر ہے۔

دوسرے صاحب نے اس کے فضائل اور بڑھا دیئے۔ کہا: یہ تو ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے اس سے تو کوئی آدمی مقابلہ ہی نہیں کر سکتا' یہ آدمی کہاں' یہ تو جن ہے۔

تیسرے صاحب آگے بڑھے۔ کہا: بھائیو! میں آنکھوں دیکھی گواہی دیتا ہوں ایک مرتبہ میں عمرو ابن عبدود کے ساتھ کسی قافلے میں شامل ہو کر جا رہا تھا تو بھائی! آپ کو جانے کی کیا ضرورت ہے؟

بہرحال!......وہ تو خیر!

میں ایک دن عمرو ابن عبدود کے ساتھ جا رہا تھا اور ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کیا۔ ارے! یہ شیر کا بچہ' ایک بار اس نے اُونٹ کے بچے کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور اسے ڈھال بنایا اور اکیلے آدمی نے سارے لشکر کو بھگا دیا۔

ہیں مسلمان' کہاتے رسولؐ کا ہیں' گاتے عمرو ابن عبدود کا ہیں کہ اور اگر اس وقت اُٹھنے کی ہمت کر رہا ہوں کہ اتنے فضائل اور قصیدے سُن کر وہ تو بالکل ٹھنڈا ہو کر بیٹھ جائے' تو انہوں نے ایک مرتبہ سب کو ٹھنڈا کر دیا۔

ایک یہ طریقہ کار ہے خود بھی نہیں جا رہے ہیں مقابلہ کرنے اور دوسروں کو بھی اس کے قابل نہیں چھوڑ رہے۔

ایک میرے مولاؑ کا طریقہ کار ہے' ایک مرتبہ جب پیغمبرؐ اپنے خیمے سے باہر نکل کر آئے۔ کہا: کون ہے اس کے مقابلے میں جانے والا؟

میرا مولاؑ کھڑا ہوا۔ پیغمبرؐ نے بٹھا دیا۔ بیٹھ جاؤ' دوسروں کو بھی موقع ملے۔
یہی تو لوگ شکایت کرتے ہیں کہ جی! فضیلتیں آتی ہیں ہم اُٹھنے لگتے ہیں علیؑ پہلے آگے جاتے ہیں۔ تو ٹھیک ہے آج بولو بٹھا دیا علیؑ۔ پھر کوئی کھڑا نہ ہوا۔
تیسری مرتبہ جب علیؑ تیار ہوئے اور پیغمبرؐ نے علیؑ کو بھیجا کہ یاد ہے نا، آپ کو؟ یہ کہہ کر نہیں بھیجا کہ کوئی نہیں جا رہا ہے اس لیے اچھا! تم چلے جاؤ۔
ایک مرتبہ پھر سمجھایا' پیغمبرؐ نے سمجھایا۔
پیغمبرؐ نے سمجھایا: علیؑ! سنو:
هٰذَا عَمْرُو ابْنُ عَبْدُوُدٍّ

"اے علیؑ! یہ جو تم بار بار ہاتھ اُٹھا کر کہہ رہے ہو کہ میں جا رہا ہوں' میں جا رہا ہوں' آپ کو پتہ بھی ہے کس کے مقابلے میں جا رہے ہو؟"

یہ عمرو ابن عبدود ہے' وہی کمبخت جس کا قصیدہ ابھی یہاں پڑھا گیا۔
کہا: پتہ ہے یہ کون ہے؟
یہ عمرو ابن عبدود ہے۔
مولاؑ نے فرمایا: ہوگا وہ عمرو ابن عبدود' اگر وہ عبدود کا بیٹا عمرو ہے۔
اَنَا ابْنُ اَبِي طَالِبٍ...... (صلوٰۃ)
تو کیا پیغام دیا جا رہا ہے؟......
پیغام یہ دیا جا رہا ہے کہ علیؑ اس کا نام ہے کہ مقابلے میں کتنی بڑی ہی طاقت آ جائے' علیؑ کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

دیکھئے!......

دو طریقے ہمارے سامنے آ گئے میدانِ خندق میں ایک وہ کہ خود بھی مقابلہ نہ کرو اور دوسروں کو بھی مقابلہ نہ کرنے دو۔

آج کل آپ کو ایسے بہت سے لوگ ملیں گے۔ ارے! نہیں بھائی! یہ تربیت اولاد' یہ تو مولاناؤں کا کام ہی بکنا ہوتا ہے' ہم جانتے ہیں زمانے کو' بڑا مشکل کام ہے۔
جی! اس میں کیوں اتنی زحمتیں کی جائیں' اللہ خود ہی دیکھ لے گا' وہ جانے ان کے کام۔

ارے! وہ تو اب بڑے ہو چکے ہیں' اب ہماری کیا ذمہ داری؟

ارے! اکیلے ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

ارے! بچے کے لیے ہمارے پاس time کہاں ہے؟

علیؑ والا ہے' زبان وہ بول رہا ہے' جو دشمن علیؑ کی زبان ہے۔ انداز اس کے پاس وہ ہے جو عمرو ابن عبدود کے قصیدہ پڑھنے والے کا انداز ہے۔

علیؑ والے کا انداز بھی ایسا ہی ہوگا!......

ہونے دو اس کو عمرو ابن عبدودؔ میں ابوطالبؑ کا بیٹا ہوں۔

خاص طور پر ابوطالبؑ کا نام لے کر' شاید! یہ پیغام بھی دیا ہو کہ بہر حال! اولاد کی تشکیل میں اور اولاد کو اتنا طاقت ور بنانے میں باپ کا بھی بہت بڑا حصّہ ہوتا ہے۔

تو سنئے!......

ماحول کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو عمرو ابن عبدود کے قصیدہ پڑھنے والوں کا جو اتباع کرتے ہیں وہ بے شک بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیں لیکن جو علیؑ ابن ابی طالبؑ کی اتباع کرتے ہیں' کتنا ہی بڑا عمرو ابن عبدود کیوں نہ آ جائے وہ نہ ڈرتے ہیں' نہ گھبراتے

ہیں' نہ پریشان ہوتے ہیں' نہ خوفزدہ ہوتے ہیں۔

اگر علیؑ یہ کہہ کر آگے بڑھے کہ میں ابوطالبؑ کا بیٹا علیؑ ہوں۔ تو مومن یہ کہہ کر آگے بڑھے گا کہ میں غلام علیؑ اور کنیز زہراؑ ہوں' میں کسی عمرو ابن عبدود سے نہیں ڈرتا' میں کسی معاشرے اور ماحول سے نہیں ڈرتا۔

اور ہماری زندگی صرف دو جملے ہیں!......

ہمارا آغاز اور ہمارا اختتام' ہم علیؑ والے ہیں' ہم حسینؑ والے ہیں۔ حسینؑ کی زندگی کا پیغام بھی یہ ہے کہ سارا زمانہ ایک طرف ہو جائے' سارا معاشرہ ایک طرف ہے عالم اسلام کے ان تمام لوگوں کے نام دیکھ لیجیے جو یزید کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے' حسینؑ اکیلے ہیں' حسینؑ تنہا ہیں:

"آج شبیرؑ پہ کیا عالم تنہائی ہے"

چاہے وہ جملہ ہو اور چاہے زیارت وارثہ کا جملہ ہو:

والوتر الموتور

"میرا اسلام اس امامؑ پر جو اکیلا رہ گیا تھا۔"

لیکن اکیلا رہنے کے بعد نہ ڈر نہ خوف' نہ ہتھیار ڈالنے کی بات' بس! مقابلہ کرتا ہے اور مقابلہ کرتے رہیں گے۔

بس!......

یہی انداز ہر آدمی کے دل میں ہونا چاہیے جو اپنے آپ کو علیؑ والا اور حسینؑ والا کہتا ہے۔ یہ کہنا بہت آسان ہے۔ جی! آپ مولانا صاحبان جو آج کل آ رہے ہیں آپ مولاؑ کے فضائل نہیں پڑھتے۔

دیکھئے!......

دو طریقے ہمارے سامنے آ گئے میدانِ خندق میں ایک وہ کہ خود بھی مقابلہ نہ کرو اور دوسروں کو بھی مقابلہ نہ کرنے دو۔

آج کل آپ کو ایسے بہت سے لوگ ملیں گے۔ ارے! نہیں بھائی! یہ تربیت اولاد' یہ تو مولاناؤں کا کام ہی بکنا ہوتا ہے' ہم جانتے ہیں زمانے کو' بڑا مشکل کام ہے۔ جی! اس میں کیوں اتنی زحمتیں کی جائیں' اللہ خود ہی دیکھ لے گا' وہ جانے ان کے کام۔

ارے! وہ تو اب بڑے ہو چکے ہیں' اب ہماری کیا ذمہ داری؟

ارے! اکیلے ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

ارے! بچے کے لیے ہمارے پاس time کہاں ہے؟

علیؑ والا ہے' زبان وہ بول رہا ہے' جو دشمن علیؑ کی زبان ہے۔ انداز اس کے پاس وہ ہے جو عمرو ابن عبدود کے قصیدہ پڑھنے والے کا انداز ہے۔

علیؑ والے کا انداز بھی ایسا ہی ہوگا!......

ہونے دو اس کو عمرو ابن عبدود' میں ابوطالبؑ کا بیٹا ہوں۔

خاص طور پر ابوطالبؑ کا نام لے کر' شاید! یہ پیغام بھی دیا ہو کہ بہر حال! اولاد کی تشکیل میں اور اولاد کو اتنا طاقت ور بنانے میں باپ کا بھی بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔

تو سنئے!......

ماحول کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو عمرو ابن عبدود کے قصیدہ پڑھنے والوں کا جو اتباع کرتے ہیں وہ بے شک بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیں لیکن جو علیؑ ابن ابی طالبؑ کی اتباع کرتے ہیں' کتنا ہی بڑا عمرو ابن عبدود کیوں نہ آ جائے وہ نہ ڈرتے ہیں' نہ گھبراتے

ہیں' نہ پریشان ہوتے ہیں' نہ خوفزدہ ہوتے ہیں۔

اگر علیؑ یہ کہہ کر آگے بڑھے کہ میں ابوطالبؑ کا بیٹا علیؑ ہوں۔ تو مومن یہ کہہ کر آگے بڑھے گا کہ میں غلام علیؑ اور کنیز زہراؑ ہوں' میں کسی عمرو ابن عبدود سے نہیں ڈرتا' میں کسی معاشرے اور ماحول سے نہیں ڈرتا۔

اور ہماری زندگی صرف دو جملے ہیں!......

ہمارا آغاز اور ہمارا اختتام' ہم علیؑ والے ہیں' ہم حسینؑ والے ہیں۔ حسینؑ کی زندگی کا پیغام بھی یہ ہے کہ سارا زمانہ ایک طرف ہو جائے' سارا معاشرہ ایک طرف ہے عالم اسلام کے ان تمام لوگوں کے نام دیکھ لیجیے جو یزید کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے' حسینؑ اکیلے ہیں' حسینؑ تنہا ہیں:

"آج شبیرؑ پہ کیا عالم تنہائی ہے"

چاہے وہ جملہ ہو اور چاہے زیارت وارثہ کا جملہ ہو:

والوتر الموتور

"میرا اسلام اس امامؑ پر جو اکیلا رہ گیا تھا۔"

لیکن اکیلا رہنے کے بعد نہ ڈر نہ خوف' نہ ہتھیار ڈالنے کی بات' بس! مقابلہ کرنا ہے اور مقابلہ کرتے رہیں گے۔

بس!......

یہی انداز ہر آدمی کے دل میں ہونا چاہیے جو اپنے آپ کو علیؑ والا اور حسینؑ والا کہتا ہے۔ یہ کہنا بہت آسان ہے۔ جی! آپ مولانا صاحبان جو آج کل آ رہے ہیں آپ مولاؑ کے فضائل نہیں پڑھتے۔

جو فضائل پڑھے ہوئے ان کا کتنا اثر ابھی تک دل میں باقی ہے؟

پیغام سنیے!......

علیؑ کے فضائل ہوں یا حسینؑ کے مصائب۔ فضائل کا پیغام بھی یہ ہے کہ اکیلا علیؑ عمرو ابن عبدود سے لڑے گا اور مصائب کا پیغام بھی یہ ہے کہ چاہے اکیلا رہ جانا پڑے حسینؑ بھی اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے گا۔

مومن آخری جملہ کیا کہتا ہے؟

فَيَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَكُمْ

''کاش! میں آپ کے ساتھ ہوتا' جو آپ کا طریقہ تھا وہ میرا طریقہ ہوتا۔''

تو یہ ہے تربیت اولاد کے موضوع کی وہ اہمیت جو اس حوالے سے سمجھائی' علیؑ والا ہوکر' حسینؑ والا ہوکر اس طرح سے تربیت اولاد کے فریضے کو ادا کرتا ہے۔

یاد رکھیے!......

تاریخ شیعیت گواہ ہے کہ کیا آج کا میڈیا' کیا آج زمانہ ہمارے بچوں کو بہکا رہا ہے جو حاکم شام کے زمانے میں بہکایا گیا' جو یزید کے زمانے میں بہکایا گیا' جو بنواُمیہ اور بنوعباس کے خلفا کے زمانوں میں بہکایا گیا؟ کس طرح سے اس بدترین ماحول کے اندر بھی یہ پیغام آج ہم تک پہنچا۔ آج پھر بھی ایک آزادی کی وجہ سے انسان اس قابل کہ اپنی اولاد کو منفی باتوں کے ساتھ ساتھ مثبت باتیں بھی بتا سکتا ہے۔

میں نے پچھلے اتوار عرض کیا تھا کہ ایک تو زبان' یہ ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جو کسی نہ کسی طریقے سے ماں اور بیٹے کو ملانے والا ہے اور دوسرا جو زبان سے بھی زیادہ چیز ہے

وہ ہے خیالات' ماں اور بیٹے کو جوڑنے والی چیز ہے خیالات۔ ہمارے پاس بہت ساری حدیثیں ایسی آئی ہیں کہ ہم ان کے ایک پہلو کو دیکھتے ہیں' اس کے دوسرے پہلو کو نہیں دیکھتے' جبکہ اس حدیث کے اندر ایک وقت دو message ہوتے ہیں۔

ایک message یہ بتا رہا ہوتا ہے کہ ثواب کتنا ہے۔ دوسرا پہلو message یہ بتا رہا ہوتا ہے کہ اس کی اہمیت کتنی ہے۔ ہم ثواب والے حصّے کو لے لیتے ہیں اور اہمیت والے کو چھوڑ دیتے ہیں' جیسے مثلاً ایک حدیث آپ نے تربیتِ اولاد میں تین دفعہ سنی:

"جنت ماں کے قدموں تلے"۔

ثواب بتا رہی ہے کہ ماں کی فضیلت کیا ہے؟ ذمہ داری بتا رہی ہے کہ ماں کا فریضہ کتنا ہے؟ ہم نے صرف ثواب والے حصّے کو لے لیا' ذمہ داری والے حصّے کو چھوڑ دیا۔

ایک اور حدیث:

حُبُّ عَلِیٍّ یَاکُلُ الذُّنُوبَ لَمَا تَاکُلُ النَّارُ الحَطَبَ

"علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔"

اس میں فضیلت بھی ہے' اس میں ذمہ داری بھی ہے اور اسی کے حوالے سے یہ تیسری حدیث۔

حاملہ عورت' اس کی فضیلت اور ثواب کو اسلام نے اس انداز سے بیان کیا کہ واقعاً! اگر آدمی ثواب اور فضیلت کو سنے تو مردوں کا دل چاہے کہ ہم بھی حاملہ ہو

جائیں۔ کہا گیا: اگر عورت زمانہ حمل میں مر جائے تو وہ شہدا راہِ خدا کے گروہ میں شامل ہے۔

اتنا ثواب کیوں مل رہا ہے؟......

اتنا ثواب اس لیے مل رہا ہے کہ اس کی ذمہ داری بھی تو زیادہ ہے۔

کہا: حاملہ عورت! تجھے ایک بات کا خیال رکھنا ہے تیرے پیٹ میں اس وقت جو بچہ موجود ہے چاہے حمل کا پہلا دن ہی کیوں نہ ہو خیال کرنا اب جو کھائے گی اس کا اثر خالی تجھ پر نہیں ہوگا تیری اولاد پر بھی ہوگا اور جو کچھ تو! سنے گی تیرے کانوں میں آنے والی آواز خالی! صرف تجھ پر اثر انداز نہیں ہوگی بلکہ تیری اولاد پر بھی اثر انداز ہو گی۔ اب جو کچھ دیکھے گی تو اس کی وجہ سے خالی! تیرے دماغ میں تصویریں نہیں بنیں گی بلکہ یہ تصویر بچے کے اندر بھی منتقل ہوگی۔ یہ وہ سارے اثرات ہیں جس کے لیے رسولؐ نے کہہ دیا کہ نیک بن گیا تو یہیں سے شروع ہوگیا' ظالم بن گیا تو یہیں سے شروع ہوگیا۔

ماں کی آنکھیں' ماں کے کان' ماں کی زبان' ماں کا شکم' ماں کا چلنا پھرنا ان سب کے اثرات اولاد پر ہوتے ہیں۔

بہرحال!......

ماں کے خیالات یہ اولاد میں منتقل ہوتے ہیں۔ یہ آج کی تقریر' ماں کی زبان اولاد میں منتقل ہوتی ہے یہ پچھلے اتوار کی تقریر اور اب ماں کے حوالے سے باپ کا اس میں کردار' اس کو ملا کر انشاء اللہ آئندہ اتوار کو بات آگے بڑھائی جائے گی۔

ذکرِ مصائب

اب تک ہمارے ہاں شرابی بھی نوجوان ہیں اور فعل حرام زنا کی جانب جانے والے بھی ہیں اور قرآن کا مذاق اُڑانے والے بھی ہیں اور رسولؐ اور امامؑ کا مذاق اُڑانے والے بھی ہیں لیکن اگر کسی کا باپ مر جاتا ہے تو کم از کم یہ آ تو جاتے ہیں' والدین کی زندگی میں حق ادا نہ کر سکے لیکن کم از کم ان کی میت پر پہنچ جاتے ہیں' برے سے برے ہمارے اسلامی معاشرے کے لوگ۔

اتنا تو ہے مگر سوچنے کی بات یہ ہے' جنہز کے اندر چودہ سو سال کی محنتوں کے نتیجے میں یہ چیز آ گئی ہے کہ باپ کی میت' ماں کی میت کو پڑا نہ رہنے دو۔ شرابی بیٹا بھی آ جاتا ہے' بے نمازی بیٹا بھی آ جاتا ہے کہ کم از کم مجھے اتنا حق تو ادا کرنا ہے۔

ذرا سوچیے!......

جو کائنات کا سب سے بہترین تر بیٹا ہے اس کا باپ وہ ہے جو بعد رسولؐ اس کائنات کا سب سے بہترین انسان ہے۔ اس بیٹے نے اپنے باپ کی میت کو جلتی ریت پر جب اس طرح پڑا دیکھا ہوگا کہ پتہ چلا کہ نہ باپ کو غسل دے سکتا ہے' نہ کفن پہنا سکتا ہے' نہ نماز پڑھ سکتا ہے' نہ دفن کر سکتا ہے' کیا قیامت گزری ہوگی؟

اللہ!......اللہ!......

جو معصوم ابن معصوم بیٹا ہے۔

اور بے بس نہیں ہے' بے کس نہیں ہے' ایسا نہیں ہے کہ اس کا تو اختیار ہی نہیں تھا کیا کرے یزید کی طاقت سے مجبور تھا۔ اختیار تو ایسا تھا کہ اگر ایک اشارہ کریں تو جس کے جد کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو سکتا ہے وہ اگر ایک اشارہ کرے تو نہیں

پر قیامت آ سکتی ہے۔ بے بس اگر ہے تو حکم خدا سے ہے مگر دل پر کیا قیامت گزر رہی ہوگی؟

جب بھی کسی کے باپ کا انتقال ہوتا ہے تو میں اس کے وارث بیٹے کو پُرسہ دیتے ہوئے یہ جملہ ضرور کہتا ہوں:

"اے یتیم ہو جانے والے! ایک چیز کا اطمینان رکھ چاہے تُو ! پہنچ پایا یا نہ پہنچ پایا لیکن تیرے باپ کی میت اُٹھی بڑی شان کے ساتھ‘ تم نہ پہنچ پائے تو صاحبانِ ایمان پہنچ گئے۔"

مگر ذرا سوچو!......

اس جوان بیٹے سید الساجدینؑ کو جو خود موجود ہے بابا کی میت کے اوپر لیکن نہ غسل دے سکا‘ نہ دفن کر سکا۔

اللہ!......اللہ!......

بیٹا اپنے باپ کی قبر پر ایک مٹھی خاک بھی نہ ڈال سکا۔

مولا سجادؑ! آپ مٹی کیوں نہیں ڈال سکتے ہیں؟

میرا مظلوم آقا اپنے ہتھکڑی والے ہاتھ دکھائے گا۔ جس جوان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں وہ آخر! کیسے خاک ڈالے؟

بس اربابِ عزا!......

اب جو میں روایت پڑھ رہا ہوں۔ بعض علما کہتے ہیں: یہ روایت سوئم کی ہے۔ بعض کہتے ہیں: دسویں کی ہے اور بعض کہتے ہیں: چالیسویں کی ہے۔

بہر حال! ہمیں اس چیز سے غرض نہیں ہے!......

جلتی ریت پر لاشہ پڑا رہا' اسیروں کا قافلہ چلا گیا اور بنی اسد کا قبیلہ جسے یاد تھا آقا حسینؑ وعدہ لے کر گئے تھے کہ لاشے دفن کرنا ہیں' لشکر یزید کے جانے کے بعد کچھ دن ڈرے اور سہمے ہوئے اپنے گھروں میں رہے پھر سارے مرد تیار ہو کر نکلے۔ عورتوں نے یہ منظر دیکھا' سارے مرد کہیں جا رہے اور بیلچے لے کر جا رہے ہیں۔

پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟

کہا: آقا حسینؑ نے وعدہ لیا تھا' ہمارے لاشے دفن کر دینا' ہم لاشے دفن کرنے جا رہے ہیں۔

بس!......

یہ سننا تھا' عورتوں نے بھی چادریں سروں پر ڈالیں۔ ارے! آقا حسینؑ نے ہم سے بھی وعدہ لیا تھا' ہم بھی چلیں گے۔

بچوں نے یہ منظر دیکھا۔ پوچھا: آپ لوگ کہاں جا رہے ہو؟

جب پتہ چلا تو کہا: ہم بھی جائیں گے' آقا نے ہم سے بھی وعدہ لیا تھا۔

ایک عجیب منظر بن گیا' میدانِ کربلا میں سارا قبیلہ اپنے سردار کی قیادت میں آیا مگر ایک مرتبہ سارا قبیلہ پریشان بھی ہو گیا۔

ہم وعدہ کس طرح پورا کریں؟ یہاں تو کسی کی پہچان ہی نہیں ہو رہی ہے' کیونکہ پہچان چہرے سے ہوتی ہے یا لباس سے ہوتی ہے۔ سب کے سر کاٹے گئے' سب کے لباس لوٹے گئے' پتہ ہی نہیں چل پا رہا ہے کہ صحابی کون ہے اور شہزادہؑ کون ہے؟

سردار نے کہا: اچھا! ایسا کرو ایک بڑی قبر تیار کرتے ہیں گنج شہیداں اور ایک

ای قبر میں سارے لاشے دفن کرتے ہیں۔

گنج شہیداں تیار ہو گیا' ایک مرتبہ پہلا لاشہ اُٹھانا چاہا راو کوفہ کسی کی آواز آئی:

ذرا ٹھہر جاؤ میں آرہا ہوں۔

سب نے دیکھا تو کیا دیکھا؟ اونٹ پر کوئی سوار چلا آرہا ہے مگر آنے والا بڑی عجیب حالت میں ہے' مسافر ہے مگر گلے میں طوق ہے' ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے' پاؤں میں بیڑیاں ہیں' کمر میں لنگر ہے۔

قریب آیا' اُونٹ کو بٹھایا' ہتھکڑی اور بیڑی کھلی مگر طوق نہ کھلا' آگے آیا۔

سردار سے پوچھا: کیوں پریشان ہو؟

سردار نے کہا: یہ مسئلہ ہے۔

کہا: گھبراؤ نہیں میں بتاتا ہوں۔

یہ لاشہ اُٹھاؤ یہ حبیبؓ ابن مظاہر کا لاشہ ہے' یہ لاشہ اُٹھاؤ یہ مسلمؓ ابن عوسجہ کا لاشہ ہے۔ یہ لاشہ اُٹھاؤ یہ بریرؓ ہمدانی کا لاشہ ہے' یہ لاشہ اُٹھاؤ یہ غلام حبشی جونؓ کا لاشہ ہے۔

ایک ایک لاشے کا نام بتاتا اور لاشے اُٹھواتا۔ آگے بڑھے ایک لاشہ نظر آیا' آنے والا ایک بار سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

سردار نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

کہا: دیکھتے نہیں سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے یہ حسنؑ کے لعل قاسمؑ کا لاشہ ہے۔

آگے بڑھے ایک اور لاشہ نظر آیا' آنے والا کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گیا۔

سردار نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

کہا: دیکھتے نہیں کلیجے سے برچھی کا ٹوٹا ہوا پھل اب تک نظر آرہا ہے' یہ حسینؑ

کے اکبرؑ کا لاشہ ہے۔

اب آخری لاشہ نظر آیا' آنے والے نے چیخ ماری: ہائے میرا بابا! اور غش کھا کر گر پڑا' پانی چھڑ کا گیا' ہوش آیا۔

سردار نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

کہا: گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پامال یہ رسولؐ کا نواسہ ہے' علیؑ کا فرزند ہے' زہراؑ کا لخت جگر حسینؑ ابن علیؑ ہے۔

سردار نے ہاتھ جوڑے۔ کہا: پر اپنا تعارف تو کرائیں' تُو نے یہ کیسے کہا کہ ہائے میرا بابا؟

کہا: میں اسی کا یتیم بیٹا سجادؑ ہوں۔ اپنے بابا کا لاشہ اٹھوایا۔

سارے لاشے اُٹھ گئے' قبیلہ واپس چلا۔

سردار نے کہا: آقا! چلیں میرے ساتھ۔

کہا: کہاں جا رہے ہو؟ ابھی ایک لاشہ تو رہ گیا؟

سردار نے کہا: کس کا لاشہ میدان تو خالی ہے؟

کہا: وہ میدان میں نہیں ہے فرات کے کنارے چلو۔

فرات کے کنارے کس کا لاشہ؟

کہا: وہ میرے چچا عباسؑ علمدار کا لاشہ ہے۔

بس عزادارو!......

ایک بار عباسؑ کا لاشہ قبر میں اُتارا۔

بہرحال!......

سارے قبیلے کو دیکھا۔ کہا: کوئی میرے قریب نہ آئے' سب دور دور چلے جاؤ۔

سب لوگ دور چلے گئے' اکیلا سجادؑ دوبارہ قبر میں اُترا۔

ایک راوی کہتا ہے: بہت دیر ہوگئی' مولاؑ باہر نہ آئے' مجھے ڈر محسوس ہوا کہ خیریت تو ہے' میں قریب گیا' میں نے عجیب منظر دیکھا۔

کیا دیکھا؟......

عباسؑ کے سینے پر سر رکھے ہوئے سجادؑ لیٹے ہیں۔ میرا مظلوم آقا لیٹا ہے عباسؑ کے سینے پر' ایک جملہ کہہ رہے ہیں: اے میرے غیور چچا! آپ تو یہاں آرام کر رہے ہو' میں بتانا چاہتا ہوں آپؑ کی بہنوں پر کیا گزر رہی ہے۔

ہائے! میرا غیرت مند چچا عباسؑ! آپؑ کی زینبؑ وکلثومؑ ننگے سر کبھی بازاروں میں جا رہی ہیں' کبھی درباروں میں......

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

maablib.org

مجلسِ چہارم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ٥ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (سورۂ مریم' آیات ۵،۶)

تربیتِ اولاد

ابتدا ہی میں ایک مرتبہ پھر اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ یہ ایک ایسا موضوع نہیں ہے کہ جو یہ خیال کیا جائے کہ فقط شادی شدہ افراد یا صاحبِ اولاد افراد کے لیے ہی ہے بلکہ اس موضوع کی اہمیت ہمارے بچوں کے لیے بھی اتنی ہی ہے جتنی بڑوں کے لیے' لیکن بہت ساری باتیں ایسی ہیں جو اپنے حساب سے جیسے جیسے بات آگے بڑھے گی وہاں پر آئیں گی۔

یہ جملہ مجھے اس لیے کہنا پڑا کہ بعض افراد نے اس حوالے سے کچھ مشورے بھی دیے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ یہ کہا گیا کہ تربیتِ اولاد کے حوالے سے آپ ایک اسلامی سکول کے قیام کے بارے میں بھی کچھ بتائیے۔

جہاں جہاں میں نے اس کے علاوہ مجالس پڑھی ہیں وہاں تو یہ موضوع ضرور آیا لیکن ابھی ذرا ٹھہر جائیے! ابھی تو بچہ پیدا بھی نہ ہوا' ماں کے پیٹ میں ہے اور ماں حاملہ ہے' ابھی سکول تو ذرا دور کی منزل ہے۔

انشاء اللہ! پورا عشرہ ہے آ جائے گی یہ بات' یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے یہاں

پاکستان میں یا کراچی میں اچھے سکولوں میں داخلہ اتنی مشکل سے ملتا ہے کہ بچہ داخل ہونے سے پہلے لوگ ویٹنگ لسٹ میں اس کا نام لکھواتے ہیں اور کچھ تاریخ پیدائش کے اعتبار سے کلاسوں کا فیصلہ ہوتا ہے' پلاننگ بھی اس اعتبار سے کی جاتی ہے کہ اگر سکول والے راضی ہوں ویٹنگ میں نام لکھنے کے لیے تو اس کے بعد والدین یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اولاد کب ہونی چاہیے؟ اور کس طرح ہونی چاہیے؟ جیسا کہ آپ نے چوتھی تقریر میں سنا ہوگا کہ ماں کا حاملہ ہونا اولاد پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ یہ موضوع چل رہا ہے' تو یہ مرحلہ انشاءاللہ آئے گا۔

ایک دوسری گزارش یہ ہے کہ کیونکہ بہت کم مومنین کرام ایسے ہیں کہ جو باقاعدگی سے آرہے ہیں' تو یہ جو مجمع میں تبدیلی ہوتی ہے اس کی وجہ سے بھی بعض اوقات مسائل پیدا ہو جاتے ہیں کہ کبھی کبھار مجلس کا ایک خلاصہ کہیں سننے کو مل گیا۔

دو ہفتے پہلے ہماری تقریر تھی کہ تربیتِ اولاد کا ایک اہم ترین حصہ یہ ہے کہ انسان فی الحال اور مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ یہ لفظ میں نے استعمال کیا تھا کہ فی الحال اپنی مادری زبان کو فراموش نہ کریں' اس کے اندر کہیں یہ پہلو نہیں تھا کہ اس وقت ساری دنیا میں انگریزی زبان پھیل چکی ہے تو اس کے روکنے کی کوشش کی جارہی ہے یا پہیے کو اُلٹا گھمایا جارہا ہے بلکہ مجھے یہاں تک یاد ہے کہ میں نے یہ عرض بھی کیا تھا کہ ہماری نسل کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسی زبان کو جو آنے والے زمانے میں اور ترقی کرے گی لیکن جو ایک فطری طریقہ ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ ہوتا' تو اس وقت کی جو نسل ہے اس کی اہمیت زبان کے اعتبار سے بھی بہت اہم ہے یعنی ان کی یہ ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ اسی انگریزی زبان کو اسلامی زبان بنائے اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کی ایک مثال بھی دی تھی اور کہا تھا کہ یہ کوئی ناممکن چیز نہیں ہے کہ عربی سے اُردو زبان جس طرح بنی۔

اُردو زبان حالات کی وجہ سے' ہندوستان کے مقامی کلچر کی وجہ سے وہاں کے ماحول کی وجہ سے بنی اور آہستہ آہستہ ہندوستان کی زبان فارسی بنی' فارسی اور ہندی کے ملنے کے نتیجے میں اُردو بنی ہے اور آج ایسی زبان بن گئی کہ غالباً عربی کے بعد زیادہ اسلامی لٹریچر اُردو میں ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کی تحقیق یہ ہے کہ فارسی سے بھی زیادہ۔

یہ سارے مراحل وہ ہیں کہ جو آہستہ آہستہ طے پائیں گے ہمارے یہاں جو طریقہ کار اختیار ہوا ہے کہ ایک دم سے مادری زبان کو بند کر کے دوسری زبان کو اختیار کیا گیا۔ اس کے نقصانات بیان کیے جا رہے تھے' اس میں کہیں بھی یہ پہلو نہیں تھا' مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ یہ آپ کی اپنی ذمہ داری ہے کہ اسی زبان کو اسی طرح سے اسلامی زبان بنائیں کہ جیسے ہمارے بزرگوں نے اُردو کو اسلامی زبان بنا کر دکھایا اور یہیں پر ایک غلط فہمی جو شاید! اس مجمع کی تو نہ ہو لیکن چونکہ بعض ایسی وجوہات کی بنا پر یہ مجالس یہاں کے مجمع سے زیادہ باہر کا مجمع سن رہا ہے۔ وہ ہے انٹرنیٹ کے ذریعے سے' جس میں ہمیشہ ایک مسئلہ پیش آتا ہے کہ جو مجلس پڑھی جاتی ہے یا تقریر کی جاتی ہے۔ جس جگہ کی جا رہی ہے کچھ خاص وہاں کے حالات ہوتے ہیں اور انٹرنیٹ جہاں جہاں سنا جاتا ہے وہاں کے حالات ذرا مختلف ہوتے ہیں تو یہ خیال کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن انٹرنیٹ پر سننے والوں کو یہاں کے مقامی حالات نہیں پتہ ہوتے۔ کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ مسائل مجلسوں میں بھی نظر آتے ہیں اور اس طرح کے لیکچرز میں بھی اس لیے میں بہت زیادہ راضی اور خوش تو نہیں ہوتا ہوں کہ کسی خاص علاقے کی جو لوکل عوام ہے وہاں کی تقریر انٹرنیٹ سے کہیں ...ر پہنچا کر ان لوگوں کو پریشان کیا جائے اور وہ لوگ پھر سوالات کر کر کے ہمارا time خراب کریں۔

لیکن بہرحال!......

کچھ اس حوالے سے رابطے ہوئے۔ جہاں پر ایک بات میں یہ بھی عرض کر دوں انگریزی زبان کی اہمیت تو آپ نے سنی لیکن ذرا پس منظر بھی انسان کے پاس ہونا چاہیے۔

ہمارے موجودہ مراجع حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید علی سیستانی مدظلہ العالی خصوصیت سے فقہی مسائل میں بھی یہ فرماتے ہیں: "تاریخ کا علم مرجع کے لیے بہت ضروری ہے"۔ یہ تاریخ نہ جاننے کا نتیجہ تھا ہے کہ ایک شخص نے انگریزوں کی حمایت کرتے ہوئے یہ جملہ quote کر دیا کہ انہوں نے جتنا نقصان پہنچایا ہو لیکن دنیا کو مستحق کر دیا زبان کے حوالے سے۔ یہ جملہ سراسر تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ دنیا میں جب بھی کوئی قوم اُبھر کر اوپر آتی ہے اور دنیا کے اندر اس کی طاقت چھا جاتی ہے تو اس کی زبان چلنے لگتی ہے۔

جب روم کا زمانہ تھا تو رومن زبان اس طرح سے چل رہی تھی اور جب مسلمانوں کا زمانہ آیا' سات سو سال تک۔ عربی زبان کی یہی اہمیت ہے اور صرف جاہل اور جنگلی لوگوں کے علاوہ باقی سب عربی سیکھتے تھے' جیسے آج انگریزی سیکھتے ہیں۔ اگر ہندوستان اور پاکستان کے دیہات میں انگریزی نہیں سمجھی جاتی یا امریکہ کے جنگلی انگریزی نہیں جانتے' تو یہی تو کہا جاتا ہے نا، کہ وہ ہیں ہی جاہل۔ یہی زمانہ تھا جب مسلمان دنیا میں چھائے ہوئے تھے۔ اس وقت یورپ تھا' یورپ ایسے ہی سمجھا جاتا تھا جیسے یہ آج کل کے جنگلی' باقی ساری دنیا کے اندر عربی زبان ہی چلتی تھی اور جتنی بھی ترقی یافتہ دنیا تھی آج اگر آپ دیکھیں گے کہ پینتالیس ملکوں کی نیشنل زبان عربی ہے تو یہ

پینتالیس ممالک سارے کے سارے مکہ اور مدینہ تھوڑے ہیں۔ باقاعدہ عربی کو اختیار کیا گیا لیکن وہ ایک الگ بات ہے جس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب مسلمانوں کی بادشاہت تھی تو ان کی زبان چل رہی تھی۔ آج پہلے انگلینڈ پھر امریکہ کی وجہ سے انگلش چل رہی ہے تو یہ کہنا کہ فقط اسی دور میں یہ ہوا ہے کہ زبان کے معاملے میں ساری دنیا ایک ہو گئی ہے یہ تاریخ سے سراسر ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور کوئی تعجب نہیں ہے کہ آگے چل کر کوئی اور قوم اس طرح چل کر سامنے آئے تو اس کی زبان چلنے لگے۔

ذرا سا فرق صرف اس بات سے پڑا ہے کہ کمپیوٹر کی ترقی کی وجہ ان ملکوں کے لیے بھی انگریزی مجبوری بن گئی ہے جو انگریزی سے شدید نفرت کرتے تھے جیسے فرانس، جرمنی اور جاپان۔ لیکن یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ وہ انگریزی کو سمجھنے والے وہ اتنا پریشان ہیں کہ یہ کمپیوٹر تو ہماری انگریزی کو خراب کر رہا ہے یہ ایک نئی زبان بنتی جا رہی ہے۔

یہ چند جملے میں نے اس لیے کہہ دیے کہ ایک طرف میں اس زبان کی اہمیت کو جانتا ہوں دوسری جانب میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ بلاوجہ کسی پریشانی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سات صدیوں تک مسلمانوں نے حکومت کی تو اس وقت عربی کا سکہ چلتا تھا اور اس طرح چلتا تھا کہ فرانس اور جرمنی سے لوگ عربی کو سیکھنے کے لیے سپین آتے تھے جبکہ وہاں پر سپین میں اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ جیسا کہ ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے۔

پتہ نہیں یہ صحیح ہے کہ غلط ہے لیکن یہ بات تو طے شدہ ہے کہ سپین میں مسلمانوں نے جتنی ترقی کی تھی وہی سب بعد میں یورپ میں منتقل ہوئی تھی اور زبان کی تبدیلی کے ساتھ اسے بنا بنا کر پیش کیا گیا لیکن یہ آج کا موضوع نہیں ہے چند جملے صرف اس لیے

زبان بچوں آ گئے کہ میں نے اپنے بچوں اور نوجوانوں کو چھوڑیے بزرگوں تک کو اس حوالے سے پریشانی میں مبتلا دیکھا ہے' یہ صرف سو ڈیڑھ سو سال کی بات ہے کہ انگریزی اس طرح سے پھیلی اور یہ صرف کمپیوٹر کی وجہ سے آثار ہیں کہ یہی کمپیوٹر دنیا میں ایک نئی زبان بنائے گا اور اس طرح انگریزی کا خاتمہ بھی کرے گا۔

لیکن خیر!......

یہ آج کا ہمارا موضوع نہیں ہے۔

آئیے!......

اصل مسئلے پر بات شروع کی جائے۔ اصل مسئلہ یہ ہے' تربیت اولاد' لیکن تربیت اولاد سے مطلب کیا؟

تربیت کہتے کسے ہیں؟......

اچھا!......

اتنا عرض کر دوں کہ میں نے اپنے حوزہ علمیہ سے جو کچھ استفادہ کیا وہ اپنی جگہ ہے اس کے علاوہ کچھ دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی ہے اور اس کے اندر ایجوکیشن کے حساب سے بھی میرے پاس ایک ڈگری ہے اور اس وقت ہمیں یہ پڑھایا جاتا تھا کہ خاص طور پر انڈیا اور پاکستان کے اندر جسے ہم ایجوکیشن کہتے ہیں' یہ ایجوکیشن نہیں ہے یہ ایک انسٹرکشن ہے۔

دو لفظ ہیں: ایک ہوتا ہے انسٹرکشن اور ایک ہوتا ہے ایجوکیشن۔ انسٹرکشن یہی ہے کہ آپ پڑھاتے گئے' بچہ اس کو یاد کرتا گیا اور آگے اس کی مرضی ہے کہ وہ کس طریقے سے ان چیزوں کو اپنی زندگی میں نافذ کرے اور ایجوکیشن کا مطلب ہے صرف

تربیت دینا' جو کچھ اسے پڑھایا گیا' اسی طریقے سے پڑھانا کہ ان چیزوں کو اس کی زندگی میں داخل کر دینا۔

بہر حال!......

جب ہم ایجوکیشن کا کورس کر رہے تھے' ہم کو بار بار بتایا گیا کہ دنیا میں زیادہ تر جس چیز کو ایجوکیشن کہا جاتا ہے وہ ایجوکیشن نہیں ہوتی وہ انسٹرکشن ہوتی ہے جس کے اندر بعد میں آزادی ہے اس کے پاس کہ وہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔

ایجوکیشن' جس کا صحیح ترجمہ ہے تربیت۔

تربیتِ اولاد سے مطلب کیا ہے؟

چنانچہ!......

آج میں نے تربیتِ اولاد کے موضوع کے لیے سورۂ مریم کی ایک آیت کی تلاوت کی اور یہ آیت دو وجوہات کی وجہ سے تلاوت کی گئی: پہلی وجہ یہ کہ جو باتیں تربیتِ اولاد میں ابھی ہونی ہیں یا جو ہو چکی ہیں وہ اپنی جگہ۔

تربیت کا مطلب کیا ہے؟......

کیسی تربیت اسلام چاہتا ہے؟

ایک تو اس کا جواب اسی آیت میں ہے اور دوسرا ساتھ میں ایک سوال اور ہے۔ وہ سوال تو نہیں ہے جیسا میں نے آج کی تقریر کے شروع میں کیا اور پچھلے اتوار کی جو مجلس تھی اس کے شروع میں بھی کہا اور یہ اکثر کہنا پڑے گا کہ یہ سارے موضوع خصوصاً جن کا تعلق اولاد سے ہے' ان سب کے حوالے سے سننے والے یہی سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں منبر سے تو بڑی اچھی لگتی ہیں لیکن اتنے بڑے کلچر کے مقابلے میں اور اتنے زبردست

میڈیا کے مقابلے میں، یہ توقع کرنا کہ ہم اپنے گھروں یا اپنے بچوں کو بچا کر لے جائیں گے تو یہ ایک حماقت ہے۔ جسے کہا جاتا ہے کہ ہم ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلی تقریر میں، میں نے بھی ایک نکتہ میں عرض کیا تھا آج بھی کہہ رہا ہوں اور آئندہ تقاریر میں آتا رہے گا کہ دل میں یہ خیال قطعاً نہ آنے پائے۔ مومن کے لیے عمل سے زیادہ اہم اس کی نیت ہے۔ نیت کو ہمیشہ طاقت ور رکھیں۔ ہمیشہ یہ سمجھیں کہ مجھے کامیاب ہونا ہے۔ یہ جو آیت میں تلاوت کر رہا ہوں اس میں ایک message اس سے بھی متعلق ہے اور بار بار اسے دُہرانا پڑے گا ورنہ یہ گفتگو بے معنی سی نہ ہو جائے۔ قرآن کریم سورۂ مریم کے بالکل شروع میں جنابِ مریمؑ کے جو تربیت کرنے والے ہیں۔ بعض روایات میں ہے ان کے خالو حضرت زکریاؑ، ان کا واقعہ نقل کر رہا ہوں۔

تو دو لفظ آتے ہیں، دو چیزیں آتی ہیں بلکہ تین چیزیں: ایک تو یہ پتہ چل رہا ہے کہ انسان کو اولاد اگر چاہیے تو کس لیے چاہیے؟ قرآن کیا مقصد بتاتا ہے؟ اللہ کیا مقصد بتاتا ہے؟

دوسرا یہ کہ تربیت اولاد کسے کہتے ہیں؟

تیسرا یہ کہ جب بھی اپنے آپ کو دیکھو تو یقیناً یہ سمجھو کہ ہم دنیا کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں لیکن جب یہ دیکھو کہ اللہ تمہارے لیے اسباب فراہم کر سکتا ہے تو پھر یہ مت سوچو کہ مجھے دنیا سے لڑنا ہے بلکہ یہ خیال کرو کہ اللہ اور دنیا کا مقابلہ ہے میں تو فقط اور فقط سروس دینے والا ایک آدمی ہوں۔

جملے کی وضاحت ابھی ہوتی ہے!......

کٓهٰیٰعٓصٓ ○ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا

(سورۂ مریمؑ آیات ۱،۲)

حضرت زکریاؑ کا واقعہ جو جناب مریمؑ کے خالو ہیں اور جناب زکریاؑ کی ایک دعا قرآن نقل کر رہا ہے۔

وہ کیا دعا ہے؟......

دعا یہ ہے:

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا (سورۂ مریمؑ آیہ ۵)

"اے میرے پروردگار! اپنی رحمت سے مجھے میرا ولی اور وارث عطا کر۔"

پہلے آیتوں میں ذرا تشریح بھی ہے:

اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ (سورۂ مریمؑ آیہ ۵)

"جو اس وقت میرے دوسرے وارث ہیں ان سے مجھ کو ڈر لگ رہا ہے۔"

اب میں اُدھر نہیں جا رہا اس لیے کہ آج کا موضوع حضرت زکریاؑ ہے' حضرت مریمؑ نہیں ہے' لیکن پہلے یہ بتایا کہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے میرے وارث بن سکتے ہیں:

اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ (سورۂ مریمؑ آیہ ۵)

"مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ میرے بعد یہ کیا کیا تباہیاں پھیلا دیں گے۔"

چنانچہ!......

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا (سورۂ مریمؑ آیہ ۵)

"اے میرے پروردگار! مجھے میرا ایک ولی اور وارث اولاد کی صورت میں چاہیے۔"

يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (سورۂ مریمؑ آیہ ۶)

"جو میرا وارث بھی بنے اور پورے خاندانِ یعقوبؑ کا وارث بنے۔"

وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (سورۂ مریمؑ آیہ ۶)

"اور اے میرے پروردگار! اسے بنا دے کہ تیری بارگاہ میں وہ پسندیدہ قرار پائے۔"

باپ اولاد اس لیے چاہتا ہے کہ کہتا ہے کہ میری زینت' میرا قوتِ بازو' میری آنکھوں کی روشنی' میری کمر کا سہارا' میرا بڑھاپا اس حوالے سے گزرے گا اور حضرت زکریاؑ دعا مانگ رہے ہیں:

وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (سورۂ مریمؑ آیہ ۶)

"خداوندا! جو ولی وارث میں تجھ سے مانگ رہا ہوں اسے ایسا قرار دے کہ تُو! اس سے راضی ہو' تیری بارگاہ میں وہ پسندیدہ قرار پائے' تیری بارگاہ میں وہ ایک اچھا بیٹا ثابت ہو۔"

اب دیکھیے!......

یہاں پر باپ اگرچہ ڈر رہا ہے کہ اگر بیٹا ہوا تو میرے خاندان پر کیا گزرے گی؟ مگر پھر بھی وہ صرف اولاد کی تمنا نہیں کر رہا ہے کہ مجھے کوئی کسی قسم کی اولاد مل جائے۔

کہا: نہیں! اولاد ملے ایسی کہ تو! اس سے راضی ہو۔

تو کیسی اولاد ہونی چاہیے؟ تربیت کیسے کرنی ہے؟ تربیت کیسے کرنی ہے؟......

ایسی اولاد کہ جیسی اللہ چاہتا ہے' وہ اللہ کو راضی کرنے کا سبب بنے' ماں باپ کے دل کی ٹھنڈک ہو کہ نہ ہو' یہ بعد کا مرحلہ اور مسئلہ ہے۔

اور یہیں پر یہ دعا تو مانگ لی لیکن سورۂ مریمؑ کی تیسری آیت میں:

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ نِدَآءً خَفِيًّا (سورۂ مریم' آیہ ۳)

"وہ دعا مانگ رہے تھے لیکن بہت آہستہ آواز میں دعا مانگ رہے تھے۔"

یہ قرآن نے بہت عجیب لفظ استعمال کیا:

خَفِيًّا (سورۂ مریم' آیہ ۳)

خدا کو آواز تو دے رہے ہیں لیکن بہت ہی آہستہ آہستہ اور بہت ہی چپکے چپکے۔

وجہ کیا ہے آہستہ آواز دینے کی؟......

معصومینؑ نے تفسیر بیان کی ہے لیکن اس کے بعد قرآن وجہ بھی بتا رہا ہے۔

وجہ کیا بتا رہا ہے؟......

دعا تو کی اللہ سے لیکن دعا کرنے کے بعد جب اللہ نے کہا:

يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ٱسْمُهُۥ يَحْيَىٰ (سورۂ مریم' آیہ ۷)

"اے زکریا! چلو ہم نے تمہاری دعا قبول کر لی ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں اس بیٹے کی جس کا نام یحییٰؑ ہے۔"

لیکن دعا قبول ہوئی' نبیؑ کی دعا ہے' نبیؑ کی دعا قبول ہوئی اور نبیؑ اپنی دعا پر

حیران رہ گیا' پریشان ہو گیا۔

کیوں پریشان ہو گیا؟......

وَ كَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا

(سورۂ مریم' آیہ ۸)

اب وجہ بتا رہے ہیں!......

کہا: "اے خدا! میرے یہاں بیٹا پیدا ہو گا میں تو بڑھاپے کی آخری سرحدوں تک پہنچ چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے' عاقر ہے' اس کے یہاں تو اولاد ہو ہی نہیں سکتی"۔

یہ قرآن میں سورۂ مریم کی ابتدائی آیات ہیں کہ میں بھی بڑھاپے کی آخری حدوں تک پہنچ چکا ہوں۔ جیسا کہ پھر تفاسیر میں آیا کہ ان کی بیوی کی عمر تقریباً اٹھاسی (۸۸) سال تھی اور ان کی اپنی عمر تقریباً سو سال تھی۔

کہہ رہے ہیں: میں بڑھاپے کی آخری حد میں ہوں۔ بیوی بوڑھی بھی ہیں اور بوڑھے ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ وہ بانجھ بھی ہے اور اولاد ممکن نہیں ہے۔

اب دیکھئے!......

امامؑ نے فرمایا: اس لیے جب دعا مانگ رہے تھے اور دعا اس لیے مانگ رہے تھے کہ اپنے چاروں طرف دیکھا کہ خاندان والے' گھر والے کیا کیا توقعات باندھ کر بیٹھے ہیں۔ ان کا انتقال ہو گا' ان کی جائیداد' ان کا دین' ان کی وراثت جب ہم کو ملے گی تو ہم یہ گل کھلائیں گے' اس کو دیکھتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں۔

خداوندا! میرا ایک بیٹا ہونا چاہیے۔

حالانکہ خود پتہ ہے کہ سو سال کا بوڑھا آدمی ہے۔ اٹھاسی (۸۸) سال کی بوڑھی

بیوی کے حوالے سے یہ دعا مانگے کہ اولاد ہو تو نیک ہو:

نِدَآءً خَفِيًّا (سورۂ مریم' آیہ ۳)

شرمائے جا رہے ہیں اس دعا پر' آہستہ آہستہ چپکے چپکے خدا سے درد دل کہہ رہے ہیں۔

میں نے ساری تفصیل کیوں بیان کی؟......

میں نے تفصیل اس لیے بیان کی کہ اگرچہ قرآن نے کئی جگہ پر خدا کی قدرت کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہاں خاص اولاد کے حوالے سے خدا کی قدرت کا تذکرہ کیا کہ یہ مت سمجھو کہ اولاد کے اندر سارا رول تمہارا ہے' تم تو فقط ایک ذریعہ ہو' دینے والا تو اللہ ہے۔

حضرت زکریاؑ کے واقعہ میں آیا کہ خود باپ اور ماں حیران ہو گئے کہ ہمارے ہاں اولاد کیسے ہوگی؟ لیکن اللہ نے اولاد دے دی۔

وہ تو اتنا بڑا مسئلہ تھا جو آج کی سائنس کے لحاظ سے ناممکن تھا جب وہ حل ہو گیا۔ تمہیں تو خالی تربیت کرنا ہے۔ گھبرانا نہیں کہ ماحول بہت بُرا ہے' پریشان نہ ہونا میڈیا کا اثر بہت زیادہ ہے' ڈر نہ جانا' بغیر لڑے ہتھیار نہ ڈال دینا' جو پروردگار زکریاؑ کی دعا ایسی حالت میں قبول کر سکتا ہے کہ خود زکریاؑ کو یقین نہیں آ رہا۔ وہ حیران ہو کر کہتے ہیں کہ دعا کیسے قبول ہو گئی؟ وہ تربیت کے حوالے سے ہماری اور آپ کی مدد کیوں نہ کرے گا؟

لیکن ہاں!......

بس!......یہی بات!

یہ خیال رکھنا کہ مسئلہ ہے کتنا اہم اور یہ خیال رکھنا کہ خالی اپنی طاقت سے ہم اس کو نہیں حل کر سکتے ہیں' ہمیں اللہ کی مدد چاہیے۔

چنانچہ آئیے!......

صحیفۂ کاملہ' اُختُ القرآن' قرآن کی بہن' اس کے اندر میرے چوتھے امامؑ کی ایک دعا ہے جس کا تعلق ہے اولاد سے' اس دعا کا فقط ایک ٹکڑا پڑھ رہا ہوں:

وَاَعِنِّیْ عَلٰی تربِیَتِهِمْ وَ تَاْدِیْبِهِمْ وَ بِرِّهِمْ (صحیفۂ کاملہ)

یہ چوتھے امامؑ کی دعا جو صحیفۂ کاملہ میں آج بھی موجود ہے:

"اے میرے پروردگار! میری مدد فرما' میری اعانت کر' میرا معاون بن جا' میری مدد فرما۔"

عَلٰی تربِیَتِهِمْ

"اولاد کی تربیت کے حوالے سے"

وَ تَاْدِیْبِهِمْ

"اور انہیں ادب سکھانے کے لیے"

وَ بِرِّهِمْ

"اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں۔"

مسئلہ اتنا اہم کہ میرا چوتھا امامؑ دعا کے ذریعے سے پیغام دے رہا ہے کہ میں امامِ معصومؑ بارگاہِ خدا میں دعا کر رہا ہوں:

"اے خدا! مجھے تیری قوت چاہیے' مجھے تیری مدد چاہیے' مجھے تیری

اعانت چاہیے تاکہ میں اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرسکوں اور میں
انہیں انداز سے ادب سکھا سکوں۔"

دعا نے ہمیں یہ سبق دیا کہ جب بھی انسان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ مجھے اولاد چاہیے تو پہلے وہ ایک ٹارگٹ مقرر کرے کہ کیوں چاہیے؟ اس لیے چاہیے کہ ایسی اولاد بنے جو اللہ کو خوش کرنے والی اولاد ہو' ایسی اولاد بنے جو اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ اولاد ہو اور پھر یہ دعا بھی ساتھ ساتھ ہو کہ اے اللہ! میں اکیلا اس کی تربیت نہیں کرسکتا ہوں' مجھے تیری مدد چاہیے۔ جب خدا کی مدد آ گئی تو چاہے امریکہ کا میڈیا بڑا طاقت ور ہو اور ماحول خراب ہو یہ سارے مسئلے حل ہو جائیں گے' بشرطیکہ یہ دو چیزیں آدمی کے ذہن میں بیٹھ جائیں: پہلی چیز یہ کہ اللہ سے مدد لے کر آگے بڑھتا ہے' دوسری چیز یہ کہ بہرحال اس فریضے کی اہمیت کو سمجھتا ہے۔

اب آج کی مجلس کا موضوع' اس لیے کہ ہر مجلس کا پھر ایک اپنا بھی موضوع ہوتا ہے چنانچہ پچھلی تقریر میں جو بات ہو رہی تھی کہ جب اولاد ابھی آئی ہے یعنی ماں کے پیٹ میں ہے' ماں حاملہ ہے۔ تربیت تو اصل میں وہاں سے شروع ہو جاتی ہے بلکہ اس سے بھی پہلے شروع ہو جاتی ہے پچھلی تقریر کا موضوع ہے۔

ذرا اور پیچھے جائیے!......

ماں حمل کے دوران جو خیالات ذہن میں رکھتی ہے وہ سب کے سب اولاد میں منتقل ہوتے ہیں۔ یہ ہر پڑھا لکھا انسان جانتا ہے کہ ماں اپنی اولاد پر وہ سارے اثرات ڈالتی ہے جس کا تعلق فقط کھانے سے نہیں ہے۔

ہمارے بزرگ تو فقط کھانے پینے کے حوالے سے عورت سے احتیاط کرواتے

تھے نا، کہ بھئی! اس وقت تم! حاملہ ہو اس لیے فلاں چیز نہ کھانا نقصان پہنچ جائے گا۔ لیکن اسلام کے نزدیک اور میڈیکل سائنس کے نزدیک جو ماں کے خیالات ہیں وہ اولاد میں منتقل ہوتے ہیں۔ پچھلی تقریر کا موضوع ذہن میں رکھیے گا کہ حمل کے دوران ماں کو احتیاط کرنا ہے۔

نہیں!......

حمل کی جہاں سے ابتدا ہو رہی ہے وہاں پر بھی اسلام اتنی زیادہ احتیاط کا قائل ہے مگر کیا کیا جائے؟ یہ موضوع ایسا ہے کہ جو ہمارے منبر پر مکمل کر بیان نہیں ہو سکتا ہے اس میں صرف آپ کو بتایا جائے گا کہ صرف آپ جا کر کتابیں پڑھیے۔ جہاں سے حمل کی ابتدا ہو رہی ہے' جب شوہر اور بیوی اپنی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں۔ جہاں سے اولاد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس موقع پر کتنی احتیاط اسلام نے بتائی؟

دیکھو! بات چیت نہ کرنا۔ دیکھو! کوئی نہ سمجھ بچہ بھی وہاں پر نہ ہونے پائے۔ دیکھو! یہ احتیاط کرو۔ دیکھو! وہ احتیاط کرو۔

ہر ایک کی وجہ بھی بتائی جا رہی ہے' ورنہ تمہاری اولاد اندھی پیدا ہو گی' ورنہ تمہاری گونگی پیدا ہو گی' ورنہ تمہاری اولاد شقی پیدا ہو گی۔

شقی!......

ایک ہوتا ہے کہ کوئی آدمی گناہ کرے' غلطی کرے' قانون توڑے اپنے کسی فائدے کے لیے یا کسی نقصان سے بچنے کے لیے۔ ایک وہ ہوتے ہیں جن کو مزہ آتا ہے قانون توڑنے میں' اسی طرح سے گناہ' ایک تو یہ ہے کہ آدمی گناہ کرے ان مجبوریوں کی وجہ سے جنھیں اسلام کوئی مجبوری نہیں مانتا' لیکن چلیں! ہم نے اور آپ نے اسے

مجبوری بنا لیا وہ بھی اپنی جگہ حرام ہے' وہ آدمی گنہگار ہے' وہ ظالم ہے اور ایک ہے کہ کوئی ضرورت بھی نہیں ہے گناہ کرنے کی لیکن بس! یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم نہیں مانتے شریعت کو' ہم نہیں مانتے ان مولانا کو' ہم نہیں مانتے اس مسئلے کو' ہم نہیں مانتے اس کتاب کو۔ ضرورت نہیں ہے پھر بھی وہ گناہ کر کے دکھانا' یہ شقی کی ایک تعریف ہے۔

اب شوہر اور بیوی کے تعلقات میں جو لفظ آتا ہے کہ دیکھو! فلاں غلطی نہ کرنا ورنہ بچہ شقی پیدا ہوگا یعنی ویسا پیدا ہوگا جس کی وجہ سے آج بہت سے والدین کو پریشانی ہے کہ ضرورت بھی نہیں ہے شریعت کے قانون کو توڑنے کی' وہ بھی توڑتا ہے' مزہ آتا ہے اس کو۔

آخر کہاں سے یہ آیا؟......

ہوسکتا ہے اس کی بنیاد وہ مرحلہ ہو جس کی تفصیل آپ کو کتاب "تہذیب آلِ محمدؐ" میں ملے گی۔

دیکھئے!......

میں نے اب ایک جملہ کہہ دیا کہ آپ کو پڑھنا ہے حضرت علامہ محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "حلیۃ المتقین"۔ جس کا انگریزی ترجمہ بھی ہے اور اُردو ترجمہ بھی ہے۔ اُردو ترجمہ "تہذیب الاسلام" اور "تہذیب آلِ محمدؐ" کے نام سے اتنا مشہور ہو گیا کہ غالباً تحفۃ العوام کے بعد جو دوسری مشہور ترین کتاب اُردو لٹریچر میں ہے وہ یہی تہذیب الاسلام ہے' وہاں دیکھ لیجیے۔

ماں کے اثرات' ماں کے خیالات!......

کب؟......

یہ اثرات کس طرح اولاد میں منتقل ہوتے ہیں' اس کے اندر منفی قسم کے واقعات آپ نے پچھلی تقریر میں سنے' ماں کی خرابیاں۔

اب آیئے!......

اس کی مثبت قسم۔ ہماری تاریخ میں' ہماری تاریخ سے مطلب اگرچہ پیغمبرؐ سے لے کر آج تک کی تاریخ ہے لیکن عام طور پر جب میں یہ لفظ کہتا ہوں اس وقت اس کا مطلب ہوتا ہے ہمارے علما اور مراجع کا زمانہ' اس تاریخ میں دو بھائیوں کا ایک ایسا جوڑا ہے۔ دو بھائی ہیں' ایک بڑے ہیں اور ایک چھوٹے' پڑھے لکھے آدمی کے سامنے اگر ان کا نام لے لیا جائے پوری ان کی تاریخ ذہن میں آ جائے گی۔ ایک نام ہے "سید مرتضٰیؒ" اور ایک نام ہے "سید رضیؒ"۔ شیخ مفیدؒ کے شاگرد اور شیخ طوسیؒ شیخ الطائفہ کے استاد اور دونوں اپنے زمانے کی بہت ہی عظیم شخصیات بنے۔

سید مرتضٰیؒ کو تو ایسے زمانے میں مرجعیت ملی کہ جب ایسے ایسے علم کے پہلوان موجود تھے' اس میں اپنے آپ کو مرجع کہلوا لینا یہ خود اس شخصیت کی عظمت کی ایک دلیل ہے۔ مولاؑ نے انہیں لقب دیا تھا "علمُ الھدیٰ" یعنی ہدایت کا علم' ہدایت کا پرچم۔ وہ اس طرح کہ اس زمانے میں عباسی خلافت کا سلسلہ چل رہا تھا اور ایک عباسی وزیر کو کوئی مسئلہ پیش آیا اس نے منت مانی مولاؑ کے حوالے سے بھی' قبر پر بھی گیا' اگرچہ اس وقت مولاؑ کا روضہ اس انداز سے نہیں بنا تھا جیسے آج ہے لیکن قبر مولائے متقیانؑ تو تھی' تو اس نے اپنا عمل جب مکمل کیا تو خواب میں مولاؑ آئے۔

کہا: میرے بیٹے علم الہدیٰ کے پاس جاؤ۔

اس نے گھبرا کر پوچھا: یہ کون؟

کہا: سید مرتضیٰ۔

دوسرے بھائی ان سے چھوٹے ہیں سید رضیؒ، جن کے اگرچہ خود اپنے حالات اتنے تفصیلی ہیں کہ جو ایک تقریر کا موضوع ہے مگر سید رضیؒ کے حالات آپ کو ایک جگہ سے بہت آسانی سے مل سکتے ہیں۔ نہج البلاغہ کا کوئی بھی اُردو ترجمہ دیکھ لیجیے اس کے شروع میں پورے سید رضیؒ کے حالات ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نہج البلاغہ تو مولاؑ کے خطبات ہیں' اس میں سید رضیؒ کے حالات کیوں آ گئے؟

اس لیے آ گئے کہ نہج البلاغہ کو جمع سید رضیؒ نے کیا ہے۔ یہ اتنا بڑا کام' یہ نہج البلاغہ اَخُ القُرآن جسے قرآن کا چھوٹا بھائی کہا جاتا ہے۔ یہ سید رضیؒ کا کارنامہ ہے' یہ ان کی خدمت ہے' یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے۔

یہ دونوں بھائی' ان کے بہت ہی عجیب عجیب واقعات ہیں۔

وہ واقعہ بھی انہی کا ہے کہ شہزادیؑ نے بھی انہی دونوں بھائیوں کے بارے میں آ کر شیخ مفیدؒ کو حکم دیا تھا کہ میرے دو بیٹے کل تمہارے پاس آئیں گے ان کو پڑھا دینا۔

اب ان دو بھائیوں کا واقعہ یہ کہ ان کے استاد بھی حیران جو تاریخ شیعیت کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک ہیں' شیخ مفیدؒ اور یہ خود بھی حیران کیوں ہیں؟

جب ان کی حوزہ علمیہ کی تعلیم شروع ہوئی تو اتنی تیزی کے ساتھ انہوں نے تعلیم

حاصل کرنا شروع کر دی یعنی ان کی progress اتنی تیز کہ ان کے استاد جن کی ساری زندگی خدمت دین میں گزری وہ بھی حیران ہو گئے۔

ایک مرتبہ ان سے کہا: کیا یہ ساری چیزیں تم نے پہلے پڑھی ہیں یا دُہرانے آئے ہو؟

کہا: نہیں! پہلی دفعہ سنا ہے۔

کہا: پھر کیا وجہ ہے کہ جب بھی میں کوئی نیا سبق شروع کرتا ہوں' ابھی میں نے آدھی بات کہی اور تمہارے چہروں سے بھی لگ گیا اور بعد میں جب سوال ہوتے ہیں اس سے بھی لگتا ہے جیسے تمہاری سمجھ میں ساری باتیں پہلے سے ہیں۔

اور وہ خود کہہ رہے ہیں: ہاں! ہم خود حیران ہیں' ہماری بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ادھر آپ نے کوئی بات شروع کی اور ہمیں ایسا لگا کہ یہ ساری باتیں ہم پہلے سے سنے ہوئے ہیں۔

اور عمر اتنی کم کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ دُہرا رہے ہوں۔ آخر دونوں بھائیوں نے اس دن واپس گھر آ کر اپنی ماں سے کہا: مادر گرامی! آج ہمارے استاد نے ہمیں حیران کر دیا' یعنی شیخ مفیدؒ۔

شیخ مفیدؒ اپنے زمانے کے امام خمینیؒ تھے۔ شیخ مفید اپنے زمانے کے آقائے خوئیؒ تھے' شیخ مفیدؒ اپنے زمانے کے آیت اللہ بروجردیؒ تھے۔ اگرچہ اس قسم کا موازنہ اس لیے مشکل ہے کہ شاید! شیخ مفیدؒ ان سے بھی زیادہ افضل ہیں' جو واحد مرجع ہیں شیعیت کی تاریخ کے۔ جن کی وفات پر زمانے کے امامؑ نے ان کا مرثیہ پڑھا' جو ان کی قبر پر لکھا ہوا ہے:

خیر!......

خلاصہ یہ ہے!......

گھر آ کر کہا: ایک مسئلے میں ہم پہلے سے پریشان ہیں اور آج تو ہمارے استاد محترم نے بھی اس کی تصدیق کر دی کہ جب بھی ہم کوئی نیا سبق لیتے ہیں حوزہ علیہ کا اور استاد ہمیں پڑھاتا ہے تو ہمیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ سارا درس ہم نے پہلے سے سنا ہوا ہے۔

ماں مسکرائی۔ کہا: بیٹا! اس کی ایک۔ حہ ہے وہ یہ کہ جب تمہیں بابا بھی درس دیا کرتے تھے تو پردے کے پیچھے میں بھی بیٹھا کرتی تھی۔

اے مرتضیٰ! جتنے عرصہ تمہارا حمل رہا۔

اے رضی! جتنے عرصہ تمہارا حمل رہا۔

میں تمہیں اس درس میں لے کر آیا کرتی تھی اور پردے کے پیچھے سے یہ ساری باتیں سنا کرتی تھی۔ اب ماں حوزہ علیہ کا وہ درس سن رہی ہے لیکن اس کے دماغ میں جو بات جاری ہے وہ اس کے اس بیٹے میں منتقل ہونا شروع ہو گئی جو ابھی اس دنیا میں بھی نہیں آیا اور جب دنیا میں آ کر ماں کی گود میں سال دو سال' تین سال اس طرح رہا کہ ماں اسے لے کر آتی ہے اور یہ ساری باتیں اس میں منتقل ہو رہی ہیں۔

یہ وہ چیز ہے جو صرف سید مرتضیٰ اور سید رضی کے حوالے سے ہی نہیں ہیں بلکہ ہم نے اپنے خاندانوں کے حوالے سے بھی دیکھا ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

مجلسِ پنجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَاَهۡلِیۡکُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ (سورۃ تحریم' آیہ ۶)

تربیتِ اولاد

وہ عنوان ہے' جس پر اس لیے گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ خاص طور پر آپ حضرات جنہوں نے اس علاقے کو اپنی رہائش کے لیے اپنی مرضی سے اور اپنی پسند سے منتخب کیا' ایسا نہیں کہ حالات نے آپ کو اتنا مجبور کیا ہو کہ آپ کو یہاں آنا پڑا ہو' اپنی خواہش' اپنی خوشی سے انتخاب کیا گیا اور جس وقت اس علاقے میں آپ نے رہنے کا فیصلہ کیا تو ایک طرف آپ نے جو قانونی تقاضے ہیں وہ ساری چیزیں مکمل کی ہوں گی۔ اسی انداز سے شریعت مطہرہ اور شریعت مقدسہ بھی یہ تقاضا کرتی ہے کہ جب کسی اسلامی ملک کو چھوڑ کر غیر اسلامی ملک میں رہائش اپنی مرضی سے منتخب کرتا ہے اور جو پہلی وہ مجلس میں بات آ چکی ہے آج چونکہ آدھی تقریریں مکمل ہونے کو ہیں' اس لیے یاد دہانی کے طور پر ذکر کیا۔ صرف اسی ایک شرط کے ساتھ یہاں رہنے کو' شریعت آپ کو اجازت دیتی ہے۔

یہ ذہن میں رکھیے گا!......

عام طور پر' عام حالات میں بدترین گناہوں میں سے ایک گناہ قرار دیا گیا ہے

کہ انسان اسلامی ماحول کو چھوڑ کر غیر اسلامی ماحول میں جائے' یعنی اصل مسئلہ اسلام کا یہ ہے کہ شراب حرام ہے۔ اب وہ کچھ حالات ہیں کہ جب یہ شراب پینے کی اجازت مل جاتی ہے۔ جھوٹ حرام ہے' کچھ حالات ایسے ہیں کہ جہاں پر جھوٹ بولنے کی اجازت مل جاتی ہے' مردار کھانا حرام ہے۔ اصل مسئلہ وہ ہے' نہ صرف گناہ ہے بلکہ گناہانِ کبیرہ میں top of list گناہوں میں آتا ہے۔ ایک بار وہ حدیث آپ کو یاد دلا دی جائے' جسے میں بار بار اس لیے دُہراتا ہوں کہ جب تک یہ پیغام ذہن میں تازہ رہے گا اپنی اس ذمہ داری کا احساس رہے گا اور جہاں بھولنے لگیں اس حدیث کو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ایک مومن گیا۔

اس نے کہا: مولاؑ !

مَا اَکْبَرُ الْکَبَائِرِ

اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ جب میں حدیث پڑھتا ہوں تو اس جملے کو اس انداز سے سمجھاتا ہوں کہ ایک سوال یہ ہے کہ اسلام میں ٹوٹل کتنی چیزیں حرام کی گئیں؟

شیخ حر عاملیؒ، جن کی شہرت علما کرام کے درمیان تو اتنی زیادہ ہے کہ اس پر ذرا سی گفتگو کرنا بھی حماقت سمجھی جائے گی۔

علامہ مجلسیؒ کے ہم عصر ہیں۔ ایک ہی زمانہ ہے اور ان کی کتاب ''وسائل الشیعہ'' وہ کتاب ہے جس کے بغیر کوئی مرجع اور مجتہد کوئی فتویٰ ہی نہیں دے سکتا لیکن عام مومنین کرام خصوصاً جن کا بیک راؤنڈ انڈیا اور پاکستان ہے وہ اس طرح اس کو سمجھیں کہ مشہد مقدس آٹھویں امامؑ کے روضے کے صحن میں جو ایک اُردو مجلس ہوتی ہے روزانہ صبح وہ شیخ حر عاملیؒ ہی کی قبر کے قریب ہوتی ہے وہیں جہاں پر ان کی قبر ہے' وہی شیخ حر عاملیؒ، اُنہوں نے ایک مرتبہ اس کے اوپر ایک تحریر بھی لکھی کہ کتنے حرام ٹوٹل اسلام

میں بنتے ہیں اور تقریباً پندرہ سو حرام انہوں نے جمع کیے۔ ایک ہزار چار سو انتیس یا ایک ہزار چار سو چالیس۔

میں یہ بھی عرض کرتا رہتا ہوں کہ بہر حال یہ لسٹ اس لیے بالکل معتبر نہیں مانی جائے گی کہ مراجع عظام کے اختلاف کی وجہ سے کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے نزدیک حرام ہوں گی تو شاید دوسرے کے نزدیک حرام نہ ہوں اور اُن کے نزدیک اگر کچھ چیزیں حلال ہوں گی تو شاید دوسرے کے نزدیک حرام ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار لیکن اسی ڈیڑھ ہزار کو جب مختصر کیا تو اسلام نے کہا کہ ان ڈیڑھ ہزار میں سے ستر گناہ گناہان کبیرہ ہیں۔

کسی کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا' کسی کی ٹیلیفون کال کو اس کی اجازت کے بغیر سننا' یہ بھی حرام ہے' لیکن یہ گناہان صغیرہ میں آتا ہے لیکن کسی عورت کو بے حجابی کے عالم میں دیکھنا یہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

اب ڈیڑھ ہزار گناہان میں سے ستر (۷۰) گناہ گناہ کبیرہ قرار پائے۔

راوی نے اس کی اور زیادہ وضاحت چاہی' جا کر امامؑ سے پوچھ لیا:

مَا اَکْبَرُ الْکَبَائِرِ

فرزند رسولؐ! ڈیڑھ ہزار سے ستر (۷۰) گناہ بڑے بنے۔ ان ستر (۷۰) میں سے بھی سب سے بڑے کون ہیں؟

چھٹے امامؑ نے نہ صرف جواب دیا بلکہ یہ بتاتے ہوئے جواب دیا کہ میرا دادا علیؑ اکثر یہ کہا کرتا تھا:

هُنَّ سَبْعَةٌ

مولاؑ کا حوالہ دیا اس لیے علمی اعتبار سے جو ایک عقیدت اور محبت مولاؑ کی

حدیث سے ہوتی' اس کے حوالے سے چھٹا امامؑ پیغام دے رہا ہے کہ یہ میرے داداؑ کی حدیث ہے اور میرے داداؑ نے خالی زبان ہی سے نہیں کہا بلکہ کتاب میں لکھ کر گئے:

هُنَّ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ سَبْعَةٌ

"سات گناہ ہیں جو ستر (۷۰) میں سے نکلے۔"

کون سے ستر (۷۰)؟......

جو ڈیڑھ ہزار میں نکالے گئے ہیں۔

یہ ستر (۷۰) گناہوں میں top of the list جاتے ہیں اور ان میں کفر' کسی کا کسی کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' اسلامی ماحول کو چھوڑ کر غیر اسلامی ماحول میں جا کر زندگی گزارنا' میدان جنگ سے فرار اختیار کرنا۔

میدان جنگ سے فرار کی بات آتی ہے تو مومنین کے چہروں پر مسکراہٹ آ جاتی ہے اور ایک مرتبہ دل کے اندر تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات ذہن میں آ جاتے ہیں لیکن ہمین اسی گناہ کے پہلو بہ پہلو وہ گناہ بتایا جا رہا ہے جو یہی لوگ کر رہے ہیں جو فرار کی بات سن کر مسکرا بھی رہے ہیں اور ہو سکتا ہے کہیں نعرے بھی لگا رہے ہیں۔ معصومؑ نے فرمایا کہ جس طرح وہ گناہ گناہ کبیرہ ہے اس طرح یہ گناہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ وہ میدان جہاد سے فرار یا اسلامی ماحول سے غیر اسلامی کی طرف فرار' تو اصل بنیادی طور پر یہ عمل حرام عمل ہے۔

اب آیئے!......

اس کی وجہ کیا ہے؟......

اب یہ ہے کہ میں اس بات کو دہرانا نہیں چاہتا کیونکہ چھ ہفتوں کے بعد یعنی ڈیڑھ مہینے موضوع پھیل گیا ہے' ایام عزا میں چھٹی مجلس اتنی زیادہ دور کی مجلس نہیں لگتی ہے

کیونکہ وہ چھٹی کا دن ہوتا ہے' ہفتے وار مجلس میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ ڈیڑھ مہینے کے بعد' اس لیے میں نے ذرا سا دُہرایا تو اب ذہن میں رکھیے گا۔

بنیادی طور پر یہ مسئلہ ہے کہ یہ عمل حرام ہے' حلال اسی وقت ہو رہا ہے جب انسان اس ایک شرط کو پورا کرے جس میں اپنے اور اپنی اولاد کی اس دینی تربیت کا سب سے اہم حصہ یعنی شریعت کے اعتبار سے اگر آپ کو پوائنٹ جمع کرنا ہیں کہ کتنے پوائنٹ میرے بنے تب میں آسٹریلیا میں رہ سکتا ہوں' نیوزی لینڈ میں رہ سکتا ہوں یا امریکہ میں رہ سکتا ہوں یا کینیڈا میں رہ سکتا ہوں۔ سب سے زیادہ پوائنٹ جس کے بنتے ہیں وہ تربیتِ اولاد ہے' یہ فریضہ ادا کرو تو تب جا کر تمہارے پوائنٹ مکمل ہوں گے' ورنہ دنیا بھر کے باقی تمام واجبات ادا کرلو تربیتِ اولاد سے غافل ہو گئے تو یہاں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

یہ تو ہوا پہلا مسئلہ!......

اور اسی حوالے سے' اب یہ تو پرانی بات ہے' اسی حوالے سے جو میرا ایک عام طریقہ کار ہے کہ قرآن کی مختلف آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تاکہ ذرا سا اندازہ ہو کہ اس مسئلے کو قرآن نے کتنا اہم سمجھا ہے۔

سورۂ طور قرآن مجید کا باون (۵۲) نمبر کا سورہ ہے اور میں بعض وجوہات کی بنا پر قرآن کی چند آیات کا ترجمہ آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں۔

بہر حال!......

مجھے معلوم ہے کہ کہیں گے کہ ہم تو سننے آئے ہیں' یہ پڑھنے والی بات تو ہم اپنے گھر میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

سورۂ طور' اس کے شروع میں ایک آیت آئی' یقیناً اس کے ترجمہ اور تفسیر میں

اختلاف ہوا ہے لیکن ہمارے بڑے بڑے علمائے کرام نے اس کی وہی تفسیر بیان کی ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

ارشاد ہو رہا ہے:

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (سورۂ طور، آیہ ۱۱)

"جھٹلانے والوں اور انکار کرنے والوں کے لیے تباہی ہے۔"

یہ وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں آ کر کھیل تماشے میں لگے ہیں:

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (سورۂ طور، آیہ ۱۱)

"ایک دن آئے گا جب انہیں اٹھا کر جہنم کی آگ میں پھینکا جائے گا۔"

اور کہا جائے گا:

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (سورۂ طور، آیہ ۱۴)

"یہ ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کرتے تھے۔"

اور یہ بھی کہا جائے گا:

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ

(سورۂ طور، آیہ ۱۶)

"چلو اس میں داخل ہو جاؤ، چاہے اس آگ پر تم کو صبر کیا جائے یا نہ کیا جائے، چاہے یہ آگ تم برداشت کر سکو یا برداشت نہ کر سکو، اب تو اسی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

لیکن:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (سورۂ طور، آیہ ۱۷)

عین اس موقع پر جب جھٹلانے والوں کو یہ کہہ کر بھیجا جا رہا ہے کہ کیا فریاد کر رہے ہو؟ کیا پکار پکار کر کہہ رہے ہو؟ کہ ہائے! یہ آگ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہے صبر کرو یا صبر نہ کرو' تمہارا مقدر یہی ہے۔ لیکن عین اسی موقع پر یہ ارشاد ہے:

"صاحبانِ ایمان اور صاحبانِ تقویٰ کو اللہ نے اپنی نعمتوں اور جنت میں جگہ دی۔"

فَكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ (سورۂ طور' آیہ ۱۸)

"اور وہ نعمتوں کا مزہ لے رہے ہوں جو ان کے رب نے ان کو عطا کی ہیں۔"

وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (سورۂ طور' آیہ ۱۸)

اور عین اسی موقع پر جب ہمارے ہی جیسے انسان ہمارے ہی جیسے اس دنیا میں رہنے والے' ہمارے ہی ساتھی' ہمارے ہی دوست وہ جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں' ان لوگوں کو اللہ نے بچا لیا جہنم کے عذاب سے اور خالی بچایا ہی نہیں بلکہ کہا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۂ طور' آیہ ۱۹)

"جو دنیا میں تم نیکی کرتے تھے آج اس کے بدلے میں کھاؤ اور پیو۔"

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ (سورۂ طور' آیہ ۲۰)

"ان کے تکیے بچھائے جائیں گے جن سے یہ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھیں گے۔"

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (سورۂ طور' آیہ ۲۰)

"اور ان کی شادیاں بھی کی جائیں گی ان حوروں سے کہ جن کی

آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔"

اب یہ آنکھوں پر آیتیں چل رہی ہیں لیکن میں وہ آیت پیش کردوں جو میرے آج کے موضوع کے متعلق ہے۔

قرآن کہتا ہے:

وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا یَشۡتَهُوۡنَ (سورۂ طور' آیہ ۲۲)

"اور اللہ ان کو بہترین پھل اور وہ والا گوشت کھلا رہا ہے جو ان کی پسند ہوگی۔"

یَتَنَازَعُوۡنَ فِیۡهَا كَاۡسًا لَّا لَغۡوٌ فِیۡهَا وَلَا تَاۡثِیۡمٌ

(سورۂ طور' آیہ ۲۳)

"اور جنت کے مشروبات گلاس میں بھر بھر کے ان کو دیے جائیں گے اور یہ وہ جنت ہے جس میں نہ کوئی بے ہودہ بات ہے نہ کوئی گناہ کی بات ہے۔"

وَیَطُوۡفُ عَلَیۡهِمۡ غِلۡمَانٌ (سورۂ طور' آیہ ۲۴)

"اور ان کے چاروں طرف ان کے خدمت گار ان کے نوکر غلمان گھوم رہے ہوں گے۔"

كَاَنَّهُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ (سورۂ طور' آیہ ۲۴)

"اور وہ غلمان اور ان کے نوکر بھی ایسے ہوں گے جیسے حفاظت سے رکھے ہوئے موتی۔"

وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ یَّتَسَآءَلُوۡنَ (سورۂ طور' آیہ ۲۵)

اب وہ آیت آئی:

"اور یہ لوگ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ رہے ہوں گے۔"

یہ ایک تو ہے کہ جس طرح ہم لوگ نماز میں بیٹھتے ہیں' ایک دوسرے کی پشت دیکھتے ہیں۔

کہا: نہیں۔

اس وقت وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے:

یَّتَسَآءَلُوْنَ

"اور سوال یہ کر رہے ہوں۔"

تم یہاں کیسے آئے؟......

اور یہ ٹھیک وہی وقت ہے جس وقت آتشِ جہنم میں اُنہی جیسے انسان اُنہی کے علاقے کے رہنے والے عین اس موقع پر جہنم میں جل رہے ہوں۔ جنت والے جہنم والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ اب ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں: بھائی! ہمارا وہ دوست' ہمارا وہ برادر وہ وہاں چلا گیا' ہم کیسے یہاں آ گئے' وہ کیسے چلا گیا؟

اس طرح کا سوال ہو رہا ہے:

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (سورۂ طور' آیہ ۲۶)

یہ وہ آیت ہے کہ جس کے ترجمہ اور تفسیر میں تین چار اقوال ہیں۔ روایات معصومینؑ کی روشنی میں ہمارے اجل علما نے جو تفسیر کی ہے:

"یہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے تمہارا وہ ساتھی تو وہاں جہنم میں جل رہا ہے۔"

اس کی تفسیر اسی شروع کی آیتوں میں آتی ہے' یہ آیت نمبر ۲۶ اور ۲۷ ہے۔

جواب دیں گے:

إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيٓ أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ (سورہ طور' آیہ ۲۶)

"ہم اس دنیا میں آنے سے پہلے اُس دنیا میں اپنی اولاد کے بارے میں گھبراتے رہتے تھے۔"

آج ہم جنت میں کیوں پہنچے ہیں؟......

ہمارے ہی جیسے' ہمارے ہی ساتھی' دوست جہنم میں گئے تو ہم کیسے جنت میں آئے ہیں؟

ان لوگوں نے جو اپنا جنت میں آنے کا سبب بتایا' اس وقت تذکرہ عبادتوں کا نہیں کیا۔

کہا: ہم اس لیے آئے ہیں کہ جب ہم وہاں رہتے تھے تو ہم اپنی اولاد کے بارے میں گھبراتے تھے' بہت زیادہ پریشان رہتے تھے۔

راوی نے امامؑ سے پوچھا: کیوں گھبراتے تھے' کیوں پریشان رہتے تھے؟

کہا: اس چیز سے ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری اولاد دین کے راستے کو چھوڑ دے' ہماری اولاد حق کے راستے کو چھوڑ دے۔

جنت والوں کی یہ پہلے نعمتیں قرآن نے بتائیں' لیکن قرآن نے کس طرح اس چیز کو بتایا' تذکرہ پہلے جہنم والوں سے کیا' ان کے عذاب کو بتایا۔

کچھ آیات میں نے چھوڑ دی تھیں اس لیے کہ آج کا موضوع خود اتنا زیادہ وسیع ہے کہ تمہید میں زیادہ وقت نہیں لگانا چاہتا۔

پہلے پورا عذاب جہنم پیش کیا' اس کے بعد جنت کی ساری نعمتیں پیش کیں اور

نعمتوں کے بعد کہا کہ اور ایک دوسرے سے پوچھا گیا' تم آئے کیسے؟

اس وقت جنت والوں کا جواب وہ نہیں تھا کہ ہم نمازی تھے' یا ہم پرہیزگار تھے وہ سارے جواب اپنی جگہ ہیں لیکن اس وقت ان کا جواب یہ تھا کہ ہمیں اپنی اولاد کی بڑی فکر تھی۔ ہم اپنی اولاد کے دین اور اولاد کے بارے میں بہت گھبراتے تھے۔ ہر وقت ہمارے سر پر ایک خوف سوار رہتا تھا کہ ہمارے بعد یا ہمارے سامنے ہماری اولاد کا کیا ہوگا؟

یاد رکھیے!......

یہ جواب کتنا مکمل جواب ہے کہ ہماری نمازیں اس میں آ گئیں' ہمارے روزے بھی اس میں آ گئے' ہماری عبادتیں بھی اس میں آ گئیں' ہماری نیکیاں بھی اس میں آ گئیں' ہمارا گناہوں سے بچنا بھی اس میں آ گیا۔ تربیت کی تفصیل سمجھدار آدمی تو خود ہی سمجھ رہا ہے کہ اولاد کو تربیت آنے کے لیے اپنے آپ کو کتنا بدلنا پڑتا ہے۔ اس وقت قرآن کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ جنت میں آئے' یہ ساری نعمتیں استعمال کیں' صرف اس وقت حاصل ہوتی ہیں جب کوئی اپنی اولاد کے بارے میں فکرمند رہتا ہے۔

اب دیکھئے!......

یہاں پر ایک عجیب بات!......

حضرت آیت اللہ ال السید روح اللہ الموسوی الخمینیؒ کا ایک جملہ میں اکثر نقل کرتا ہوں' ویسے تو مولائے متقیانؑ کی حدیث ہے:

''ہم نتیجے کے مکلف نہیں ہم تو اس چیز کے مکلف ہیں کہ کوشش کرو۔''

یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم نتیجہ نکال کر دیں بلکہ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ جتنی اللہ نے استطاعت دی ہے۔ اس لیے ان کا جواب نہیں تھا کہ ہم نے اپنی اولاد

کو دیندار بنا دیا۔ یہ نہیں کہا کہ ہم نے اپنی اولاد کی تربیت کر دی بلکہ یہ تھا کہ ہم اپنی اولاد کے بارے میں فکرمند اور پریشان تھے جو کر سکتے تھے وہ کر رہے تھے۔ اگر قرآن یہ کہتا ہے کہ جنت میں وہی آئے گا جس کا بیٹا واقعاً صحیح بن گیا۔ وہ لوگ جو بیچارے کوشش تو پوری کرتے ہیں لیکن پھر بھی اولاد بگڑ جاتی ہے وہ انشاء اللہ آخری تقریروں میں آئے گا کہ والدین کی محنت پر کون پانی پھیر دیتا ہے۔

دیکھئے!......

کس انداز سے قرآن نے بتایا؟......

اولاد کی تربیت کی ذمہ داری محسوس کرو' اپنا فریضہ ادا کرو پھر جیسا بھی وہ بنے' پھر تمہاری ذمہ داری نہیں اور اسی موقع پر سب سے پہلے ہمارے ذہن میں جملہ آتا ہے پسر نوحؑ کا۔ حضرت نوحؑ کا اپنا بیٹا گمراہ ہو گیا' چار بیٹے تھے تین بیٹے باپ کے راستے پر چلے ایک بیٹا راہِ راست سے ہٹ گیا۔

کیوں؟......

اب آیئے!......

یہاں سے میں تمہید مکمل کر کے جہاں تک بات پہنچی پچھلے اتوار کی مجلس میں ربط دے کر موضوع کو آگے بڑھاؤں۔

کیوں!......

سوال یہی ہے جس کا جواب بھی بہت آسان ہے' وہ یہ کہ ان تین بیٹوں کے باپ بھی حضرت نوحؑ تھے اور چوتھے گمراہ بیٹے کے باپ بھی حضرت نوحؑ تھے مگر ان کی ماں الگ تھی اور اس کی ماں الگ تھی' چنانچہ! باپ کے ساتھ ساتھ ماں بلکہ باپ سے زیادہ ماں کا جو کردار ہوتا ہے' وہی ہمارا موضوع چل رہا تھا' آج اس کو آگے بڑھانا ہے۔

آخری دو باتیں پھر میں دُہرادوں!......

پہلی بات قرآن نے یہ نہیں کی کہ اولاد کو بنا جاؤ' کیونکہ وہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہمارے اختیار میں تو ہے کوشش کرنا' باقی بہت سارے دوسرے معاملات اثر انداز ہوتے ہیں' انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم اپنی اولاد کے بارے میں فکرمند تھے اور کوشش کررہے تھے۔ صحیح بن گئی تب بھی ٹھیک' صحیح نہ بنی تب بھی ہم نے اپنا فریضہ تو انجام دیا۔

دوسری بات یہ کہ اولاد کے بگڑنے میں باپ سے زیادہ اہم دخل ماں کا ہوتا ہے اور اولاد کے بننے میں بھی زیادہ دخل ماں کا ہوتا ہے۔ ماں بعض اوقات صحیح بھی ہوتی ہے' پھر بھی اولاد بگڑ جاتی ہے کیونکہ خالی اس سے کام نہیں چلتا کہ ایک عورت خود مومنہ ہے' خود پابند شریعت ہے' اس کے خیالات' اس کے چاروں طرف کا ماحول وہ سب بھی بہت زیادہ اس اولاد پر اثر ڈالتے ہیں تو جو ماں کے پیٹ میں نو (۹) مہینے گزارتی ہے اور اس کی بنیاد وہیں پر پڑ رہی ہے۔

پچھلی تقریر ذہن میں لائیے!......

پچھلی تقریر یہ تھی کہ آغاز چونکہ شادی سے ہوتا ہے۔ شادی کا موقع پہلا موقع ہے جس کو اسلامی بنائیے' تب آپ کی تربیت اولاد پہلی اینٹ صحیح رکھی جائے گی۔ پہلی اینٹ شادی ہے' تو پچھلی پوری تقریر کا خلاصہ یہ کہ اپنی شادیوں کو کسی طرح شیطان سے آزاد کرائیے' اپنی شادیوں کو کسی طرح اسلامی بنائیے۔ یہ فریضہ ہے' چاہے ہماری اولاد ہو کہ نہ ہو' چاہے ہم خود بھی شادی شدہ ہوں کہ نہ ہوں' چاہے ہم تربیت کے مسئلے کی جانب جا رہے ہوں یا نہ جا رہے ہوں۔ تربیت اولاد میں اس لیے موضوع کی اہمیت زیادہ ہے۔ شادی' شادی کے بعد زمانہ حمل۔ دو ہفتے پہلے کی تقریر جائیے' ساری تقریریں

ایک دوسرے سے ملیں' اب یہ کہ شادی کا مرحلہ' دوسرا مرحلہ کہ جب شادی کے مرحلے کے نتیجے میں یہ بچہ ماں کے پیٹ میں پہنچا' پروردگار نے پہنچایا۔ اب یہ جتنا عرصہ ہے اس میں یہ اپنے آپ کو اس طرح سمجھے کہ جیسے میدانِ جہاد میں بیٹھی ہوں۔

ایک ایسا مجاہد جو اہلِ بیت کا ماننے والا ہے' وہ میدانِ جہاد میں بیٹھ کر تلاوتِ قرآن اور دعاؤں میں مشغول ہو گا یا گانے وغیرہ میں مصروف ہو گا' ایک دوسرے کی بُرائیاں کر رہا ہو گا' نا صرف یہ کہ میدانِ جہاد کا بلکہ ساتھ میں یہ کہہ دیا کہ میدانِ جہاد میں یہ سمجھے کہ میں روزے کی حالت میں ہوں۔

وہ سارا عرصہ جو حمل کا عرصہ ہے وہ سارا عرصہ یہ سمجھے کہ میں میدانِ جہاد میں ہوں اور آپ کو روزہ دار سمجھو۔ ایک طرف یہ خیال کرو کہ میدانِ جہاد میں اس طرح بیٹھی ہو کہ دشمن مسلسل حملے کر رہا ہے اور دوسری جانب سمجھو کہ روزے کے عالم میں ہو۔

ماں زمانہ حمل میں ان باتوں کا خیال رکھے گی کہ جو روزے دار اور ایک مجاہد کی ذمہ داری ہے تو یقیناً اولاد کے بہتر سے بہتر ہونے کے امکانات ہو جاتے ہیں اور اگر غیبتیں جاری ہیں' جیسے ہمارے ہاں جاری رہتی ہیں' اگر نمازیں قضا ہو رہی ہیں' اگر روزے ترک کیے جا رہے ہیں' اگر مالِ حرام کھایا جا رہا ہے' اگر گانے سنے جا رہے ہیں' اگر حرام فلمیں دیکھی جا رہی ہیں' اگر نامحرم سے کوئی اجتناب نہیں کیا جا رہا۔ زمانہ حمل کے علاوہ یہ گناہ صرف ایک خرابی لاتے ہیں' زمانہ حمل کے درمیان یہ دو خرابیاں لے کر آ رہے ہیں۔

حمل' جس دوران ماں نے اس اولاد کو جس کی تربیت یعنی جسے ایسا بنانا کہ خدا اس سے راضی ہو' جس دوران اس کو اپنے شکم میں اُٹھایا ہوا ہے اس وقت کچھ ایسی احتیاط جو مجتہدین کے رسالہ عملیہ میں نہیں ملے گی' کیونکہ اس کا تعلق واجبات اور ٹیکنیکل جسے

مستحب کہتے ہیں اس سے نہیں' لیکن ہدایات ہیں جو اسلام نے ہمیں دی ہیں۔

اب سلسلہ یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ نو(۹) مہینے کا زمانہ حمل اس میں کوشش کی جائے کہ کم سے کم چالیس مرتبہ وہ زیارت عاشورہ جس کے اندر سو سلام ہیں' سو مرتبہ لعنت کی گئی ہے اور دعائے علقمہ ہے۔

زیارت عاشورہ اپنی جگہ خود ایک عظیم عمل ہے۔

شاید!......

آپ نے سنا ہو کہ ایک لفظ آتا ہے:

مُسْتَجَابُ الدَّعْوَاتِ

بھئی! فلاں صاحب بہت مستجاب الدعوات ہیں کہ ان کی دعا میں بہت اثر ہے' وہ کسی کے لیے دعا کریں تو قبول ہو جاتی ہے اور کچھ اس انداز سے بھی فلاں صاحب کے تعویذ میں بہت اثر ہے' وہ تعویذ لکھتے ہیں اس میں بہت اثر ہے۔

جو اسلامی لوگ ہوتے ہیں چونکہ میرے بعض اساتذہ بھی اس مرحلے سے گزرے تھے اور میں نے آیت اللہ العظمی الغروی کے حالات میں بھی پڑھا ان کا جواب یہ تھا کہ ہم روزانہ زیارت عاشورہ پڑھیں۔

زیارت عاشورہ کے کئی فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اس آدمی کی تحریر میں اتنا اثر ہو جاتا ہے کہ تعویذ لکھتا ہے جس کام کے لیے تو وہ پورا ہوتا ہے' مستجاب الدعوات' جس کے حق میں دعا کرتا ہے' دعا قبول ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ زیارت عاشورہ' سو مرتبہ سلام' سو مرتبہ لعنت' ساتھ ساتھ دعائے علقمہ۔ یہ اگرچہ سب ایک ساتھ ہیں' لیکن احتیاطاً دہرا رہا ہوں کیونکہ بعض لوگ زیارت عاشورہ کو مختصر طور پر پڑھنے کے عادی ہیں۔ واجب تو ہے نہیں اور ٹیکنیکل اعتبار سے وہ

مستحب بھی نہیں لیکن فوائد کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اب عام آدمی کو جو فائدہ ملتا ہے وہ ابھی چھوڑ دیجیے' وہ الگ سے آئے گا۔

مومن نے کہا: مولاؑ ! اے میرے زمانے کے امامؑ ! آپ اپنے کس ماننے والے کی مدد کرتے ہیں پردہ غیبت میں؟

کہا: جو زیارت عاشورہ پڑھتا ہے۔

اس کا ایک مختصر سا فائدہ بتایا' یہ ایک الگ موضوع ہے۔

حاملہ عورت!......

اب دیکھئے!......

یہاں پر اس کے شوہر کا اس کے لیے ضروری ہے' چالیس مرتبہ اس نو (۹) مہینے کے دوران زیارت عاشورہ کا عمل کرے۔

ہمارے مراجع' ہمارے انتہائی مقدس علماء' ہماری قوم کے محسن ان کے حالات کا خلاصہ ہے' ایک چیز ہے' دوسری چیز یہ کہ حمل کے دوران چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین کی تلاوت کی جائے' مگر ذرا سا فرق ہے اس میں زیارت عاشورہ میں' وہ یہ ہے اس کے اندر انار پر چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھی جائے۔ ایک انار پر نہیں بلکہ چالیس الگ الگ اناروں پر' حمل کے دوران نو (۹) مہینے میں چالیس انار کھائے اور ہر مرتبہ پہلے پورا سورۂ یٰسین پڑھے پھر یہ انار کھائے۔

تیسرا یہ کہ پورے نو (۹) مہینے تک چالیس دن الگ الگ سیب کھائے اور سورۂ یوسفؑ کی تلاوت کرے۔ انار پر سورۂ یٰسین پڑھو اور سیب پر سورۂ یوسفؑ۔ چوتھی جو حمل کے دوران چالیس مرتبہ پڑھنے پر زیادہ تاکید کی گئی ہے وہ یہ کہ اس حمل کے دوران چالیس مرتبہ زیارت جامعہ مکمل کی جائے۔

وہ جو امام زمانہؑ کا واقعہ اس میں تین چیزیں آئی تھیں:

(الف) زیارت عاشورہ

(ب) زیارت جامعہ

(ج) نماز شب

سوال یہ ہوا تھا: مولاؑ! آپ اپنے شیعہ کی کب مدد کرتے ہیں پردہ غیب میں؟

امامؑ نے تین جواب دیے تھے۔ کہا تھا: جو یہ تین کام کرتا ہو۔

بہرحال!......

وہی تین چیزیں جو ویسے ہی عام زندگی میں بھی ہمارے لیے اہم ہیں جب کسی مصیبت میں آ جائیں۔ تو چالیس مرتبہ زیارت جامعہ وہ بڑی والی زیارت جامعہ جو مفاتیح الجنان میں دوسری زیارت جامعہ ہے۔

پانچواں عمل یہ کہ کم سے کم چالیس مرتبہ نماز شب ضرور پڑھیں۔

یہ حمل کے حوالے سے کہا جا رہا ہے ورنہ نماز شب تو ویسے ہی مستحب ہے۔ چالیس مرتبہ کیا بلکہ یہ تو ساری زندگی پڑھنا ہے اور اتنی اس کے اندر شریعت نے تاکید بتائی جو شب جمعہ کی مجلس میں بھی تھوڑا سا ذکر آیا تھا۔

یہ تین چیزیں تو وہ آ گئیں جو ویسے ہی زمانے کے امامؑ نے پردۂ غیبت میں اپنے ماننے سے جس کا مطالبہ کیا ہے اور حمل کے دوران کم از کم چالیس مرتبہ۔

اور چالیس مرتبہ دعائے توسل تو یہ چھٹا عمل ہے۔ ساتواں عمل اس حوالے سے ہے چالیس مرتبہ دعائے کمیل۔ حمل کے دوران خاص تاکید کے ساتھ اس کا تذکرہ ہوا اس کے بعد ایک عمل آتا ہے جس کا تعلق ہے زمانے کے امامؑ سے چالیس مرتبہ دعائے عہد۔ البتہ اس کے اندر یہ چیز ہے کہ مسلسل چالیس دن یہ عمل کیا جائے ابھی تک تو یہ تھا

کر نو(۹) مہینے میں کسی نہ کسی طرح چالیس کا figure پورا کرتا ہے۔

دعائے عہد!......

جنہیں دعائے عہد کی اہمیت کا ویسے اندازہ ہے وہ عام حالات میں بھی دعائے عہد کی حدیثیں سنتے ہیں تو عام مومن کے لیے بھی ہے کہ چالیس دن نماز فجر کے بعد دعائے عہد پڑھو۔

یہ دعائے عہد چالیس مرتبہ حمل کے دوران پڑھنا ہے اور ایک چیز یہ کہ جس وقت ماں اپنے پیٹ میں بچے کی حرکت کو محسوس کرے اس وقت پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ایک مرتبہ درود اور ایک مرتبہ سورۂ توحید پڑھیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جس کے پڑھنے سے تربیت اولاد کا مرحلہ آسان ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد اس میں دسواں عمل یہ آتا ہے کہ اگر ہو سکے تو اس نو(۹) مہینے کے دوران ایک قرآن مکمل ختم کرے زمانے کے امامؑ کے حوالے سے۔

اب یہ دس وہ اعمال ہیں "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" جو دعاؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ چیزیں کھانے پینے کی ہیں وہ آپ کو عام کتابوں میں بھی مل جائیں گی اور خاص تہذیب الاسلام میں بھی آپ کو مل جائیں گی۔

اب آیئے!......

اب بہت اہم مرحلہ شروع ہوتا ہے وہ مرحلہ ہے جہاں سے ہماری تقریر اس ٹریک پر پہنچے گی جس کا انتظار اُن لوگوں کو بہت زیادہ تھا جنہوں نے یہ موضوع دیا اور وہ ہے کہ بچہ اس دنیا میں آ رہا ہے۔

اب ہماری ذمہ داری!......

اب جب بچے کی ڈلیوری اور پیدائش کا وقت آتا ہے اس وقت کچھ ایسی چیزوں

کا اسلام نے حکم دیا کہ جس سے والدین کو ثواب ملے گا' آخرت میں اس بچے کا درجہ بلند ہوگا اور دنیا میں اس بچے کے دیندار بننے میں بڑی آسانی ہوگی۔

جس میں سب سے پہلا تو واجبات کا مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ اس موقع پر جب ڈلیوری کا وقت آ جائے تو حرام ہے کسی بھی مرد سے مدد لینا' چاہے آدمی اسلامی ملک میں رہتا ہو' چاہے آدمی غیر اسلامی ملک میں رہتا ہو' سوائے اس کے کہ فیملی ڈاکٹر کا انتظام کرنے میں اتنا زیادہ مالی خرچہ بھی جو آدمی کی استطاعت اور قوت سے باہر ہے' ورنہ مجھے یہاں کا سسٹم تو نہیں پتہ۔

پہلا تو یہ خیال رکھنا' اس کے حرام ہونے کے علاوہ اس بچے کی آئندہ زندگی کے حوالے سے بھی کچھ نقصانات بتائے گئے ہیں۔

خیر!......اب آیئے!......

اس موقع پر قرآن کریم نے پہلے تو ایک واقعہ ہمارے سامنے پیش کیا' تین چار آیتوں میں' انہی آیتوں کو امام معصومؑ نے حدیثوں کے ذریعے واضح کر کے یہ بتایا کہ جب ڈلیوری کا موقع آ جائے تو اس موقع پر اس عورت اور اس کے اطراف عورتوں کی ذمہ داری کیا ہے۔

جناب مریمؑ کا واقعہ بیان ہو رہا ہے' جبرائیلؑ یہ پیغام دے کر گئے ہیں کہ اللہ تمہیں ایک بیٹا دینے والا ہے۔

جناب مریمؑ نے کہا: میرے یہاں بیٹا پیدا ہوگا جبکہ کسی آدمی نے اب تک مجھے مس ہی نہیں کیا۔

اس کے بعد کہا: گھبراؤ نہیں یہ تو ہماری طرف سے تم پر ایک رحمت نازل ہو رہی ہے۔

اب اس کے بعد کی آیات:

فَحَمَلَتْهُ

"جنابِ مریمؑ حاملہ ہو گئیں"

فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (سورۂ مریم' آیہ ۲۲)

"تو انہوں نے ڈلیوری کی ایک دور کی جگہ چنی۔"

یہاں پر آپ سنتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جہاں میں رہتی ہوں' یہیں پر ڈلیوری ہو جائے۔

لیکن رہتی تھیں مسجد میں' بیت المقدس میں۔

خدا نے کہا: نہیں! یہ زچہ خانہ نہیں ہے' یہاں سے نکلو۔

اب وہ نکلیں۔

کہاں گئیں؟......

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ (سورۂ مریم' آیہ ۲۳)

"پس یہ درد جنابِ مریمؑ کو لے گیا ایک کھجور کے درخت کے قریب۔"

مستحبات بن رہے ہیں:

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا

(سورۂ مریم' آیہ ۲۳)

"جنابِ مریمؑ نے گھبرا کر کہا: کاش! میں یہ وقت آنے سے پہلے مرجاتی اور کوئی مجھے جانتا بھی نہیں کہ میں کون ہوں۔"

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ

"ان کو زمین کے اندر سے ایک آواز آئی"

اَلَّا تَحْزَنِیْ

"اے مریمؑ! گھبراؤ نہیں' پریشان نہ ہو' غمگین نہ ہو"

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (سورۂ مریمؑ' آیہ ۲۴)

"تیرے پروردگار نے تیرے پاؤں کے نیچے سے ایک چشمہ جاری کیا۔"

دوسرا مستحب:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ

"اور دیکھو! یہ جو کھجور کا درخت ہے اس کو ہلاؤ"

تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (سورۂ مریمؑ' آیہ ۲۵)

"تم پر تازہ تازہ کھجوریں گریں گی۔"

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ

"اس پانی کو پیو اور اس کھجور کو کھاؤ"

وَقَرِّيْ عَيْنًا (سورۂ مریمؑ' آیہ ۲۶)

"اور تمہیں وہ بیٹا ملنے والا ہے جو تمہاری آنکھ کی ٹھنڈک بننے والا ہے۔"

یہ قرآن کی آیات ہیں' اس سے کچھ مستحبات ہمارے سامنے آ گئے جن کا تعلق وضع حمل کے موقع سے بھی ہے اور اولاد کی تربیت بہتر ہو اس سے بھی ہے۔ اب مسئلہ یہ بنا کہ جب کسی عورت کو یہ محسوس ہو کہ وضع حمل کا زمانہ قریب آ رہا ہے تو مستحب یہ ہے کہ تو (۹) کھجور اسے کھلائی جائیں اور وہ کھائے' اور اگر تازہ کھجوریں نہ ملیں تو مدینہ منورہ

کی نو(۹) کھجوریں کھلائیں اور اگر کسی وجہ سے وہ بھی نہ ملیں تو اپنے علاقے میں جو کھجوریں بھی مل جائیں اس کے نو(۹) دانے کھلائے جائیں۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا: کیونکہ حضرت مریمؑ نے نو(۹) ہی کھجوریں کھائی تھیں۔

اب اس کے بعد جب ڈلیوری ہونا شروع ہوئی تو مستحبات کی ایک فہرست آتی ہے لیکن ان میں ایک مستحب ایسا ہے جو تھوڑا ڈلیوری سے پہلے، تھوڑا ڈلیوری کے بعد ہے۔

دوسرا مستحب یہ کہ پیٹ میں موجود بچے کا جب بھی یقین ہو جائے تو بچے کا نام اسی وقت رکھ دیا جائے۔

اچھا!......

لیکن کیا نام رکھا جائے؟......

مستحب یہ ہے کہ اس وقت جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں ہے اس کا نام محمد رکھو۔ لڑکا ہو چاہے لڑکی' نام یہی رکھنا۔ اس کے بعد پیدائش کے ساتویں دن اور اس دن میں بہت سے مستحبات آتے ہیں ان میں پہلا مستحب یہ ہے کہ اگر یہی نام رکھنا ہو تو اچھی بات ہے لیکن اگر لڑکی ہو یا ہو تو لڑکا لیکن کوئی اور نام رکھنا ہو تو ساتویں دن اس کا نام رکھیں۔

اور یہیں پر ظاہری اعتبار سے باپ کا رول شروع ہوتا ہے' اب باپ کو پہلی مرتبہ بالکل سامنے لایا گیا۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں: ایک باپ اپنے بیٹے کو جو سب سے پہلا اور سب سے بہترین تحفہ دے سکتا ہے وہ یہ کہ اس کا ایک اچھا نام رکھے۔

دوسری بات!......

چھٹے امامؑ کی حدیث آتی ہے کہ باپ کے اوپر اس کے بیٹے کا پہلا حق یہ آتا ہے کہ نام اچھا رکھے پھر یہ ہے کہ اس کو صحیح تربیت دے۔

بہت زور دیا گیا کہ نام کے اثرات بچے کی زندگی پر ہوتے ہیں۔

چنانچہ!......

ہمارے سامنے دونوں کی قسم کی حدیثیں ہیں: پہلی وہ حدیثیں جن میں امامؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے جدؐ نے کہا: اگر کسی کے ہاں چار اولادیں ہو جائیں اور ان میں سے اس نے کسی کا نام میرے نام محمدؐ نہیں رکھا تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

ایک یہ نام گھر میں ہونا چاہیے۔

دوسری حدیث ہے!......

جب راوی نے کہا تھا: مولاؑ! میں بہت پریشان ہوں' محنت بھی کرتا ہوں' کوشش بھی کرتا ہوں لیکن گھر میں ہر وقت فقر و فاقہ' تنگ دستی' رزق کی پریشانی رہتی ہے۔

امامؑ نے کہا: کیا تیرے گھر میں ان سات' آٹھ میں سے کوئی نام ہے:

① محمدؐ ② احمد ③ علی ④ حسن

⑤ حسین ⑥ جعفر ⑦ عبداللہ ⑧ فاطمہ

کہا: مولاؑ! میں سوال اولاد کے بارے میں نہیں کر رہا ہوں' میں تو اپنے رزق اور روزی کے حوالے سے کر رہا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: جس گھر میں ان آٹھ میں سے کوئی ایک نام ہو گا اللہ اس گھر کو فقر و فاقے سے ہمیشہ محفوظ رکھے گا' یہ نام تیرے گھر میں ہونا چاہیے۔

شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب تہذیب الاحکام میں یہ روایت نقل کی ہے۔

تیسری حدیث!......

امامؑ فرماتے ہیں: اولاد کا نام بہت سوچ سمجھ کر رکھو اس لیے کہ ہر نام اس کی آئندہ زندگی کو صحیح و غلط کرنے میں دخل دیتا ہے۔

پھر امامؑ نے مثالیں دیں۔ ہمارے جدؐ کے پاس جب کوئی آدمی ایسا آتا تھا جس کا نام معنی کے لحاظ سے اچھا نہیں ہوتا تھا تو فوراً اس کے نام کو بدل دیتے تھے۔

ایک آدمی آیا' پیغمبرؐ سے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! عجیب میری زندگی ہے قدم قدم پر مجھے مسائل کا سامنا ہے۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

کہا: میرا نام ہے صعب۔

پیغمبرؐ نے کہا: اپنا نام بدل کر "سہل" کر دو' پھر دیکھ تیری زندگی کیسے بدلتی ہے۔

اس نے جا کر گواہی دی کہ واقعاً میری زندگی بدل گئی۔

پیغمبرؐ کے پاس عمر آئے' انہوں نے پیغمبرؐ کے یہاں تذکرہ کیا کہ میرے گھر میں بیٹی ہوئی ہے۔

پیغمبرؐ نے پوچھا: تم نے کیا نام رکھا ہے؟

کہا: میں نے اس کا نام عاصیہ رکھا ہے۔

پیغمبرؐ نے کہا: فوراً یہ نام بدلو' اس کے معنی برے ہیں۔ نام بدل لو ورنہ اس لڑکی کی زندگی میں خرابیاں ہی خرابیاں آئیں گی۔

امام معصومؑ گھر میں تشریف فرما ہیں' دروازے پر دستک ہوئی۔ امامؑ نے پوچھا: کون؟

کہا: مولاؑ ! میں ہوں ابی مرہ۔

مرہ عربی میں شیطان کے ناموں سے ایک نام ہے۔

امامؑ نے کہا: آ جاؤ۔

وہ آ گیا۔ امامؑ نے کہا: خدا کا واسطہ آئندہ اگر آنا تو اپنا یہ نام بتا کر نہ آنا' یا تو نام ہی نہ بتانا یا کوئی اور نام لے لینا۔

پیغمبرؐ کے پاس قبیلہ ابن سلیم میں ایک آدمی آیا۔

پیغمبرؐ نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: میرا نام ہے عبدالعزیٰ۔

پیغمبرؐ نے کہا: آج سے تو! عبدالرحمن ہے' اپنا نام یہی رکھو۔

ایک اور قبیلے کا آدمی آیا پیغمبرؐ کے پاس۔

پیغمبرؐ نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟

کہا: میرا نام غوی ہے۔

کہا: آج سے تیرا نام راشد ہے۔

عرض یہ کہ یہ الگ سلسلہ ہے ایک آدھ حدیث نہیں' کیونکہ ہمارے یہاں آج کل فیشن نکلا ہے کہ نام نئے نئے چنے جائیں' آج تک وہ نام کسی نے نہ سنا ہو' حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے' تو نام ایسا رکھا جائے جس کا کوئی نہ کوئی معنی ضرور ہو۔

اب آئیے!......

کہا: جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اسے غسل دیا جائے۔ دوسرا مستحب یہ ہے کہ اس کے داہنے کان میں اذان دی جائے اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔

اس کا ثواب اپنی جگہ ہے' ساتویں امامؑ نے کہا: اس کے دنیاوی فائدے بھی

ہیں اور اُخروی فائدے بھی۔

کہا: وہ بچے جو ڈر کے رونے لگتے ہیں وہ اس سے محفوظ رہیں گے، مرگی کے مرض سے محفوظ رہیں گے اور شیطان کے فریب سے ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔

اب کچھ مستحبات باقی ہیں۔

بہرحال!......

جب انسان ان تمام چیزوں کا خیال کرتا ہے تو پھر یقیناً اس کو وہ اولاد ملتی ہے جو اس کی آنکھوں کی بھی ٹھنڈک بنے۔

ذکرِ مصائب: (تذکرۂ مصائب جنابِ قاسمؑ وعلی اکبرؑ)

لیکن یہ تو عام اولاد کی بات ہے اور یہ عام والدین کی بات ہے، جب مسئلہ آجائے ایسے بیٹے کا اور ایسے باپ کا، بیٹا بھی معصوم ہو اور باپ بھی معصوم ہو تو وہاں کے رشتے بھی ہمارے آپ کے رشتوں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔

میدانِ کربلا ہمیں یہ پیغام بھی دے رہا ہے کہ تربیت اولاد کتنا اہم message ہے۔

تربیتِ اولاد کا مقصد ہے؟......

اپنی اولاد کو ایسا بناؤ کہ وہ دین پر عمل کرے۔

اسلام تو اتنا اہم ہے کہ جس کی خاطر حسینؑ اپنا اکبرؑ قربان کردیں، فروہؑ اپنا قاسمؑ قربان کردیں، ربابؑ اپنا اصغرؑ قربان کردیں۔ اپنی اولاد کو دین پر چلانے سے قاصر رہتے ہیں یہ کہہ کر کہ اس کی دنیا بھی تو بنانا ہے، ہم خالی تھوڑے سے نقصان سے ڈر کر اسے دین سے دور کردیتے ہیں اور حسینؑ نے بتایا کہ اسلام وہ ہے جس کے لیے

میرا اکبرؑ قربان' میرا اصغرؑ قربان اور میرا قاسمؑ قربان۔

اور بھی بتایا کہ دیکھو! سمجھو!......

یہ معمولی قربانی نہیں دی گئی' اتنا بڑا مرحلہ ہے کہ بڑی بڑی خواتین کے قدم پیچھے ہٹ گئے۔

ہاجرہؑ کو شیطان نے آ کر کہا: اس کو روکو وہ تمہارے بیٹے کو مارنے جا رہا ہے۔

کہا: تو! شیطان ہے' یہاں سے چلا جا' وہ حکم خدا سے میرے بیٹے کو ذبح کرنے لے جا رہا ہے میں تیار ہوں۔

مگر تیار ہونا اور بات ہے' غم کرنا اور بات ہے۔ جب اسماعیلؑ واپس آئے' پہلے تو ماں نے تڑپ کر بیٹے کو گلے سے لگا لیا اور جب گلے کو بوسہ دے رہی ہیں تو ذرا سی کھال کٹی ہوئی نظر آئی' ایک مرتبہ گھبرا کر پوچھا: بیٹا! یہ کیا حالت ہے؟ یہ کیسے کھال کٹی ہے؟

کہا: یہ وہی جگہ تو ہے جہاں بابا! نے چھری رکھ کر ذرا سا دبایا تھا۔

ہاجرہؑ جیسی صاحب معرفت خاتون نے ایک چیخ ماری: ارے! میرا بیٹا! اسماعیلؑ! اگر یہ چھری چل جاتی تو ہائے! میرا بیٹا کس طرح سے ذبح ہوتا۔

غش کھا کر گریں' ایسی بیمار پڑیں کہ اس بیماری میں ہاجرہؑ کی شہادت ہو گئی۔

یہ ہاجرہؑ ہیں جن کا قصیدہ قرآن نے پڑھا' جن کی سنت صفا و مروہ کی صورت میں حج اور عمرے میں جاری ہوئی' جن کا اعتقاد اتنا بلند ہے کہ شیطان کو بھگا دیا مگر اولاد کی شہادت ماں برداشت نہیں کر سکتی۔

ہمارا' سلام ہو کربلا کی اس ہاجرہؑ پر جن میں کسی کا نام اُم لیلیٰؑ ہے' جن میں سے کسی کا نام اُمِ فروہؑ ہے' جن میں سے کسی کا نام ربابؑ ہے۔ نہ پریشانی ہوئی' نہ

گھبراہٹ ہوئی' وہاں تو ہر ماں تڑپ رہی ہے: ارے! جلد از جلد میری قربانی راہِ خدا میں قبول ہو۔

جب شب عاشور شہزادہ قاسمؑ چچا کے پاس آتے ہیں' آ کر کہتے ہیں: چچاؑ! ذرا یہ بتائیے کہ کل کے شہیدوں میں میرا نام ہے کہ نہیں ہے؟

حسینؑ نے بھی تو کہا تھا: قاسمؑ بیٹا! آہستہ بات کر ایسا نہ ہو تیری بیوہ ماں سن لے۔

قاسمؑ کا جملہ یہ تھا: چچاؑ! مجھے میری ماں نے ہی تو بھیجا ہے' انہوں نے مجھ سے کہا تھا: قاسمؑ! میں سیدانی نہیں ہوں' مجھے ایک گھبراہٹ ہے' ایسا نہ ہو تیرا نام شہیدوں میں شامل نہ ہو اور دنیا کہے کہ فروہؑ کے دودھ میں کوئی خرابی تھی۔

ارے!......

ہمارا سلام کربلا کی ان ماؤں پر جنہوں نے واقعاً علیؑ کی بہو ہونے کا حق ادا کیا۔ زینبؑ کا جہاد جتنا بڑا بھی ہو' وہ تو ہے علیؑ کی بیٹی نا' اُنہوں نے تو شیر فاطمہؑ پیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اصل میں فاطمہؑ کی لاج ربابؑ نے رکھی' لیلیٰؑ نے رکھی' فروہؑ نے رکھی' کتنا بڑا امتحان دیا۔

جب سیدانیوںؑ کا لٹا ہوا قافلہ چلتے چلتے عیسائیوں کی ایک بستی سے گزرا اور عیسائی عورتوں کی نگاہ پڑی' نوکِ نیزہ پر کٹے ہوئے سر چلے ہیں اور اس کے بعد جھکے ہوئے سر کے ساتھ کچھ قیدی عورتیں بھی ہیں۔

سارے سر دیکھے مگر جیسے ہی اکبرؑ کا کٹا سر نظر آیا' وہی عیسائی عورتیں چیخ اٹھیں: اللہ کرے اس جوان کی ماں مر چکی ہو۔

لیلیٰ نے سر اُٹھایا: ارے! یہ تُو نے کیا کہا؟ اس کی ماں کو تُو! کیوں بددعا دے رہی ہے؟

کہا: بددعا نہیں؛ ہم غیر ہیں ہم سے اس اٹھارہ سال کے جوان کا کٹا سر نہیں دیکھا جا رہا۔ ہائے! اگر اس کی ماں ہوگی تو کیسے اپنے جوان کا کٹا سر دیکھے گی؟

لیکن کوئی بتائے ان عورتوں کو: ارے! تو یہ کہہ رہی ہے؟ وہاں تو اکبرؑ کا لاشہ آیا' لیلیٰ شکر کے سجدے میں گری تھیں:

شکرًا للہ

ارے! میری کمائی بھی اسلام کے کام آئی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

مجلسِ ششم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ (سورۂ ابراہیمؑ آیہ ۳۵)

رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ (سورۂ ابراہیمؑ آیہ ۴۰)

تربیتِ اولاد

آج اس سلسلے کی چھٹی تقریر ہے' آج کا موقع ولادت کی ایک خوشی کا موقع ہے کہ جسے صحیح معنوں میں آپ سمجھ سکیں گے اور یہ ہمارے نکتے سے بڑا گہرا ربط رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسا عنوان ہے جس کی تفصیلات اس لیے جاننا بہت ضروری ہے کہ یہ انسان کی زندگی کا انتہائی ایک اہم حصہ بنتا ہے۔

اولاد ہر شخص کی تمنا ہوتی ہے' ہر ایک کی تمنا ہوتی ہے اور اس حوالے سے ہمیں ہدایات اتنی زیادہ دی گئیں کہ اتنی تقریریں تو خالی تمہید تمہید میں گزر جاتی ہیں۔ میری پوری کوشش ہوتی ہے کہ میں بہر حال اس کا حق ادا کروں لیکن دس تقریروں میں اس کا بھرپور حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے انشاء اللہ دسویں اور آخری تقریر میں میں ان چند کتابوں کے حوالے آپ کو دوں گا' جو پڑھنے کے لیے بھی بہت اچھا ہے اور اس لیے بھی وہ بہت بہتر ہیں کہ تقریر ایک طرح سے ان لوگوں کو بیکار لگ رہی ہوگی' جو ابھی اس

مرحلے سے نہیں گزر رہے ہیں۔ ایک فطرت ہے انسان کی کہ جب تک خود ایک پریشانی یا ایک مصیبت یا ایک مسئلہ اس کے اوپر نہ آئے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں' مثلاً غیر شادی شدہ افراد یا ایسے افراد جو ولادت کے بعد اولاد کی تربیت کے مرحلے سے کتنا پہلے فارغ ہو چکے ہیں کہ اب وہ فقط حصولِ ثواب کی خاطر محفل و مجلس میں آ بیٹھتے ہوں گے' لیکن یہی ہوتا ہوگا کہ اب اس موضوع کا ہم سے کیا تعلق؟

چنانچہ تقریریں لاپرواہی سے سنی جاتی ہیں جب ایسا خیال ذہن میں ہو' جو بالکل فطری بات ہے' جو غلط بات بھی نہیں ہے لیکن بعد میں جب ضرورت پڑ جاتی ہے' تو اس وقت کتاب ہی کام آتی ہے اس لیے آخر میں چند کتابوں کے حوالے بھی آپ کو دیئے جائیں گے۔ یعنی آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ کسی مومن نے یہ سوال کر لیا تھا کہ مولانا! پردہ اور ریش پر کوئی کتاب؟ تو اس کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔

البتہ!......

میرے ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی ہے' کیونکہ اس عنوان پر میں ستر' اسی تقاریر کر چکا ہوں' کراچی کے حالات الگ ہیں' یہاں کے حالات الگ ہیں۔

آیئے!......

تربیتِ اولاد کے حوالے سے پچھلی تقریر کے ایک حصے کو مکمل کیا جائے۔ ذرا سا آپ حضرات کو boring لگے گا' اس لیے کہ ڈائریکٹ اس کا آپ سے تعلق نہیں ہے' خواتین سے تعلق ہے لیکن جیسا کہ آپ آئندہ تقاریر میں سنیں گے کہ ماں کو جتنا بھی فریضہ ادا کرنا ہے اس کے اندر باپ کا یعنی اس کے شوہر کا برابر سے تعاون ہونا چاہیے اور اس پر حدیثیں بھی ہیں جو بعد میں پڑھوں گا۔

وہ یہ ہے کہ ایک سوال آ گیا کہ مولانا! آپ نے پچھلی تقریر میں دس باتیں بتائی

تھیں جو بہت اہم تھیں' لیکن کراچی کے باغ زہراؑ کے امام باڑے میں جو عشرہ آپ نے پڑھا تھا ۱۹۸۴ء' اس میں چودہ باتیں بتائیں' تو یہ چار باتیں کیوں رہ گئیں؟

چلیں!......

اس کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے میں اسے مکمل کر ہی دوں۔ میں نے پچھلی دفعہ دس باتیں پڑھی تھیں تو قرآن کریم کی ایک آیت کا آخر میں حوالہ دے دیا تھا:

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ (سورۂ بقرہ' آیہ ۱۹۶)

"یہ دس باتیں پوری ہو گئیں۔"

وہ آیت قرآن میں نے کسی اور حوالے سے کہی اور باغ زہراؑ کراچی میں میں نے چودہ باتیں پڑھی تھیں چہاردہ معصومینؑ کے حوالے سے چنانچہ انہوں نے کہا کہ اسے مکمل کیجیے۔ اب تو مجھے بھی یاد نہیں رہا کہ چودہ میں سے میں نے کون سی چار چھوڑ دی تھیں۔

تو آیئے!......

جلدی جلدی' بہت جلدی جلدی' اسے اس لیے دہرا لیا جائے کہ ایک تو یہ بات مکمل ہو جائے' دوسرا یہ ہے کہ سنا ہے کہ عموماً آج کل ٹی وی پر جب ڈرامہ ختم ہوتا ہے تو اس کا کچھ حصہ دوبارہ دکھایا جاتا ہے' تو اس کو دوبارہ برداشت کر لیتے ہیں تو تقریر کو بھی برداشت کر لیں۔

اب سنیے!......

چودہ چیزیں جو حمل کے درمیان' دعا کے حوالے سے' اس کے بعد دوا کا حوالہ بھی آ رہا ہے جو آج کا موضوع ہے۔ چالیس جمعہ کو عورت زمانہ حمل میں ان چار باتوں پر عمل کرے۔

اچھا!......

اب یہاں پر بہت کام کا نکتہ بھی علما نے لکھا ہے اور وہ یہ ہو سکتا ہے کہ چالیس weeks کا حمل مل ہی نہ سکے جو مشکل بھی ہوتا ہے' تو باقی جتنا رہ جائے وہ بعد میں مکمل کرلے اور وہ یہ کہ عورت کے حمل کے زمانے میں جتنے بھی جمعہ آرہے ہیں تو چار ایسے اعمال ہیں جو نارمل حالات میں آپ اور ہم سب کے لیے مستحب ہیں' لیکن صرف بچے کے اعتبار سے زیادہ اہم ہوگا۔

چار چیزیں تو شب جمعہ اور جمعہ کی ہو گئیں۔ چالیس دعائے کمیل ناغہ نہ ہونے دیں' یعنی چالیس شب ہائے جمعہ مسلسل دعائے کمیل پڑھیں۔ اس طرح سے جمعہ کی صبح دعائے ندبہ ہوتی ہے اور جمعہ کی دوپہر کو دعائے سمات ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک بہت اہم دعا ہے۔ دعائے ندبہ جمعہ کی صبح' دعائے سمات جمعہ کی شام کو ہے اور دعائے کمیل شب جمعہ' کیونکہ اسلام کے اعتبار سے جمعہ نا صرف یہ کہ ایک عید ہے بلکہ ایک خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

ہمارے یہاں working day ہے ذرا مشکل ہو جائے گا لیکن انشاء اللہ! اب تک ہمارے یہاں کی عورتیں کافی حد تک working class میں نہیں گئیں' لیکن دوسری نسل میں بہرحال یہ مسئلہ پیدا ہونے والا ہے۔ تو ویسے ہی آپ' ہم اور ہمارے بزرگ سب کے لیے مستحب ہے کہ ہر شب جمعہ دعائے کمیل پڑھے' چاہے اس کا اولاد سے تعلق ہو یا نہ ہو۔ ہر جمعہ کو دعائے ندبہ پڑھے' ہر جمعہ کی شام کو دعائے سمات پڑھے اور دعائے ندبہ اور دعائے سمات کا بہت گہرا تعلق ظہور امامؑ سے ہے۔

تین یہ چیزیں اور چوتھی چیز' جو جمعہ کی تقریباً دوپہر کی چیز وہ ہے غسل جمعہ۔ وہ غسل جمعہ جسے بعض جیسے پرانے علما جیسے سید مرتضیٰؒ وغیرہ واجب سمجھتے تھے' آج کل کے

مراجع کے نزدیک واجب نہ سہی تو سنت مؤکدہ تو ویسے ہی ہے۔ مرد کے لیے بھی ہے عورت کے لیے بھی ہے' جوان کے لیے بھی ہے بوڑھے کے لیے بھی ہے' شادی شدہ کے لیے بھی ہے غیر شادی شدہ کے لیے بھی ہے۔

یہ چالیس پورے جمعہ کی' چار باتیں ہوگئیں۔ رات کو شروع ہوگا سلسلہ اور جمعہ سہ پہر کو ختم ہوگا۔ دعائے کمیل دعائے ندبہ' غسل جمعہ' دعائے سمات' چار باتیں ہوگئیں۔ تین وہ باتیں ہیں جو سید رشتی کے واقعہ میں زمانے کے امامؑ نے بیان کیں۔ جو ہم سے مدد مانگنا چاہتا ہے وہ یہ تین عمل کرتا رہے' یہ تو ہماری عام زندگی کا عمل ہوگیا۔

اور اس حوالے سے میں بتا دوں!......

کوئٹہ کے ایک مومن ہیں جو ڈاکٹر ہیں' انہوں نے خود مجھ سے آ کر کہا: جب سے آپ کی مجلس میں یہ واقعہ میں نے سنا تو میری بیوی کو تمام ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا کہ موت یقینی ہوگئی تھی اور اس کے بعد ایسی اس کو صحت حاصل ہوئی۔

وہ بھی سید رشتی کا واقعہ اس میں پڑھا تھا' جو تقریر کا وہ حوالہ دے رہے تھے۔

اس میں تین باتیں ہیں:

① نماز شب پڑھو ② زیارت جامعہ پڑھو ③ زیارت عاشورہ پڑھو

لیکن کون سی زیارت جامعہ؟......

دوسری والی زیارت جامعہ۔

زیارت عاشورہ کا شارٹ طریقہ نہیں بلکہ وہ طریقہ جس میں سو مرتبہ درود بھی ہے اور سو مرتبہ دشمنانِ اہلِ بیتؑ پر لعنت بھی ہے۔ تو یہ عام زندگی میں بھی جب بھی آپ کو کوئی کام ناممکن نظر آ رہا ہو' بس! ایک مرتبہ اس پر عمل کر کے دیکھ لیں۔ لیکن اس کا

حمل سے ایک تعلق ہو گیا' تو چار باتیں وہ اور تین باتیں یہ یہ سات باتیں ہو گئیں۔

یہ آخری تین باتیں تھیں جو زمانے کے امامؑ نے اپنے ماننے والوں کو بتائیں۔ خود زمانے کے امامؑ کے حوالے سے تین باتیں اور ہیں جو ان میں شامل کر لیجیے' یہ دس ہو جائیں گی۔

آٹھویں چیز!......

یہ مجھے یاد ہے کہ پچھلی تقریر میں نہیں آئی' وہ ہے امامؑ کی زیارت' کم از کم چالیس مرتبہ مکمل کریں اور پہلی چار چیزیں week میں ایک مرتبہ ہو پائیں گی' جو جمعہ کی ہیں۔ اس کے بعد والی چیزیں تو مہینے کے دوران جب موقع ملے چالیس مرتبہ پورا کریں۔ تو آٹھویں چیز ہے امامؑ کی زیارت' مگر امامؑ کی بہت ساری زیارتیں کتاب میں لکھی ہیں۔

اب دیکھیے!......

موضوع کا تعلق خاص عورتوں سے نہیں رہا۔ اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ خود زمانے کا امامؑ اپنی کون سی زیارت سے' سب سے زیادہ خوش ہوتے ہیں؟

زیارت کا مطلب ہے زمانے کے امامؑ کو سلام کرنا' سلام کے کئی طریقے ہیں۔ کون سا سلام زمانے کے امامؑ کو سب سے زیادہ راضی کرتا ہے؟ تو اس کا نام ہے "زیارت آل یٰسین"۔

ہمارے ہاں زیارتوں کے نام بھی ہوتے ہیں' زیارت آل یٰسین' یہ انتہائی مجرب زیارت ہے یعنی اس کے حوالے سے آخر میں ایک جملہ لکھ دیا جاتا ہے تو اگر آج کی مجلس میں آ گیا تو بات کہیں سے کہیں چلی جائے گی۔

جن جن لوگوں کو زمانے کے امامؑ نے اپنے چہرے کی زیارت کروائی یعنی جن کو ملاقات امامؑ کا شرف ملا۔ ان کے حالات کو جب پڑھا گیا تو 99 فیصد یہ وہ لوگ تھے جو زیارت آل یٰسین پڑھا کرتے تھے۔

اب ہمارے ہاں تو ہر نماز کے بعد مختصر زیارت پڑھی جاتی ہے اور ہر نماز کے بعد مختصر ہی زیارت ہونی چاہیے لیکن جو خاص زیارت آل یٰسین ہے یہ وہ زیارت ہے جس کے فوراً بعد ایک دعا بھی ہے جو زیارت کا حصہ بن گئی۔

عام زندگی میں ہمارے اور آپ کے لیے بھی مسئلہ ہے' تو حمل کے دوران عورت کے لیے بھی زیارت آل یٰسین۔

اب ایک ایسا جملہ میں کہہ رہا ہوں جس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ہوں!......

حمل کے دوران ایک مستحب کام یہ بھی ہے کہ جتنے نیک اور متقی لوگوں کے چہرے دیکھے جا سکیں' دیکھے جائیں' لیکن زمانے کے امامؑ کے چہرے کی زیارت اگر کسی کو حمل کے دوران مل گئی' تو جب عام متقی مومن کا چہرہ دیکھنا اس عورت کے پیٹ میں موجود بچے پر انتہائی اثر ڈال سکتا ہے۔

یہ الگ سے ایک عمل ہے۔ خاندان میں محرم رشتہ دار' اب محرم بہت سارے ہیں' لیکن کچھ لائن سے بگڑے ہوئے محرم ہوتے ہیں۔ یہاں تک حکم آیا ہے کہ حمل کے دران اور اگر پورا حمل ممکن نہ ہو تو جو آخری مہینہ ہے نواں مہینہ اس میں ایسے لوگوں کو نہ ہی دیکھو تو بہتر ہے۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ' شریعت کا مسئلہ نہیں ہے' یہ میں پچھلی تقریر میں واضح کر چکا ہوں۔

مجتہد سے پوچھیں گے تو وہ کہے گا کہ شرعاً یہ باتیں واجب نہیں ہیں۔ یہ وہ

تجربات ہیں جو علمائے کرام کے ہیں عام آدمیوں کے نہیں ہیں۔

تو یہ ویسے ہی اپنی جگہ ایک مسئلہ ہے!......

اسی طرح جو محرم رشتہ داروں میں جو زیادہ متقی اور پرہیزگار۔

بھئی!......

عورت کا چچا بھی محرم ہے' اس کا باپ بھی محرم ہے' لیکن وہ عورت دیکھتی ہے کہ باپ بے نمازی ہے' باپ ہے شرابی لیکن چچا بڑا متقی ہے' تو اب اس حمل کے دوران زمانے کے امامؑ کی زیارت مل جائے' تو کیا کہنا؟

لیکن اس سے ہٹ کر زیارت آلِ یٰسین' جو زمانے کے امامؑ کی زیارت کو دلواتا ہے۔

اب ایک سوال ہے!......

جواب زمانے کا امامؑ کسی کو اپنی زیارت کرواتا ہے تو ۹۹ فیصد اسی کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میں نے زیارت کس کی ہے' یعنی جس کی زیارت کی ہے یہ میرا امامؑ ہے یا نہیں۔ اس کو پتہ بھی نہیں چلتا' لیکن اثرات تو آ جاتے ہیں پتہ چلے یا نہ چلے۔ زیارت آلِ یٰسین' دعائے عہد اور ایک قرآن زمانے کے امامؑ کی سلامتی کے لیے ختم کیا جائے۔

دعائے عہد' ایک وہ دعا جو روزانہ نماز فجر کے بعد چالیس مرتبہ آپ کو بھی حکم ہے تو یہ تین عمل خاص زمانے کے امامؑ کے حوالے سے ہیں' جس میں دو باتیں آ گئی تھیں' ایک رہ گئی تھی' جو آج آ گئی ہے۔ چار جمعہ کی باتیں' تین امامؑ سے مدد طلب کرنے کی باتیں اور تین زمانے کے امامؑ کا حق اپنے ماننے والوں پر اس غیبت کے زمانے میں' اس کو حمل کے دوران چالیس مرتبہ اس کو پورا کرے۔ چالیس مرتبہ دعائے

عہدؑ چالیس مرتبہ زیارت آلِ یٰسین اور ایک قرآن پورے نو (۹) مہینے کے دوران' اس طرح ختم کرنا کہ نیت ہو کہ یہ قرآن امامؑ کی سلامتی کے لیے ہے۔

اس کے بعد مزید دو باتیں ہمارے سامنے وہ آتی ہیں۔ وہ یہ کہ چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھ کر انار پر اور چالیس مرتبہ سورۂ یوسف پڑھ کر سیب پر۔ یہ اس کے بعد کے دو عمل ہیں۔ اس کے بعد آخری عمل جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ ہے توسل' جو پہلے ہر اتوار کو یا ہر اتوار کو پڑھی جاتی تھی لیکن اسی کے فوائد' چہاردہ معصومینؑ سے مدد مانگنا۔ ''یا وَجیہًا'' عورت کا اس وقت کہنا جب وہ حمل کے دوران ہو' جس کے اپنے فائدے اتنے زیادہ ہیں' اس کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک الگ سے ایک تقریر کی جائے۔

تو بہر حال!......

یہ باتیں اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں لیکن اس کے بعد ایک سوال اور آتا ہے اس کا میں بڑا عجیب جواب دیتا ہوں اور اپنے موضوع کو آگے بڑھاتا ہوں' وہ یہ کہ جس طرح سے یہ دعاؤں کے حوالے سے اولاد کی تربیت کا آغاز اسی وقت سے کر دیا گیا کہ جب یہ عورت حاملہ ہے۔

غالباً! تیرہ (۱۳) ہوئے ہیں' چودھواں اس وقت ذہن سے نکل گیا تھا وہ اب پورا کر لیجیے۔ حمل کے دوران ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ سورۂ انبیاء کی تلاوت۔

اچھا!......

یہ سورۂ انبیاء اس لیے اس وقت میں نے نہیں پڑھا تھا کہ یہ وہ سورہ ہے جس کا موضوع آج شروع ہو رہا ہے۔ یہ تھا اولاد کے پیدا ہونے کے بعد کا عمل۔ سورۂ انبیاء یہ وہ عمل ہے جس کا عام زندگی میں بھی ایک فائدہ بتایا گیا ہے۔

آپ کا بیٹا چودہ سال کا ہو گیا' کوئی بیس سال کا ہو گیا' کوئی چالیس سال کا ہو گیا' راستے سے ہٹا۔ اولاد کو صحیح راستے پر لانے کے لیے اسلام نے کیا عمل بتائے ہیں؟ اس میں آتا ہے سورۂ انبیاء' سورۂ انبیاء کا ترجمہ میں دیکھ لیں تو نبیؑ اور اس کی اولادوں کا تذکرہ اس سورے میں بہت زیادہ ہے' لیکن اگر حمل ہی میں اس کو شروع کر دیا جائے۔

سورۂ انبیاء جو عام طور پر ویسے ایک دعا ہے' جب آتے ہیں علما کے پاس۔
مولانا! ہمارا بیٹا بالکل بگڑ گیا نماز نہیں پڑھتا' ہمارا بیٹا بگڑ گیا ہے' غلط سوسائٹی کی طرف چلا گیا ہے۔

اور پتہ چلا کہ اٹھارہ سال کا ہے' بیس سال کا ہے' اٹھائیس سال کا ہے' تو کیا اس کو جواب دیا جاتا ہے' دو تین باتیں جو بعد میں آنے والی تھیں' ابھی تو بچہ پیدا ہوا ہے یہ تھا اس میں سے سورۂ انبیاء' لیکن اگر اس کو اسی وقت سے شروع کر دیا جائے کہ جب ابھی وہ بگڑا ہی نہیں ہے بلکہ فطرت اسلام پر معصوم ہے۔

یہ چودہ باتیں تو ہو گئیں' ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض روایتوں میں ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ حمل کے دوران عورت مختلف غذائیں کھائے' کئی چیزیں بتائی جاتی ہیں' وہ فہرست نہیں آتی۔ (صلوات)

خلاصہ یہ کہ اس کو چھوڑ دیا گیا' اس کو اس لیے چھوڑ دیا گیا کہ پھل' کچھ دوائیں' یہ ساری چیزیں میں نے اس لیے چھوڑ دیں کہ ان میں ہمارے علما اور مراجع میں اختلاف ہے۔

بعض علما کا یہ نظریہ ہے کہ یہ جو دواؤں والی چیزیں بتائی جاتی ہیں' یہ ساری دنیا کے لیے نہیں ہوتیں' یہ خاص اس علاقے کے لیے ہوتی ہیں جہاں سے وہ عورت آ کر

سوال کر رہی ہے۔

عموماً یہ چیزیں سوال کے جواب میں آئیں گی' یہ ایک بحث چل رہی ہے' کیونکہ جو پھل بتائے گئے کہ فلاں پھل کھاؤ یا عام مردوں کو بھی جو معصومؑ نے جواب دیا۔ طب معصومینؑ ایک کتاب ہے جس میں بہت ساری حدیثیں ہیں۔

کیا یہ ساری دنیا کے لیے ہیں؟......

یہ ایک الگ بحث ہے' میں اس کی طرف جانا نہیں چاہتا ہوں۔ چونکہ اس کی وجہ سے مسئلہ ذرا مشکوک ہے' تو دس تقریروں میں مشکوک کی چیز کو میں چھوڑ رہا ہوں۔ دعا وہ ہے کہ جس کی طاقت ہر جگہ کے لیے' ہر فرد کے لیے ہے' ہر زمانے کے لیے ہے۔

یہ ایک سوال کا جواب تھا' جن کی سمجھ میں سوال آ گیا ان کے لیے جواب تھا جن کی سمجھ میں نہیں آیا تو وہ بہت ساری ایسی باتیں جن پر آپ کوئی خاص توجہ نہیں دیتے' آپ بھی توجہ نہ دیں۔

بات کو آگے بڑھائیں!......

ہاں!......

مگر اس میں کھجور' کھجور وہ ہے جس کی اہمیت جس انداز سے سورۂ مریم سے شروع ہو کر معصومینؑ کی حدیثوں میں آئی تھی اس لیے اس کو الگ سے بتایا گیا۔

اب ہماری بات وہیں پر پہنچ گئی جہاں ہماری بات پچھلی تقریر پر ختم ہوئی!......

حاملہ عورت پر جس وقت پیدائش کا زمانہ آئے' تو واجب کفائی ہے کہ اس کا شوہر اور اس علاقے کی عورتیں اس کی مدد کریں' یعنی ڈلیوری کے موقع پر اس کو اکیلا نہ چھوڑا جائے' اس کی مدد کرنے والے ہوں' یہ واجب کفائی ہے۔ لیکن میں اس کی مثال

ایسی دے رہا ہوں کہ بعض لوگوں کو شاید بہت عجیب لگے' کیونکہ میں جس ماحول میں ہوں چاروں طرف میرے بزرگوں کا ماحول ہے لکھنؤ میں' وہاں تو اسے بڑے نحوست کی بات مانا جاتا ہے۔

وہ یہ کہ جس طرح سے کوئی مر جائے تو غسل وکفن ودفن واجب کفائی ہیں' یہ معاشرے والوں کی ذمہ داری بنتی ہے۔

ہاں!......

اگر آپ کو اطلاع مل گئی کہ کچھ لوگ یہ ذمہ داری ادا کر رہے ہیں تو آپ پر سے یہ واجب ختم' اسی طرح ڈلیوری کے موقع پر عورت کی مدد کرنا مردوں میں سے اس کا شوہر اور باقی تمام عورتوں پر واجب۔

بہرحال!......

کھجور کھلانا سنت میں آتا ہے اور اس کے اندر ڈلیوری سے پہلے' درمیان میں' دونوں کی اجازت ہے۔ پھر انتہائی اہم چیزوں میں نام رکھنا آتا ہے' اس کی تفصیل آ چکی ہے' اس کے بعد انتہائی اہم سنتوں میں اذان واقامت آتا ہے۔ ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہنا تو ہمارے معاشرے میں رائج ہے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس وقت اذان اور اقامت کہی جائے جب بچے کی ناف بھی نہیں کاٹی گئی ہو' جیسے ہی اس دنیا میں آتا ہے ویسے ہی اس کے کان میں اذان اور اقامت کہی جائے۔ سات دن کے بعد' چار دن بعد' تین دن بعد' دو دن بعد' ایک دن کے بعد کوئی نیک آدمی آیا' اس سے اذان واقامت دلوائی گئی وہ بھی مستحب ہے۔ لیکن بہترین موقع جو ہے' جس کے فائدے سب سے زیادہ ہیں۔

امامؑ نے کہا: یہ بچہ شیطان سے محفوظ رہے گا اور جنونِ خفی سے محفوظ رہے گا اور سوتے سوتے ڈر کر اُٹھ جانے سے محفوظ رہے گا۔

یہ اس وقت ہے جب بچے کی ناف نہیں کاٹی گئی۔ تو اب اذان و اقامت کا proper time، یعنی ایک جملہ کہہ دوں کہ ہمارے عموماً اذان و اقامت کا ثواب حاصل کیا جاتا ہے لیکن تھوڑا لیٹ کر کے اب جیسے نماز ظہر' نماز مغرب' اول وقت میں جب آپ نماز پڑھیں گے تو اس کا ثواب اتنا زیادہ ہے' قضا ہونے کے قریب پڑھیں گے تو گنہگار پھر بھی نہیں ہیں نماز پھر بھی ہاتھ سے نہیں نکلی فضیلت' ثواب اور فائدے کم لیکن اذان و اقامت اپنی جگہ۔ بچے کو ایک فائدہ مند چیز کے ساتھ ساتھ ایک message بھی ہے ایک ہی time پر باپ اور بیٹے دونوں کے لیے۔

یہ تقریر میں آچکا تھا اس کو میں دوبارہ بیان کر رہا ہوں کہ اس کے بعد والا مستحب سمجھنے میں آسانی رہے گی اور وہ یہ کہ شروع سے ہی باپ کے ذہن میں یہ خیال رہے کہ اس بچے کو نمازی بنانا ہے اور بچے کے ذہن میں' جو آواز وہ اس دنیا میں آ کر سنتا ہے۔

ابھی آپ نے سنا کہ ناف کٹنے سے پہلے پہلے اذان اور اقامت کہہ دو یعنی دوسرے الفاظ میں دنیا میں جو سب سے پہلی آواز اس کے کان میں پہنچ رہی ہے وہ اللہ کی کبریائی' اسلام کے عقیدے اور عمل میں سے نماز کی آواز پہنچ رہی ہے۔

یہیں پر میں ان دو آیتوں کا ترجمہ کر دوں جن سے میں نے آج کی محفل شروع کی ہے' یہ دونوں آیتیں سورۂ ابراہیمؑ کی ہیں اور اس وقت کی آیتیں ہیں جس وقت حضرت ابراہیمؑ خانۂ کعبہ بنا کر فارغ ہوئے ہیں۔

پہلی آیت:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا

(سورۂ ابراہیم' آیہ ۳۵)

"اے خدا! اس شہر کو امن والا شہر بنا' امن کا گہوارہ بنا۔"

لیکن یہ تو مکہ کے حوالے سے ایک دعا مانگی' اس کے بعد:

وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (سورۂ ابراہیم' آیہ ۳۵)

"اے خدا! مجھے بچا کہ ہم کبھی بت پرستی یا بتوں کی پوجا نہ کریں۔"

وَبَنِیَّ

"اور میرے بیٹے کو بھی"

یعنی عقیدہ' اذان کا پہلا حصہ' اقامت کا پہلا حصہ ابراہیمؑ جو خود معصوم' ان کا بیٹا اسماعیلؑ معصوم' دعا مانگ رہے ہیں کہ اے خدا! مجھے اور میرے بیٹے کو شرک اور بت پرستی سے بچا۔

توحید اور توحید کے حوالے سے عقیدے کی بات اور پھر اسی سورۂ ابراہیم میں چند آیتوں کے بعد یہی واقعہ چل رہا ہے' یہ دعا آتی ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ

(سورۂ ابراہیم' آیہ ۴۰)

"اے خدا! مجھے قرار دے ان لوگوں میں جو نماز قائم کرتے ہیں۔"

وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (سورۂ ابراہیم' آیہ ۴۰)

"خالق! میں نمازی نہ بنوں میری ذریت سے بھی نمازی بنا۔"

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (سورۂ ابراہیم' آیہ ۴۰)

"اے خدا! میری یہ دعا تو خاص طور پر قبول کرلے۔"

حضرت ابراہیمؑ اولاد کے عقیدے کے حوالے سے پہلی دعا اور دوسری دعا یہ کہ اپنے لیے دعا نہیں مانگی بلکہ اپنی اولاد کے لیے بھی دعا کی۔

اب اسے ملایئے قرآن کی اس آیت سے جس کی تلاوت گذشتہ مجالس میں کی جا چکی ہے:

وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (سورۂ مریمؑ آیہ ۵۵)

"اپنے خدا کے پاس بہت پسندیدہ"

اسماعیلؑ بہت زیادہ پسند کرتا تھا اس لیے وجہ یہ بتائی:

وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ (سورۂ مریمؑ آیہ ۵۵)

"وہ گھر والوں کو نماز کا حکم دیا کرتے تھے۔"

بچہ دنیا میں آیا' کوئی بھی آواز اس کے کانوں میں داخل ہونے سے پہلے اسے پہلا پیغام یہ دیا گیا کہ نمازی بننا ہے۔

آگے چلیے!......

اس کے بعد والا مستحب کیا ہے؟

اور وہ ہے بچے کی تحنیک' بچے کا تالو اُٹھانا۔

اس کے حوالے سے جو پیغام مل رہا ہے وہ سنیے!......

جب بچے کے تالو کو اُٹھانے کا مرحلہ آئے تو مستحب یہ ہے کہ اس وقت پانی اور غذا اس کو دیں۔ جو پہلا پانی بچے کے منہ میں ڈالنا ہے تو وہ ہے فرات کا پانی۔ اگر وہ نہ مل سکے تو پھر کسی بھی ایسے چشمے یا دریا کا پانی جو میٹھا پانی ہو۔ اگر وہ نہ ملے تو وہ کھارا پانی جو دستیاب ہو جائے لیکن اس کے اندر کھجور ملا کر اسے میٹھا بنائیں اور اگر کھجور نہ ملے تو

اس میں شکر ڈال کر میٹھا بنائیں۔

اب پیغام یہ دیا کہ پہلا پانی جو بچے کے منہ میں ڈالنا ہے وہ کربلا کے دریائے فرات کا پانی ڈالنا ہے۔ پہلی آواز جو جانا ہے وہ اذان کی آواز ہے یعنی اسلام یہ چاہتا ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ پہلے ہی دن سے شہادت کی آرزو دل میں رکھ کر پیدا ہو۔ کربلا سے اس کا ایک تعلق رہے۔ پہلی غذا اس کی وہ دریائے فرات بنے جو شہیدوں کا دریا ہے۔ جس کے حوالے سے سب سے پہلا پیغام شہادت ذہن میں آتا ہے۔

اب تک چار مستحبات آچکے ہیں' باقی پانچ باقی ہیں: نام' غسل' اذان واقامت اور تالو اٹھانا' اس کے بعد پانچواں مستحب ذرا سا عجیب لگے گا آپ کو۔ وہ یہ کہ تو مولود بچے کے کان میں سوراخ کرو چاہے لڑکا ہو' چاہے لڑکی ہو اور دونوں کانوں میں سوراخ کرنا ہے' سیدھے کان میں تو کان کی لو میں سوراخ کرنا ہے' اُلٹے کان میں کان کے اوپر والے حصے میں سوراخ کرنا ہے' یہ مستحبات میں ایک مستحب ہے۔

اب وہ بڑا ہو کر اس میں بندے وغیرہ پہنے تو ابھی یہ موضوع نہیں ہے۔

مستحب ہے بچے کے دنیا میں آنے کے بعد ساتویں دن یہ پانچواں عمل۔ اس کے بعد آخری چار مستحبات بچیں گے' جن میں سے تین کا تعلق سب سے ہے' ایک کا تعلق لڑکے سے ہے۔

ساتواں مستحب یہ کہ اس بچے کے سر کے بالوں کو مونڈا جائے اور آٹھواں یہ کہ اس بچے کا عقیقہ کرایا جائے' نواں یہ کہ اس بچے کی ولادت کی خوشی میں ولیمہ کرایا جائے' دسواں مستحب ساتویں دن کا ہے عقیقہ کرنا' آخری مستحب ہے ختنہ۔ یہ خالصتاً لڑکوں کے لیے۔ ختنہ کرانا مستحب ہے' اگر نہیں کرایا اور وہ بالغ ہو گیا تو یہ عمل کرنا واجب ہو جائے گا۔

اب میں تین مختصر باتیں کر کے لڑکی کے حوالے سے اصل موضوع پر آتا ہوں!......

معصومؑ فرماتے ہیں: تین مسلسل معصومینؑ کی حدیث ہے' پانچویں امامؑ کی حدیث پہلے پڑھ رہا ہوں۔ اس کے بعد چھٹے امامؑ کی حدیث ہے' پھر دسویں امامؑ کی۔

پانچویں امامؑ فرماتے ہیں: حمل کے دوران بالکل ابتدائی مرحلوں میں یا اس سے پہلے اگر کوئی بیٹا چاہتا ہے تو وہ ایک نذر مانے اللہ سے:

اَللّٰھُمَّ اِنْ رَزَقْتَنِیْ ذَکَرًا

''اے خدا! اگر تو نے مجھے لڑکا دیا۔''

فَسَمَّیْتُہٗ مُحَمَّدًا

''تو میں اس کا نام تیرے حبیبؐ کے نام پر رکھوں گا۔''

پہلا یہ عمل ہے اور دوسرا عمل وہ جو حضرت زکریاؑ کی دعا ہے۔ وہ ہر نماز کے بعد سجدہ شکر میں جا کر یہ دعا پڑھیں:

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ

(سورۂ آل عمران' آیہ ۳۸)

''اے خدا! مجھے عطا کر ایک پاک و پاکیزہ نسل۔''

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ

(سورۂ انبیاء' آیہ ۸۹)

''اے خدا! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور سب سے بہتر وارث تو تُو ہے۔''

نماز کے بعد کے سجدے میں یہ دعا پڑھنی ہے۔

اور تیسری چیز!......

ہمارے دسویں امام حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا فرمان ہے' وہ یہ کہ اوپر والی دو

آٹھوں میں دوسری والی آیت:

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ

(سورۂ انبیاء، آیہ ۸۹)

فیروزے کے اوپر لکھوا کر اسے اپنے ہاتھ میں بطور انگوٹھی پہنا جائے، شوہر و بیوی دونوں کے لیے۔

یہ تیسرا عمل بتایا گیا کہ اولاد نرینہ یعنی بیٹا پیدا ہو، لیکن وہ مسئلہ اپنی جگہ ہے، یہ تو ہو گیا ان کا مسئلہ جو معاشرہ کے دباؤ کو برداشت نہیں کر پا رہے لیکن خود معاشرے سے سوال کر تم کیا یہ بات بھی بھول گئے کہ بیٹی اتنی پسندیدہ ہوتی ہے کہ اللہ نے اپنے حبیبؐ کو بیٹی جیسی اولاد سے نوازا۔ بیٹے بھی کچھ دیئے لیکن واپس لے لیے اور پھر وہ بیٹی دی جس کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا کہ اس کے ذریعے میری اولاد بھی قیامت تک چلے گی، میرا مشن بھی قیامت تک چلے گا۔

ذکرِ ولادتِ زینبؑ

میرا مولا علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ جیسے بیٹے عطا ہوئے، جسے حسنؑ اور حسینؑ جیسے بیٹے عطا ہوں اس کو اور کیا چاہیے۔

اس باپ کو کسی اور چیز کی تمنا ہونی چاہیے؟......

ہوئی تھی تمنا: خداوندا! مجھے ایک بیٹی چاہیے۔

یہ علیؑ کی دعا ہے، علیؑ نے عباسؑ طلب کیا کربلا کے لیے اور وہ بعد کی بات ہے تقریباً بیس سال کی بات۔

مولاؑ نے کہا: خداوندا! مجھے ایک بیٹی چاہیے۔

دعائیں کر کے علیؑ نے خدا سے اس بیٹی کو لیا' جس بیٹی کا نام ہی یہ بتانے کو کافی ہے اور جس بیٹی کا کام ہی یہ بتانے کو کافی ہے کہ کس طرح سے اس نے اپنے باپ کے مشن کو اور اپنے باپ کے مقصد کو آگے بڑھایا۔

"زینبؑ"

علمائے کرام کہتے ہیں: زینب عربی زبان کا لفظ نہیں ہے' عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ شبر و شبیر یہ دونوں نام عبرانی زبان سے آئے تھے' تو یہ تیسرا نام بھی۔ زینب کے معنی عبرانی زبان میں ہیں: "گریہ کرنے والی' ماتم کرنے والی اور رونے والی"۔

بعض نے کہا: یہ عربی کا لفظ ہے' بلکہ دو لفظوں کو ملا کر بنایا: ① زین ② اب یعنی "زین اَب"۔ یعنی وہ جو اپنے باپ کی زینت ہو' وہ جو اپنے باپ کی شان بڑھانے والی ہو۔

زینبؑ کبریٰ کی ساری زندگی کو دیکھئے تو یہ دونوں روایتیں اپنی جگہ صحیح لگتی ہیں' یہ دونوں قول اپنی جگہ صحیح لگتے ہیں۔

گریہ کرنے والی ہے اور ایسی گریہ کرنے والی کہ اس کی ولادت سے گریہ شروع ہوا اور اس کی شہادت کے دن تک جاری رہا۔ جب پیدا ہوئیں تو اللہ کے رسولؐ نے گریہ کیا' جب شہید ہوئیں تو انہیں کے بھتیجے سجادؑ نے پھوپھی کا لاشہ اُٹھایا مگر اس حالت میں کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری تھا۔

اگر دوسرے کو اختیار کریں تو واقعاً اس بیٹی نے یہ بتا دیا کہ "زین اَب" کسے کہتے ہیں' کیا انداز رہا ساری زندگی زینبؑ کا؟ کیا شان رہی ساری زندگی زینبؑ کی؟

بازارِ کوفہ میں زینبؑ خطبہ دیتی ہیں تو رسولؐ کے نابینا صحابی گھبرا کر کہتے ہیں: "علیؑ کو دنیا سے گئے ہوئے بیس (۲۰) سال ہو گئے یہ دوبارہ علیؑ اس دنیا میں کیسے آ گئے؟"

کسی نے گھبرا کر پوچھا: یہ جملہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں؟ آپ کو نظر بھی نہیں آ رہا؟
کہا: خطبہ تو سن رہا ہوں' انداز' آواز' لہجہ' طریقہ' سلیقہ بالکل ایسا جیسے علیؑ ابن ابی طالبؑ بول رہے ہیں۔

اور خالی یہاں تک نہیں زینبؑ کا مشن دیکھئے!......

اگر علیؑ نے کافروں اور مشرکوں کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا تو زینبؑ نے یزیدیت کی کمر کو اس طرح توڑ کر رکھا کہ اب قیامت تک یزیدیت ہمارے سامنے بھی آ نہیں سکتی ہے۔

زینبؑ کبریٰ، رسولؐ کی وہ نواسی' علیؑ و فاطمہؑ کی وہ بیٹی' جس نے ہماری عورتوں کو یہ پیغام بھی دیا کہ عورت کی ذمہ داری صرف کھانا پکانا' کپڑے دھونا اور آج کے زمانے کے اعتبار سے نئے نئے کپڑے پہن کر میک اپ کر کے محفلوں میں آ جانا نہیں ہے۔

زینبؑ کبریٰ وہ ہیں جن کے یہاں خواتین کا ایک الگ سے حوزہ علمیہ وہ چلتا تھا۔ روایتوں میں ہے کہ ہفتے میں چھ دن' تفسیر ہے تو آج تفسیر کا دن' آج حدیث کا دن' آج مسائل سکھانے کا دن اور وہ بھی ایک باقاعدہ طریقے سے۔

چنانچہ یہ روایت آپ محرم کی مجلسوں میں سنتے ہیں مگر یہ روایت بتا رہی ہے کہ زینبؑ کبریٰ کے گھر کا ماحول تھا۔

کون سی روایت؟......

سورۂ مریم کی سب سے پہلی آیت:

کٓہٰیٰعٓصٓ (سورۂ مریم' آیہ ۱)

مولاؑ نے اس کی تفسیر کی۔

کہا: یہ پہلی آیت ہمارے گھر کے بارے میں ہے۔

"ک" سے مطلب کربلا' "ہ" سے مطلب شہادت' "ی" سے مقصد یزید' "ع" سے مقصد عطش یعنی پیاس' "ص" سے مطلب صبر۔

لیکن اس کا ایک پس منظر ہے!......

پس منظر کیا ہے؟......

میرا مولاؑ صبح گھر سے نکلتا ہے' مسجد کوفہ میں جاتا ہے' سارا دن مسلمانوں کے مسئلے حل کرتا ہے' شام کو آتا ہے' ایک دوپہر کو کسی کام کی وجہ سے گھر آنا پڑا' جب پہنچے تو وہی وقت تھا جس وقت زینبؑ عورتوں کو درس دیتی تھیں۔

آج کا ہفتے کا دن تھا اور ہفتے کے دن قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

زینبؑ نے دیکھا' میرا بابا گھر میں آیا ہے کسی کام کے سلسلہ میں۔

کہا: بابا! روزانہ میں درس دیتی ہوں آج آپؑ آگئے ہیں تو میری خواہش ہے کہ آپؑ درس دیں۔

کہا: بیٹی! مجھے جلدی ہے اور وہاں ساری دنیا کے مرد اپنے مسئلے لے کر آتے ہیں۔

کہا: بابا! فقط ایک آیت کی تفسیر بتا دیجیے۔

کہا: بیٹی! کون سی آیت کی تفسیر؟

کہا: آج سورۂ مریم شروع ہونے والی ہے' اس کی پہلی ہی آیت کی تفسیر کریں۔

مولائے کائناتؑ تشریف فرما ہوئے اور پہلی آیت کی تفسیر کر کے بیٹی سے

اجازت لے کر جاتے ہیں۔ زینبؑ کے اس مدرسے میں ایک وقت میں چار چار ہزار عورتیں آتی تھیں۔

اس شان کے ساتھ علیؑ کے فرمان کو اپنے کردار کے سانچے میں ڈھالا کہ زینبؑ خالی نام کی زینبؑ نہ رہی حقیقت میں ''زین اَب'' بن گئی' حقیقت میں باپ کی زینت بن گئی۔

اور یہی وجہ ہے کہ زینبؑ کی ولادت کے موقع پر ہی عظمت زینبؑ کے حوالے سے وہ روایت آ گئی جس پر آج کی بات مجھے ختم کرنا ہے۔

زینبؑ کی سیرت نے ایک پیغام اور دیا وہ یہ کہ فاطمہؑ کو پتہ ہے کہ میرے یہاں حسنؑ پیدا ہو چکے ہیں' میرے یہاں حسینؑ پیدا ہو چکے ہیں' پھر بھی میرا شوہر بار بار بیٹی کی تمنا کر رہا ہے۔

چنانچہ پانچ جمادی الاول ۶ ھ کی تاریخ تھی اور مدینہ شہر تھا اور خانہ زہراؑ ہے' علیؑ داخل ہوئے' ایک مرتبہ فاطمہؑ نے مسکرا کر کہا: یا علیؑ! مبارک ہو خدا نے آپؑ کی دعاؤں کو پورا کر دیا۔

انتہائی خوشی کے عالم میں میرا مولاؑ جھکتا ہے' بیٹی کو اُٹھاتا ہے اور وہی جملہ کہتا ہے جو بعد میں عباسؑ کے حوالے سے کہا: واقعاً! بیٹی ویسی ہی جیسی میں نے دعا کی تھی۔

ایک مرتبہ سوال کیا: فاطمہؑ! اس بچی کا نام کیا رکھا ہے؟

شہزادیؑ نے کہا: آپؑ کے ہوتے ہوئے میں نام کیسے رکھ سکتی ہوں؟

آپؑ کیا نام رکھتے ہیں؟

کہا: اللہ کے رسولؐ کے ہوتے ہوئے میں نام کیسے رکھ سکتا ہوں؟ میری یہ اولاد کا نام رسولؐ نے رکھا ہے اس لیے میری اس بیٹی کا نام بھی رسولؐ ہی رکھیں گے۔

ایک بچی کو لے کر مسجد نبویؐ میں آتے ہیں' جیسے ہی بچی پیغمبرؐ کے سامنے پہنچی پیغمبرؐ نے تڑپ کر بچی کو اپنی گود میں لیا' چہرہ دیکھا' کہا: یا علیؑ! نام کیا رکھا ہے؟

کہا: اللہ کے رسولؐ! اس سے پہلے میرے دو بیٹے ہوئے تھے ان کا نام آپؐ ہی نے رکھا تھا اس لیے اس کا نام بھی آپؐ رکھیں۔ آپؐ کیا نام تجویز کرتے ہیں؟

کہا: اے علیؑ! تیری ہر اولاد کا نام خدا کی بارگاہ سے آتا ہے اللہ وہ نام تجویز کرتا ہے' اس کا نام بھی وہاں سے آئے گا۔

جبرائیلؑ نام لے کر آ گئے۔ پیغمبرؐ نے مسکرا کر کہا: یا علیؑ! خدا نے اس کا نام زینب بھجوایا ہے' یہ زینبؑ ہے' تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا۔

پھر مسلمانوں کو دیکھ کر کہا: اے مسلمانو! پہچانو! میری اس بچی کو اس کا وہی رتبہ ہے جو خدیجہؑ طاہرہ کا رتبہ ہے' یہ مثیل خدیجہؑ ہے' یہ شبیہ خدیجہؑ ہے۔

لیکن عجیب کیفیت ہے!......

ہونٹوں پر مسکراہٹ ہے آنکھوں میں آنسو ہیں' خوشی اس لیے ہو رہی ہے کہ زینبؑ جیسی نواسی ملی اور غم اس لیے ہو رہا ہے کہ زینبؑ کے بازو نظر آتے ہیں تو پیغمبرؐ وہ رسیاں دیکھ لیتے ہیں۔ پیغمبرؐ زینبؑ کے سر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ایک دفعہ کوفہ اور شام کے بازار اور دربار نظر آ جاتے ہیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

maablib.org

مجلسِ ہفتم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ
جَمِيْعًا (سورۂ مائدہ' آیہ ۳۲)

اس سے پہلے کہ بات کو وہیں سے آگے بڑھایا جائے جہاں گذشتہ تقریر کے آخر میں بات پہنچی تھی' دو چیزیں یاد دلا دی جائیں۔ اگرچہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ جنہیں بیک وقت ملا کر سننا آپ کے لیے مشکل ہوگا' لیکن اس اتوار کے درس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کے ذہن میں یہ چیزیں تازہ ہوتی رہیں۔ اس لیے یہ دو چیزیں عرض کر رہا ہوں اور پھر جو ہمارا اصل موضوع ہے اس میں ان دو چیزوں کا ہلکا سا اشارہ آئے گا۔

پہلا یہ کہ جیسا کہ میں نے شب جمعہ کی مجلس میں بھی عرض کیا تھا کہ دنیائے اسلام اور دنیائے تشیع کا بہت بڑا حصہ وہ ہے جس میں گذشتہ دو دن شہادت کی تاریخوں کے اعتبار سے منایا' یعنی اسلامی کیلنڈر کا اس وقت جو مہینہ چل رہا ہے جمادی الاول اس کی تیرہ (۱۳) اور چودہ (۱۴) تاریخ جو جمعہ اور ہفتے کا دن تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی شہادت کی تاریخ ہے۔ (صلوٰۃ)

یہ وہ روایت ہے جس پر جنوبی ہندوستان میں عمل ہوتا ہے' بمبئی' گجرات۔ پاکستان میں جو خوجہ حضرات ہیں۔ ایران' عراق' اگر دوسری بھی ایک تاریخ کتابوں میں آئی ہے تین جمادی الثانی' جس تاریخ کے اعتبار سے پنجتن سنٹر کا باقاعدہ ایک پروگرام ہوگا لیکن بہر حال یہ پہلی تاریخ بھی اتنی مشہور ہے اور اس کی بھی اپنی ایک اہمیت ہے کہ یہ یاد دلا دینا ضروری تھا کہ گذشتہ دو دن شہادتوں کی مجلسوں کے دن تھے۔

خیر!......

شب جمعہ میں نے تھوڑا تذکرہ کیا تھا' آج کی تقریر میں کیونکہ شہزادیؑ کے حوالے سے کئی واقعات اور کئی چیزیں آ رہی ہیں۔

یہاں پر میں سرسری طور پر ایک جملہ عرض کر دوں' شہزادیؑ کی شہادت کے بارے میں دو روایتیں ہیں صرف اس لیے آ گئیں کہ عربی زبان میں نقطوں کا جو مسئلہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے پرانی کتابوں میں جو تحریر آئی اس کو پڑھنے میں علما میں دو قول ہو گئے۔ کچھ نے کہا: یہ ۷۵ لکھا ہے۔ کچھ نے کہا: یہ ۹۵ لکھا ہے۔

صرف نقطوں کا کمال ہوتا ہے کہ اوپر نقطے لگا لیجیے یا نیچے لگا لیجیے ۷۵، ۹۵ بن جائے گا' ۹۵، ۷۵ بن جائے گا۔

۹۵ اور ۷۵ سے کیا مطلب؟......

پیغمبرؐ اسلام کی وفات ۲۸ صفر ہے اس میں جمع کرتا ہے ۷۵ دن یا ۹۵ دن۔

اب پرانی عربی میں نقطے ہوتے ہی نہیں تھے' یہ تو بعد میں لگنا شروع ہوئے جس کی وجہ سے ایک اختلاف ہو گیا۔

دوسری جو گزارش کرتا ہے یہ ہے کہ اسی طرح سے ولادت کی تاریخ میں بھی ذرا

شدید سا اختلاف ہے اور دو روایتیں ہیں' ایک روایت کے اعتبار سے جیسے پورے شمالی ہندوستان میں اور پاکستان کے اکثر حصوں میں منایا جاتا ہے اور مانا جاتا ہے' آج کا دن' عین یہی دن جو پندرہ جمادی الاول قرار پا رہا ہے۔ یہ ہمارے چوتھے امام حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ ہے۔ یہ چوتھے امامؑ کی ولادت کا دن ہے' ایک ایسی روایت کی بنیاد پر جس کے حوالے سے میں اکثر کہتا ہوں کہ سرکار ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ کی وہ تحقیق جسے بعض وجوہات کی بنا پر حوزہ علمیہ کی ریسرچ سے بھی زیادہ افضل مانا جاتا ہے۔ اس تحقیق کے مطابق یہ آج کا دن ولادت کا دن ہے لیکن چونکہ دوسری روایت پانچ شعبان کی وہ ہے جس کو ذہن میں رکھ کر پنجتن سنٹر کا پروگرام بنے گا اس لیے ان معنوں میں یہ جشن ولادت نہیں ہے۔ اب یہ دونوں باتیں ہوتی گئیں کل تک شہادت کی تاریخ آج ولادت کا دن لیکن دونوں وہ روایتیں ہیں جو ہمارے پنجتن سنٹر کے کیلنڈر میں نہیں آئی تھیں تو اس لیے میں شہادت کی مجلس یا ولادت کی محفل کے انداز میں بات نہیں کروں گا' لیکن ان دونوں معصوموںؑ کی کچھ روایتیں' کچھ واقعات آج کے اصل موضوع کے اندر آ جائیں گے۔

اور بات یہ ہو رہی تھی کہ تربیت اولاد کا مرحلہ اس لیے ایک انتہائی اہم مرحلہ ہے کہ یہاں پر انسان اگر ذرا سا غافل ہو تو اتنی جلدی اپنی نسلوں کو کھو دیتا ہے کہ آج کی دنیا بہت تیز رفتار دنیا ہے اور یہ جو تیزی آئی ہے بلکہ یہ جو تیز رفتاری ہے یہ ہر چیز میں آئی ہے خصوصیت کے ساتھ انسان کی اولاد کے اس کے ہاتھ سے پھسل جانے کے حوالے سے اور ذرا سا بھی انسان غافل ہو گیا تو نسل کہیں کی کہیں پہنچ گئی۔

سورۂ مائدہ کی جس آیت کی تلاوت میں نے آج کی مجلس کے شروع میں کی

اس آیت کی تفسیر۔

قرآن کریم کی آیتوں کے حوالے سے یہ ایک اصول تو آپ کے علم میں ہے نا، کہ ایک ایک آیت کے کئی کئی معانی نکلتے ہیں اور سارے کے سارے معانی اپنی جگہ صحیح ہوتے ہیں تو یہ سورۂ مائدہ کی آیت ہے جو آج کی مجلس کا سرنامہ بنا۔ اس کی تفسیر سنیے امام معصومؑ سے آیت کا ترجمہ سنیے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ

(سورۂ مائدہ آیہ ۳۲)

''اگر کوئی آدمی کسی آدمی کو قتل کرتا ہے۔''

بِغَيْرِ نَفْسٍ (سورۂ مائدہ آیہ ۳۲)

''اور یہ بدلے میں قتل نہیں ہوا۔''

ایک تو ہے نا، کہ قاتل سے بدلہ لینا ہے وہ تو اسلام کا ایک حکم ہے اسلام کی ایک سزا ہے:

اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ (سورۂ مائدہ آیہ ۳۲)

''یا وہ معاشرے میں فتنہ فساد برپا کر رہا ہے۔''

اگر یہ دو وجوہ نہیں، یعنی مختصراً اگر کسی نے کسی دوسرے کو بے گناہ قتل کیا:

فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (سورۂ مائدہ آیہ ۳۲)

''وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے ساری انسانیت کو قتل کر دیا۔''

قتل اسلام کی نگاہ میں اتنا بڑا گناہ ہے، یہ مت سمجھو کہ تم نے ایک کو مارا ہے تو ایک ہی قتل ہوا۔

نہیں!......

فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (سورۂ مائدہ' آیہ۳۲)

''گویا! ساری انسانیت کو تم نے قتل کر دیا۔''

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (سورۂ مائدہ' آیہ۳۲)

''اور جس نے ایک انسان کو زندگی عطا کی وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے ساری انسانیت کو زندہ کر دیا۔''

اب سورۂ مائدہ کی یہ وہ آیت جس کے حوالے سے راوی کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا' وہ حضرت صادق آل محمدؑ کی بارگاہ میں پہنچا۔

کہا: مولاؑ! اتنا تو سمجھ میں آ رہا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو قتل کرتا ہے مگر یہ جو آیت کے آخر میں آیا کہ اگر کسی نے دوسرے کو زندہ کیا' تو زندہ کرنا تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے یہ تو پروردگار عالم کی صفت ہے' یہ تو خلاقِ دو عالم کا فعل ہے' ہم کسی کو زندہ نہیں کر سکتے ہیں؟

اگرچہ آج کی جدید سائنس کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ اب یہ بھی ہمارے لیے ممکن ہو گیا' لیکن ہماری اس وقت سائنس پر بحث نہیں ہے لیکن امامؑ اس وقت اس آیت کی ایک دوسری تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ امامؑ نے مسکرا کر پہلا سوال تو اس سے یہ کیا کہ آیت کا دوسرا حصہ سمجھ میں نہیں آ رہا' پہلا حصہ سمجھ میں آ گیا؟

کہا: ہاں! سمجھ میں آ گیا' جس نے کسی کو قتل کیا' قتل سمجھ میں آ گیا' گولی چلا دی' تلوار مار دی' چھری مار دی اور بہت سارے واقعات۔

مولاؑ! یہ تو سمجھ میں آ گیا' زندہ کیسے کیا جاتا ہے؟

اچھا!......

اب حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کا مناظرہ جو تھا اس میں بھی نمرود نے اس قسم کی حرکات کی تھیں۔

کہا تھا: اے ابراہیمؑ! تمہارا پروردگار کون ہے؟

کہا: میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کو مردہ کرتا ہے، مردہ کو زندہ کرتا ہے۔

کہا: یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔

اس نے یہ کہہ کر ایک بے گناہ انسان کو پکڑا اور کہا: اسے پکڑو اور قتل کر دو۔

کہا: دیکھا! میں نے قتل کر دیا۔

اور ایک آدمی جسے پھانسی کی سزا سنائی جا چکی تھی۔ کہا: اس کو چھوڑ دو، رہا کر دو۔

کہا: دیکھو! جو مرنے والا تھا اس کو زندہ کر دیا، جو زندہ تھا اس کو مار دیا۔

بہرحال!......

معصومؑ فرماتے ہیں: قرآن کی ہر ہر آیت کے ستر ستر معانی ہیں۔

یاد رکھو!......

اس آیت کے اندر جو خدا یہ کہہ رہا ہے کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو ایسا ہے کہ اس نے ساری انسانیت کو قتل کیا۔ اس کا مطلب یہ والی جان لینا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو گمراہ کر دینا اور پھر جو قرآن نے کہا کہ کسی کو زندہ کیا تو ایسا کہ ساری انسانیت کو زندہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کسی کو ہدایت کا راستہ دکھانا، کسی کو سیدھے راستے کی تبلیغ کرنا۔

آج ابھی مجلس سے پہلے آپ سورہ یٰسین کی تلاوت سن رہے تھے:

لِیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا (سورۂ یٰسین' آیہ ۷۰)

"اے حبیبؐ! یہ قرآن اس لیے آیا ہے تاکہ تُو اسے ڈرائے جو حیی ہے' جو زندہ ہے جس کے پاس قبولیت ہدایت کی صلاحیت ہے۔"

یہ لفظ حیی' قرآن میں بھی اور کلامِ معصومؑ میں بھی استعمال ہوتا ہے' کسی کی ہدایت کے حوالے سے بھی لفظ "بھی" پر بھی توجہ دیجیے گا!

امامؑ فرماتے ہیں: اگر تم نے کسی کو ہدایت کر دی۔

ایک آدمی بے نمازی ہے' تم نے اسے نمازی بنا دیا۔ ایک عورت بے پردہ ہے' تم نے اسے باپردہ بنا دیا۔ ایک آدمی شرابی ہے' تم نے اس سے شراب چھڑوا دی۔ اسی طرح عقیدے کی منزل آتی ہے۔ ایک آدمی دشمن اہل بیتؑ ہے تم نے اس کے دل میں محبتِ اہل بیتؑ پیدا کر دی۔ ایک آدمی دشمن رسولؐ ہے' اسے محب رسولؐ بنا دیا۔ ایک آدمی منکر خدا ہے' اس تک پیغامِ حق پہنچا دیا۔ یعنی کافر کو مسلمان کیا۔ عیسائی کو صاحب ایمان کیا' یہ سب اس دائرے میں آ گئے:

وَ مَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (سورۂ مائدہ' آیہ ۳۲)

تم گویا! کسی کو زندہ کر رہے ہو' یہ زندگی دینا ہے' ہدایت کا راستہ دکھانا' پیغامِ حق پہنچانا یہ ہے زندگی دینا۔

اور اب قرآن کیا کہہ رہا ہے؟......

اب قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے کائنات کے کسی دور دراز گوشے میں موجود کسی انسان کو بھی ہدایت کا پیغام دیا تو اتنا ثواب ملے گا جیسے تم نے ساری انسانیت کو پیدا کیا اور اگر اپنے گھر کے اندر اگر اپنی حقیقی اولاد کو وہ حدیث ایک مرتبہ پھر مجھے دہرانا ہے'

جہاں معصومؑ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جتنے قریبی آدمی سے نیکیاں کی جائیں ثواب اتنا بڑھتا جاتا ہے۔

مثلاً......

وہ حدیث جو صدقے کے حوالے سے اکثر میں پڑھتا ہوں کہ اگر کسی عام انسان کو صدقہ دیا تو ایک درہم پر دس گنا ثواب ملا اور اگر کسی مسلمان اور مومن کو صدقہ دیا تو ایک درہم پر ستر گنا ثواب ملے گا اور اگر اپنے قریبی رشتہ دار کو صدقہ دیا تو ایک ہی درہم پر سات سو گنا ثواب مل رہا ہے اور اگر اپنے والدین کے ساتھ نیکی کی' مالی نیکی تو ایک درہم پر سات ہزار گنا ثواب مل رہا ہے۔

درہم ایک ہے لیکن ثواب کہیں دس' کہیں ستر' کہیں سات' سو کہیں سات ہزار اور پھر آخر میں ایک لاکھ ہو جاتا ہے' اگر کسی عالم یا دینی طالب علم کی خدمت کی' تو اب درہم ایک ہے لیکن جتنے قریب کی [illegible] مت کی جا رہی ہے اتنا زیادہ ثواب بڑھتا چلا جا رہا ہے' یہ اسلام کا اپنا ایک اُصول ہے

کائنات کے دور و دراز کے [illegible] ایک انسان مریخ پر رہتا ہے یا مشتری پر رہتا ہے' وہاں بھی اگر تم نے پیغام ہد [illegible] پایا تو اتنا ثواب ملے گا جیسے ساری انسانیت کو زندہ کیا اور اگر اپنے گھر کے اندر اور اپنی اولاد تک تم نے یہ پیغام ہدایت پہنچایا تو کیا کہنا اس ثواب کا' کیا کہنا اس فضیلت کا اور یہی موضوع ہے جو تربیت اولاد بنتا ہے مگر امامؑ نے ساتھ میں آیت کے پہلے حصے کو بھی اس کے متعلق کر دیا کہ اگر اسی طرح کسی کو تم نے گمراہ کر دیا تو ایک آدمی کو گمراہ نہیں کیا گویا! ساری انسانیت کی گمراہی کا عذاب تمہاری گردن پر آ رہا ہے۔

اگر انسان کی ایک لاپرواہی کی بات کسی عورت کو بے پردہ بنادے' کسی نمازی کو بے نمازی بنادے' کسی پابندِ شریعت آدمی کو شریعت سے دور کردے تو امامؑ فرماتے ہیں: یہ قتل کے برابر ہے اور ایسا قتل ہے کہ ایک آدمی کو قتل کیا تو ایک کا گناہ نہیں لکھا گیا بلکہ ایک کو قتل کیا تو ساری انسانیت کا گناہ لکھا گیا۔

اگر یہی لاپرواہی اپنے گھر کے اندر آجائے تو وہاں بھی یہی ہے' بالکل عقلی مسئلہ ہے کہ آپ اس کائنات کے گوشے میں موجود ایک بالکل ہی لاتعلق آدمی کو قتل کریں اور اپنے باپ کے گلے پر آدمی چھری پھیرے' خود آدمی کا دل گواہی دیتا ہے کہ دونوں گناہوں میں فرق نظر آرہا ہے' جتنی قربت ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ یہ گناہ شدید لگتا ہے' تو یہی مسئلہ گمراہی کا ہے۔

تربیتِ اولاد' یہاں سے موضوع وہ بنا کہ جس کے حوالے سے سورۂ مائدہ کی آیت کا ترجمہ یہ ہوا۔ دیکھو! اگر تم نے اپنی اولاد کو گمراہ کیا تو ایسا ہے کہ جیسے ساری انسانیت کی گمراہی کا عذاب تمہاری گردن پر آیا اور اگر اپنی اولاد کو راہِ ہدایت دکھا دی۔ سیدھے راستے پر لے گئے' تو ایسا ہے کہ جیسے ساری انسانیت کو زندہ کیا۔

اور آیئے!......

یہ خیال کرتے ہوئے کہ آج کا دن ایک امام معصومؑ کی ولادت کا دن ہے ان کے دو فرمان آپ کے سامنے پیش کر کے موضوع کو آگے بڑھایا جائے۔

امامِ معصومؑ کے دو فرمان!......

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّی عَلٰی تربِيَتِهِمْ وَ تَادِيبِهِمْ وَ بِرِّهِمْ

یہ میں نے شاید! چوتھی تقریر میں دعا پڑھی تھی' صحیفہ کاملہ کی دعا' میرے چوتھے

امامؑ کی دعا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اے خدا! میری اعانت فرما' میری مدد فرما یعنی مجھے اس قابل بنا کہ میں اپنی اولاد کی تربیت کروں' میں اولاد کو صحیح ادب سکھاؤں اور میں اپنی اولاد کے ساتھ نیکی کروں۔"

اولاد کی تربیت اتنا اہم مسئلہ ہے!......

چوتھے امامؑ کے حالات ایسے تھے کہ بعض وجوہات کی بنا پر ڈائریکٹ لوگوں سے بات کرنا ایک مشکل مرحلہ ہو گیا تھا' پورا وقت نہیں' پینتیس (۳۵) سال کی امامت ہے چوتھے امامؑ کی۔ ایک وقت ایسا آیا تو امامؑ نے اس وقت دعا کو تبلیغ کا ذریعہ بنایا تھا کہ بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ بلند ہیں' امامؑ دعا فرما رہے ہیں۔ وہ دعا تو اپنی جگہ ہے' ساتھ میں سننے والوں کو message پہنچ رہا ہے۔ دعا' دعا سے زیادہ تبلیغ کا ذریعہ بن رہی ہے' خاص طور پر دعا مکارم الاخلاق' مگر آج چوتھے امامؑ کی ایک دعا اور ایک اسی کے برابر اہم امامؑ کا ایک چارٹر ہے وہ پڑھنا ہے' تو یہ دعائے مکارم الاخلاق۔ اللہ سے دعا ہی نہیں مانگ رہے' اصل میں سننے والوں کو پیغام پہنچا رہے ہیں کہ تربیتِ اولاد' تادیب اولاد اور اولاد کے ساتھ نیکی' یہ اتنا اہم فریضہ ہے کہ تمہارا امامؑ' معصوم امامؑ کے ہاتھوں کو بلند کر کے اس معروضے کو پیش کر رہا ہے۔

اور یہی چوتھا امامؑ' ایک مختصر سی کتاب ہے چوتھے امامؑ کی' جس کے اندر امامؑ نے ایک انسان کی گردن پر جتنے حق آتے ہیں' تقریباً باون (۵۲) حقوق امامؑ نے بیان کیے' تفصیل بتائی کہ کیا حق آتا ہے' ایک ایک کا حق بتایا۔

واقعاً!......

ایک ایسی کتاب ہے کہ ہر مومن کو اپنی زندگی کے آغاز میں یہ کتاب پڑھ لینا چاہیے' بہت زیادہ طویل کتاب بھی نہیں' اس کے اندر اولاد کا حق۔

فرماتے ہیں: سنو! تمہاری اولاد کا بھی تم پر حق ہے اور جس وقت یہ ذمہ داری ادا کرو تو اس طرح سے عمل کرنا۔ اور سنو! جب تم فریضے انجام دے رہے ہو تو دل میں یہ بات پیدا کر لینا' یقین کر لینا دل میں خیال لے کر آنا کہ تربیتِ اولاد کے فریضے کا ثواب ملے گا اور اس میں کوتاہی عتاب لے کر آئے گی' تمہیں ثواب ملے گا اگر فریضہ انجام دے رہے ہو اور تم پر عتاب آئے گا اگر تم اس فریضے سے کوتاہی کر رہے ہو۔

اب چوتھے امامؑ کے یہ دو فرمان اور یہاں پر ہماری گفتگو اسی مرحلے سے آگے بڑھے گی کہ اب تک کا مرحلہ تھا کہ اب تک خاص طور پر جب بچہ شکمِ مادر میں ہے اور اس کے بعد اس دنیا میں آیا اور پہلے سات دن وہ تمام چیزیں گزر گئیں ان کو دہرانے کا موقع نہیں۔

البتہ صرف ایک بات احتیاطاً عرض کر دوں!......

ایک فرمان ہے:

"اگر کوئی آدمی ساری چیزیں حاصل نہ کر سکے تو ایسا بھی نہ کرے کہ پھر سب کچھ چھوڑ کر بیٹھ جائے۔"

اس کے اعتبار سے جو زمانہ حمل کے بارے میں باتیں آئیں تو بعض لوگوں کو بہت زیادہ لگیں' لیکن اڑھائی سو سے زیادہ دن ملتے ہیں ایک عورت کو اور یوں اگر آپ دیکھیں تو ایک دن میں دو ذمہ داریاں ہیں' لیکن اگر وہاں تک نہ پہنچ پائے' تو ایسا بھی نہ

ہو کہ سب کو چھوڑ کر بیٹھ جائے۔

پس! یہ خلاصہ تھا!......

اب مسئلہ یہ ہے کہ بچہ اس دنیا میں آ گیا اور ابتدائی مراحل سے گزر گیا' اب وہ وقت آ رہا ہے کہ جس کے لیے اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: سنو! کوئی تحفہ اور کوئی gift کوئی باپ اپنی اولاد کو نہیں دے سکتا ہے جو ادب اور تربیت سے افضل ہو۔

باپ اپنے بیٹے یا بیٹی کو جو سب سے اچھا تحفہ دے سکتا ہے وہ یہ کہ اس کی تربیت اچھی کرے۔

کیا مطلب سب سے اچھا؟......

پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا اور پیغمبرؐ کے وارث امام معصومؑ نے تشریح کی۔

فرمایا: سنو! باپ اپنی اولاد کے لیے جو مال چھوڑ کر جاتا ہے اس کی اہمیت نہیں ہے' جو تربیت دے کر جاتا ہے اس کی اہمیت ہے' اس لیے مال جو باپ چھوڑ کر گیا وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو تربیت دے کر گیا وہ ہمیشہ کے لیے باقی رہنے والی ہے۔

اُدھر پیغمبرؐ نے کہا: باپ اپنی اولاد کو کچھ نہ کچھ دیتا ہے' باپ اپنی اولاد کو عطا کرتا ہے لیکن کہا: جو بہترین چیز تم دے کر جا رہے ہو وہ اس کی ایک بہترین تربیت ہے اور امامؑ نے وجہ بتائی کہ جو کچھ باپ دے کر گیا یہ سب ختم ہونے والا ہے لیکن جو تربیت دے کر گیا وہ اس دنیا میں بھی اس کے کام آ رہی ہے آگے کے مرحلے میں بھی کام آ رہی ہے۔

یہی جملہ مزید وضاحت کے ساتھ سرکار سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس وقت ارشاد فرمایا جب بعض لوگوں نے امامؑ کے اس عمل پر اعتراض کیا:

کیا عمل؟......

اعلان کیا امامؑ نے کہ میرے گھر میں ایک تقریب ہے۔ مدینے کے اندر جتنے بھی امامؑ کو ماننے والے تھے ان سب کو بلایا گیا' اب لوگ حیرت کے عالم میں آ رہے ہیں کہ یہ امامؑ کے گھر میں کون سی تقریب ہے؟

آئے' پہنچے اور یہ منظر دیکھ کر گھبرا گئے کہ ابو سلمٰی عبدالرحمٰن کو اس تقریب کے اندر مہمان خصوصی کی حیثیت دی گئی ہے۔ امامؑ کے گھر میں ایک تقریب ہے تو یقیناً! تقریب کا مرکزی کردار خود امامؑ کو ہونا چاہیے لیکن ابو سلمٰی عبدالرحمٰن۔

کون ہے یہ آدمی؟......

یہ وہ آدمی ہے جو مدینے کے ایک چھوٹے سے مکتب میں بیٹھ کر بچوں کو قرآن پڑھنا سکھاتا ہے۔ امامؑ نے اسے کرسی پر بٹھایا اور جب سارے مہمان آ گئے تو غلام کو حکم دیا۔ غلام کچھ چیزیں لے کر آتا ہے' امامؑ ایک مرتبہ مجمع کو سنانے کے لیے ارشاد فرماتے ہیں: اسے ایک ہزار اشرفیاں دی جائیں' اسے سو جوڑے دیے جائیں۔

پھر امامؑ نے کہا: تمہیں پتہ ہے کہ میں نے اس کی اتنی خدمت کیوں کی؟ اس لیے کہ اس نے میرے بچے کو "اَلْحَمْدُ" کا سورہ یاد کرایا اور اب میرے بچے کو آگے قرآن پڑھا رہا ہے۔

اب تک لوگوں کو حیرت تھی لیکن دل میں کوئی شک نہیں تھا۔

اعتراض ہو گیا۔ کہا: مولاؑ! صرف قرآن پڑھانے کا اور "الحمد" کا سورہ پڑھانے کا' آپؑ نے اتنا بڑا انعام دیا۔

امامؑ نے بات سنی اور کہا: ہاں! تم لوگ صحیح کہہ رہے ہو کہ واقعاً جو میں نے

دیا ہے وہ صحیح نہیں دیا' اس کا حق تو اس سے بھی زیادہ بنتا ہے۔ اب لوگ اور حیرت زدہ ہوئے۔

اس سے بھی زیادہ؟......

امامؑ نے کہا: ہاں! میں نے کیا دیا اسے؟ جوڑے دیے ہیں' دینار دیے ہیں' اس کا منہ موتیوں سے بھرا لیکن جو کچھ میں نے دیا ہے اس سب کو اگر یہ بچا بچا کر بھی رکھے تو یہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور اگر نہ بھی ختم ہو تو ایک جب قبر میں جائے گا تو چھوڑنا پڑے گا لیکن اس نے جو میرے بچے کو سکھایا' وہ دنیا میں کام آئے گا' دین میں کام آئے گا' قبر میں کام آئے گا' آخرت میں کام آئے گا' پل صراط پر کام آئے گا' یہی تو میرے بچے کو جنت میں لے جائے گا۔ اس نے وہ چیز دی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے اور میں نے جو چیز دی ہے وہ ختم ہو جانے والی ہے۔

دو چیزیں سن لیں!......

پہلی بات یہ کہ یہاں سے یہ بات ہماری سمجھ میں آ رہی ہے کہ یہ قرآن' دینی تعلیم' اس کی اہمیت کتنی ہے؟

دوسری بات یہ بھی سامنے آ رہی ہے کہ امامؑ نے ایک طریقہ بتایا کہ امام معصومؑ اپنے کسی بیٹے کو ضرورت نہیں ہے کہ پڑھنے کے لیے مدرسے بھجوائیں' امامؑ کے گھر جو ساری کائنات کا مدرسہ ہے' امامؑ اپنی اولاد کو گھر کے اندر اور امامؑ کے گھر میں اگر ہم کہہ بھی دیں کہ امامؑ بہت busy ہیں' امامؑ کا فریضہ ہے' گھر کا فرض ایسا ہے۔

نہیں!......

پھر بھی بچے کو مدرسہ بھجوایا' proper طریقے سے اس کی تعلیم کا انتظام کیا' تو

بہت سی چیزیں آپ بچے کو گھر میں پڑھا سکتے ہیں' لیکن سکول کا ماحول ایک فائدہ دیتا ہے۔

اپنے بیٹے کو امام معصومؑ' جو کائنات کو پڑھا سکتے ہیں لیکن مدرسے بھجوا رہے ہیں۔

یہیں پر ہمارے سامنے اس کی بعد والی حدیث آتی ہے۔

بات یہ ہو رہی تھی!......

پیغمبرؐ نے فرمایا: باپ جو بہترین تحفہ اپنی اولاد کو دیتا ہے تو وہ صحیح تربیت ہے۔

ابھی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بہترین تحفہ سے کیا مراد ہے؟......

چھٹے امامؑ نے کہا: سنو! اس سے مراد تربیت ہے۔

اللہ کا رسولؐ اور اس کے وارث وجانشین جن سب پر ہماری جانیں قربان بار بار اس عمل کا ثواب بھی بتا رہے ہیں۔ اس عمل کی فضیلت بھی بتا رہے ہیں۔

یہ سلسلۂ تربیت شروع ہوتا ہے بچے کے اس دنیا میں آنے کے بعد' اب یہاں پر ماں اور باپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ پہلی ذمہ داری ان پر قرار پاتی ہے کہ اب تک اگر اپنے آپ کو اگر تبدیل نہیں کیا تو کم از کم اب اپنی اولاد کی خاطر اپنے آپ کو بدلنا ہے اس لیے کہ بچہ جو دیکھ رہا ہے اور جو سن رہا ہے اور جو کھا رہا ہے اور جس گود میں بیٹھا ہے سب کے اثرات اس کے اندر منتقل ہوتے چلے جا رہے ہیں' یہ نکتہ وہ ہے جو اس سے پہلے بھی کئی حدیثوں کے ذریعے سے میں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔

ہماری فقہ کا ایک مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ وہ مسئلہ ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے وہ یہ کہ عورت کو اتنا زیادہ فارغ کیوں کیا؟

اب عورت کو کس طرح فارغ کیا گیا؟......

اب عورت کو اس طرح فارغ کیا گیا ہے کہ اس پر سے کمانے کی ذمہ داریاں

ساقط کر دیں۔ اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کا نان ونفقہ اس کے باپ کو برداشت کرتا ہے' بڑے بھائی کو برداشت کرتا ہے۔ اگر شادی شدہ ہے تو اس کے شوہر کو برداشت کرتا ہے۔ عورت چاہے جتنی امیر ہو اس کا سارا نان ونفقہ اس کو دینا ہی دینا ہے۔

ایک طرف انسانیت کا ایک بڑا حصّہ وہ روزی کمانے میں صرف ہوتا ہے' عورت کو اس سے فارغ کر دیا گیا' دوسری جانب گھر کے کام کاج ہیں ان سے بھی عورت کو فارغ کر دیا گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ اسلام اس عورت سے آخر چاہتا کیا ہے؟

وہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے چونکہ اولاد کی تربیت کرواتا ہے اور تربیت اولاد چوبیس گھنٹے کا کام ہے' خاص طور پر ماں کے حوالے سے۔ تو یہ ساری چیزیں بار بار ہمیں بتائی جا رہی ہیں اور مختلف انداز سے بتائی جا رہی ہیں اور اسی میں ایک رول بنتا ہے مدرسے کا۔ لیکن وہ آئندہ تقریر میں بیان ہوگا' وہاں تک ہم پہنچ گئے لیکن یہ ابھی بچہ گھر کے اندر چل رہا ہے۔

اب میرے ساتھ تصدیق کریں گے۔ بچے ذرا بڑے ہو گئے' دس سال کے' بارہ سال کے۔

ہم نے کہا: بیٹا! نماز پڑھو۔

وہ نماز نہیں پڑھتے۔

نو سال' دس سال' بارہ سال کی بچی ہو گی۔ ہم اسے کہہ رہے ہیں: حجاب کرنا ہے اور حجاب میں ایک ایک بال چھپانا ہے۔

نہیں حجاب کرتیں۔

مگر دو سال کا بچہ' اڑھائی سال کا بچہ' تین سال کا بچہ وہ نماز کے تیار ہو جاتا ہے

اسے تو ہم کچھ کہہ بھی نہیں رہے، تین سال کی بچی ہے وہ حجاب کے لیے تیار ہو جاتی ہے

اسے تو ہم کچھ کہہ بھی نہیں رہے۔ ہمیں پتہ ہے کہ اتنے چھوٹے بچے سے کہنا نہ اسلام

ہے نہ عقل قبول کرتی ہے۔

کب؟......

آپ کے گھر میں اگر یہ ماحول ہے کہ جب وقت نماز آیا تو یہ گھر والا نماز پڑھ لیتا ہے، وہ چھوٹا سا بچہ جس کو نہ رکوع کے پاس، نہ سجود کا پتہ ہے بس! آ جاتا ہے باپ کے پاس اُلٹی سیدھی جیسی بھی باپ کی نقل کرتا ہے، وہ بچی جو یہ ماحول دیکھتی ہے کہ ماں، خالہ یا بڑی بہن گھر سے نکلتی ہے تو ایک سکارف پہن لیتی ہے۔

تو خیر!......

خلاصہ یہ کہ تین دفعہ، چار دفعہ کہیں، دس سال کے بچے سے کہیں گانا نہ سنو، وہ کبھی نہیں مانے گا، بارہ سال کے بچے سے کہیں کبھی نہیں مانے گا، لیکن یہ تین سال کا بچہ مان جائے گا، یہ گانا نہیں بند کر رہا، یہ تو جو والدین کر رہے اس کی نقل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اب ہم جو آٹھ سال کے بعد جا کر کہتے ہیں: ہاں بھئی! اپنے آپ کو بدلنا پڑے گا اب بچے بڑے ہو رہے، بڑے ہونے کے بعد بدلو۔

چلیں!......

وہیں سمجھ میں آ گیا، یہ بھی بڑی بات ہے، میں یہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کو غلط کہو لیکن اصل چیز جو ہم سمجھ رہے ہیں کہ یہ ایک بیکار ہے۔

نہیں!......

ایک دماغ میں جو ویڈیو کیمرہ لگا ہے اس کے اثرات اس پر آرہے ہیں اور یہی شہزادیؑ کے گھر میں' اب اگرچہ معصومینؑ کے حوالے سے یہ سارے واقعات' ان کے لیے نہیں ہیں لیکن ہمارے اور آپ کے لیے ہیں۔

امام حسنؑ فرماتے ہیں: میں ہر رات کو دیکھا کرتا تھا کہ میری مادر گرامی مصلے پر جا کر کھڑی ہو جاتیں۔

اب دیکھیے!......

واقعہ سمجھانا میرے لیے مشکل ہے اس لیے کہ نام معصومؑ کا آ رہا ہے جو ابتدا سے معصوم ہوتا ہے۔ پھر مجھے عادت پڑ گئی اور میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میں اپنی مادر گرامی کو سنتا ہوں' میں نے سنا کہ میری مادر گرامی سارے محلے والوں کے نام لے لے کر ان کے حق میں دعا کر رہی ہیں' ہمارا نام نہیں لیا اور فجر کی اذان ہو گئی۔

میں نے پوچھا: اماںؑ! ہمارا تذکرہ نہیں؟

کہا: بیٹا! پہلے اطراف کے مومنوں کا' رشتہ داروں کا' پہلے پڑوسیوں کا حق ہے' اس کے بعد پھر گھر والوں کی باری آتی ہے۔

اب اس کے بعد امام حسنؑ فرماتے ہیں:

''اس کے بعد میں نے بھی اپنی دعا کا طریقہ یہی اپنا لیا۔''

اگرچہ!......

امام حسنؑ اس چیز کے محتاج نہیں ہیں مگر فاطمہؑ اور امام حسنؑ یعنی ماں اور بیٹے کے رشتے کے حوالے سے ہمیں اس کے اندر کچھ ایسے پیغامات مل رہے ہیں کہ جب ہم

یہ سوچتے ہیں کہ معصومؑ کو اس کی ضرورت تھی تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔

نہیں!......

ہمیں اس طرح نہیں سوچنا۔

مثلاً ایک چھوٹی بات!......

ایک بار، دو بار، بار بار، مسلسل مولاؑ یہ بات محسوس کرتے ہیں کہ جب بھی میں شام کو گھر آتا ہوں تو میری شریک حیات فاطمہؑ مجھے بتاتی ہیں کہ آج میرے باباؐ نے مسجد میں کس کس موضوع پر کیا کیا باتیں کہیں۔

دیکھئے!......

سنتیں قائم کرنا ہیں ہمارے اور آپ کے لیے۔ معصومؑ کا جو رتبہ، فضیلت اور علم ہے اس کو ایک طرف رکھ کر سنیے گا۔

دیکھیں!......

طریقہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ صبح کو گھر سے نکلتے ہیں، پہلے مسجد میں جاتے ہیں، رسولؐ مسجد میں خطبہ دیتے ہیں جس میں daily life کے بارے میں مختلف پیغامات ہوتے ہیں اور اس کے بعد لوگ وہیں سے اپنے اپنے کاموں پر چلے جاتے ہیں۔ شام کو آکر دیکھا کہ ساری کی ساری تفصیلات فاطمہؑ بتا رہی ہیں۔ ایک دن، دو دن، پانچ دن، دس دن۔

ایک بار مولاؑ نے پوچھا: بنت رسولؐ! کیا یہ سارا خطبہ آپؑ خود سنتی ہیں؟

کہا: نہیں! میں تو گھر کے کاموں میں لگی ہوتی ہوں۔

تو پھر کہاں سے یہ ساری اطلاع ملتی ہے؟

کہا: میرا بیٹا حسنؑ جب واپس آتا ہے تو میں اس کو بٹھاتی ہوں اور اس سے دریافت کرتی ہوں کہ یہ بتاؤ آج تمہارے ناناؐ نے مسجد میں کیا کیا باتیں بیان کی ہیں؟ اور میرا بیٹا حسنؑ ایک ایک بات بیان کرتا ہے۔

پھر مولاؑ نے وہ جملہ ارشاد فرمایا: میرا دل بھی چاہتا ہے کہ میں بھی اپنے بیٹے کی تقریر خود سنوں۔

فاطمہؑ نے کہا: نہیں! وہ آپؑ کے سامنے نہیں بولے گا۔

کہا: پھر ایسا کریں کہ میں چھپ کر اس کی بات سنتا ہوں۔

تو میرا مولاؑ آج صبح مسجد میں گیا' خطبہ ختم ہوا' لوگ کام کو نکلے' مولاؑ بھی کام پر جاتے ہیں' آج کام پر نہیں گئے' حجرے میں آئے' پردے کے پیچھے چھپ کر کھڑے ہو گئے۔

حسن مجتبیٰؑ آئے' آنے کے بعد کہا: مادر گرامی! آج میں بتاؤں کہ ناناؐ نے کیا کہا ہے؟

کہا: ہاں! بیٹا! بتاؤ۔

بٹھا دیا ایک جگہ پر' حسنؑ نے بات شروع کی' روزانہ بالکل ناناؐ کی بات' ناناؐ کا انداز مگر آج زبان لڑکھڑانے لگی۔ ایک بار گھبرا کر کہا: اماںؑ! آج مجھ سے بولا نہیں جا رہا ایسا لگ رہا ہے کہ میرا باباؑ کہیں نا کہیں بیٹھا میری بات کو سن رہا ہے۔

باباؑ کا احترام کہیے' رعب کہیے' یا جلال کہیے۔

کہیں نا کہیں میرا باباؑ ضرور ہے' اس لیے آج میری زبان لڑکھڑا رہی ہے۔

میرا مولاؑ مسکراتا ہوا پردہ ہٹاتا ہوا نکلا ہے' بیٹے کو گود میں بٹھا کر گود میں لیتا ہے اور ہمارے لیے اس کے اندر کئی پیغامات ہے' جن میں دو باتیں تربیت اولاد کے متعلق۔

پہلی بات یہ کہ اس میں یہ پیغام بھی ملا کہ عورت ایک طریقہ یہ بھی اختیار کر سکتی ہے اگر براہِ راست علما سے استفادہ نہیں ہو سکتا ہے کہ گھر کے مرد جو سیکھ کر آئیں وہ عورتوں تک پہنچائیں۔

بابا کا سارا کلام فاطمہؑ کو مل رہا ہے اولاد کے ذریعے' لیکن یہ کسی اور موقع پر؟

دوسرا یہ کہ ہمارے یہاں ایک کام تو آدمی شروع کر دیتا ہے' یہ تو رواج ہے بعض جگہوں پر بچوں کو مدرسوں میں بھجوا دیا جاتا ہے۔ اب بچے کو بھجوا تو دیا لیکن کبھی یہ غور کیا کہ وہاں پڑھ کیا رہا ہے؟ وہاں سیکھ کیا رہا ہے؟ توجہ کتنی دے رہا ہے؟

دیکھیے!......

ایک سنت قائم کی فاطمہؑ نے کہ بیٹے کو بھجوایا جا رہا ہے' جاؤ نانا تقریر کر رہے ہیں' تمہیں سننا ہے لیکن اسے کافی نہیں سمجھا واپس آیا تو پوچھا: یہ بتاؤ' تو نے وہاں سنا کیا؟

یہ بہت اہم ہے' جب تک باپ اور ماں کی توجہ اس حوالے سے نہ ہو گی کیونکہ اولاد تو صرف یہ چاہتی ہے کہ میں اپنے والدین کے سامنے اہم بنوں تو وہ دیکھتا ہے کہ میرا باپ اور میری ماں کس چیز کو اہمیت دیتے ہیں' میں وہ کام کروں۔

اس نے دیکھا کہ مدرسے میں تو بھجوا دیا۔ یہ لوگ ان سے تو بہتر ہیں جو مدرسے میں بھجواتے بھی نہیں لیکن ابھی بھی کام نہ مکمل ہے پھر واپس جب بچہ آیا تو پوچھنے کی زحمت گوارا کی۔ یہ بہت زیادہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن بچے کی تربیت کے لحاظ سے بہت اہم ہوتی ہیں' اگر پھر اس کے ساتھ ساتھ بچے کو شوق دلایا جائے' اسے انعامات دیے جائیں تو وہ زیادہ کوشش کر کے اس میں بھی آگے بڑھے گا۔

میں اپنے اس سال کے قیام میں جو بہت جلد ختم ہوتا نظر آ رہا ہے' اس ایک سال کے قیام میں یہ دیکھا کہ ہماری اکثریت کے دو حصے بہت واضح ہیں: ایک خیال

میں یہ Sunday School ایک فضول چیز ہو گی' کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اس کی۔ لیکن وہ لوگ بھی جو Sunday School کی اس اہمیت کو سمجھتے ہیں' واقعاً! بہت بڑا جہاد کرتے ہیں وہ لوگ ان کے اندر بھی ایک کمی یہ پائی جاتی ہے کہ یہ توجہ نہیں ہے کہ بچہ وہاں جا کر کیا کر رہا ہے' ایسا نہیں ہے کہ آپ نے بھیج دیا بچے کو اساتذہ کے پاس' اب وہ اساتذہ سب کچھ کریں گے' جب تک گھر سے ایک تربیت نہیں ہو گی۔

بس!...... مختصر بات کروں!

وہ یہ کہ حسن مجتبیٰ جیسا معصومؑ ابن معصومؑ جو امامؑ وقت بننے والا ہے لیکن فاطمہ زہراؑ ان کو بھی جب مدرسہ بھیجتی ہیں تو واپسی پر پوچھتی ہیں کہ کیا ہوا تا کہ اگر دین کے حوالے سے نہ سہی تو محبت اہل بیتؑ کے حوالے سے' اس پر عمل کیا جائے۔ اس حوالے سے ہماری' سنت فاطمہؑ کے حوالے سے اس عمل کو اپنے گھروں میں لے کر آ جائیں۔ ہمارے مرد سنت علیؑ کو اپنے گھر میں لے کر آئیں کہ سنو تو سہی ہمارا بیٹا کیا کہہ رہا ہے؟ اگر پیغام کے حوالے سے بات سمجھ نہیں آ رہی تو محبت کے حوالے سے بات سمجھ لیجیے اور اگر اس فریضے کو انجام نہیں دیا تو جیسا ابھی آپ نے سنا کہ قرآن نے کہا:

> قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا (سورۂ مائدہ' آیہ ۳۲)
>
> "تم نے اپنے ایک بیٹے سے لاپرواہی اختیار نہیں کی' تم نے ساری انسانیت کا قتل کیا۔"

ذکرِ مصائب: ذکرِ شہادت جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

قتل انسانیت اتنا بدترین گناہ ہے کہ جو بغیر کسی تشریح کے ہر ایک کی سمجھ میں آ رہا ہے۔

بس!.....آخری جملے!

اس وقت جہاں پر بات آ پہنچی اس کے حوالے سے مصائب پڑھوں۔

یہ سلسلہ ماں اور بیٹے کا عام حالات ہی میں نہیں چلا بلکہ ان حالات میں بھی ماں اور بیٹے کے درمیان تربیت دینے کا سلسلہ چلا کہ جہاں ہم اور آپ تو سوچ بھی نہیں سکتے۔

دیکھئے!.....

بعض مواقع آتے ہیں نا، کہ لوگ کہتے ہیں: مولانا! یہاں بھی آپ شریعت' شریعت کر رہے ہیں؟

کسی کا جوان بیٹا اس کے سامنے مر رہا ہے اور ہم نے اس کو کوئی مسئلہ شرعی بتا دیا' کسی کے شوہر کا انتقال ہو گیا' جوان عورت بیوہ ہو گئی اور ہم نے مسئلہ شرعی بتا دیا' جوان بیٹا مارا گیا' بوڑھی ماں ایک مرتبہ روتی ہوئی ننگے سر باہر نکل آئی اور ہم نے مسئلہ حجاب بتا دیا۔

اچھے خاصے سمجھدار لوگ کہہ دیتے ہیں مگر مسئلہ تربیت اتنا اہم مسئلہ ہے کہ ہم نے ان حالات میں بھی دیکھا کہ خیال رکھا جا رہا ہے۔

کون سے حالات؟.....

چونکہ شہزادیؑ کی شہادت ایک روایت کے مطابق' دو دن اس کے تھے' پورا مہینہ اس طرح سمجھئے کہ شہادت کا مہینہ ہے۔

مختصر سے مصائب!.....

فاطمہ زہراؑ کی زندگی کا مشکل ترین دن ہے بابا کا اس دنیا سے جانا' مگر اس کے بعد شہر کے حالات کچھ ایسے بن رہے ہیں کہ فاطمہ زہراؑ کو ماتم کرنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔

لوگ آتے ہیں اور آ کر کہتے ہیں: اے ابوالحسنؑ! فاطمہؑ کو سمجھا دیں کہ وہ دن کو

اپنے بابا کا ماتم کیا کریں یا رات کو اپنے بابا کا ماتم کیا کریں۔ وہ دن کو بھی روتی ہیں تو ہمارے کام کاج چھوٹ جاتے ہیں' رات کو بھی روتی ہیں تو ہماری راتوں کی نیند اُڑ جاتی ہے۔

اللہ!......اللہ!......

اتنا گریہ ہوتا تو فاطمہؑ کا' کہ پتھر بھی پگھل کر پانی بن جاتے۔ میرے چوتھے امامؑ اور ان کی دادی جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ، ان دو کے بارے میں چھٹے امامؑ نے کہا: ان سے زیادہ اس کائنات میں کوئی ماتم کرنے والا نہیں گزرا۔

چوتھے امامؑ کا ماتم تو آپ کے ذہن میں ہے نا' اس سے زیادہ ماتم فاطمہؑ کا نظر آتا ہے' کیونکہ چوتھے امامؑ نے وہ ماتم پینتیس (۳۵) سال میں کیا مگر سیدہ فاطمہؑ نے وہ ماتم پچھتر (۷۵) یا پچانوے (۹۵) دن کیا۔

میرے مولاؑ نے کہا: میں پیغام پہنچا دوں۔ آئے' آنے کے بعد کہا: یہ شکایت کچھ لوگوں نے کی ہے؟

فاطمہؑ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! اب ان لوگوں کو پھر مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

بی بیؑ نے طریقہ یہ اختیار کیا کہ روزانہ صبح کو گھر سے باہر نکلتی ہیں' عصا ہاتھ میں ہے' دونوں بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ساتھ چل رہے ہیں' کیونکہ تربیت کا پیغام فراموش نہیں کرنا۔

شہر مدینہ سے باہر جاتی ہیں اور باہر جا کر جنگل اور ویرانے میں بیٹھ جاتی ہیں' سارا دن وہاں ماتم کرتی ہیں اور شام کو سورج ڈوبنے کے قریب اسی طرح عصا تھام کر واپس اپنے حجرے میں آتی ہیں۔

اے مدینے والو! اب دن میں فاطمہؑ کا ماتم تمہارے کانوں تک نہیں پہنچ رہا ہے؟

تاریخ کا بڑا عجیب جملہ ہے!......

آپ نے زندگی میں بے شمار مجالس خود سنی ہیں اور کتنی مجالس کی تفسیر اپنے بزرگوں سے سنی ہے۔

اے عزادارو!......

کائنات میں ایسی مجلس آپ نے کبھی نہ دیکھی ہو گی جس میں مجلس پڑھنے والی ایک معصومہؑ ہے اور مجلس سننے والے دو معصوم امامؑ ہیں۔ اب سارا دن طریقہ کار یہ ہے کہ فاطمہؑ مدینے کے باہر اس چلچلاتی دھوپ میں بیٹھتی ہیں۔ مدینے میں گرمیوں کا موسم' کبھی آپ کو خدا لے جائے (آمین) دیکھئے گا خدا معلوم کتنی شدید گرمی ہے۔ ایک دن آپ دھوپ میں جا کر بیٹھئے' آپ کے جسم کی کھال اترنے لگے گی اور رسول زادیؑ ستر (۷۰) سے زیادہ دن روزانہ سارا دن اس دھوپ میں بیٹھتی ہیں۔ اس طرح بیٹھتی ہیں کہ دونوں بچے سامنے ہیں' فاطمہؑ ماتم پڑھتی جاتی ہیں' حسنؑ اور حسینؑ ماں کا ماتم سنتے جاتے ہیں۔

اگرچہ!......

یہ تو تاریخ میں نہیں لکھا کہ فاطمہؑ کیا ماتم پڑھتی ہیں مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اپنا ہی لکھا ہوا نوحہ پڑھتی ہوں گی:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَو اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

"بابا! آپؐ کے بعد تو آپؐ کی بیٹی پر اتنی مصیبتیں نازل ہوئیں کہ

اگر دنوں پر یہ مصیبتیں نازل ہوں تو روشن دن تاریک راتوں میں بدل جائیں۔"

سارا دن یہ نوحہ پڑھا' شام کو آئیں' عصا ہاتھ میں ہے۔

بس عزادارو!......

یہ خیال رکھتے ہوئے کہ چوتھے امامؑ کی بھی مناسبت ہے۔

یہ آخری دو جملے سنو!......

میں نے جب تاریخ میں یہ پورا واقعہ پڑھا تو اور کسی چیز پر حیرت نہیں ہوئی' ایک لفظ نے حیرت زدہ کر دیا۔

مؤرخ نے لکھا: صبح کو عصا لے کر فاطمہؑ جاتی ہیں' شام کو عصا لے کر فاطمہؑ آتی ہیں۔

ارے!......

عصا تو بڑھاپے کی نشانی ہے۔ فاطمہؑ کی عمر کیا تھی؟ فاطمہؑ کے ہاتھ میں عصا کیسے آ گیا؟ کیا رسولؐ کی بیٹی ستر (۷۰) سال کی تھیں؟ یا پینسٹھ (۶۵) سال کی تھیں؟ یا ساٹھ (۶۰) سال کی تھیں؟

ارے!......

مؤرخ نے آواز دی: سنو! فاطمہؑ صرف اٹھارہ سال کی تھیں مگر اٹھارہ سال میں اتنی کمزور' اٹھارہ سال میں اتنی بیمار' اتنی زخمی کہ بغیر عصا کے چل نہیں سکتی تھیں۔

کچھ یاد آیا؟......

فاطمہؑ کو جوانی میں ایسی کمزوری ملی۔ کیا کوئی اور جوان یاد آ رہا ہے جو جوانی میں

بوڑھا ہو گیا؟

ہاں!......

انہیں فاطمہؑ کا پوتا سجادؑ شام سے پلٹ کر مدینے آیا، گھر والے ملنے کو آئے، چچا نے دیکھا، گھبرا کر کہا: بیٹا! اس جوانی میں بوڑھا کیسے ہو گیا؟

آخری دو جملے!......

فاطمہؑ سے ہم نے یہ پوچھا: شہزادیؑ! آپؑ تو اٹھارہ سال کی ہیں، اتنا بڑھاپا کیسے آ گیا؟ بغیر عصا کے سہارے کے نہیں چل سکتیں؟

کہیں گی: ہائے بابا! اور ان کے مصائب، جوانی میں بوڑھا کر دیا۔

ارے!......

مولا سجادؑ! چوبیس (۲۴) سال میں اتنے ضعیف کیسے ہوئے؟ آپؑ کو کس نے بوڑھا کیا؟

پلٹ کر کہیں گے:

الشام، الشام، الشام

ارے!......کوفہ کے دربار اور شام کے بازار ہیں، جس نے تیرے چوتھے امامؑ کو جوانی میں بوڑھا کر دیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

مجلسِ ہشتم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

(سورۂ عصر' آیات ۱،۲،۳)

تربیتِ اولاد

اس حوالے سے ابھی تک مجھ سے کسی نے ایک سوال نہیں کیا یا یہ کہیے کہ ایک اعتراض نہیں کیا' اب اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں' یا تو یہ وجہ ہے کہ کم از کم اس مجمع کے لیے یہ چیز اتنی واضح ہے کہ اُنہوں نے یہ سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور مجھے اپنے مجمع کے بارے میں یہی حسنِ ظن ہے یا شاید یہ کہ بقول دوسری جگہوں کے بھئی! سنتا کون ہے' بیٹھتے ہیں ثواب کے لیے یا لوگوں سے ملنے کے لیے' وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے' تو آپ کچھ بھی پڑھ رہے ہوں' کیسا بھی پڑھ رہے ہیں' ہمارے ذہن میں اس کے بارے میں کوئی بھی سوال نہیں آئے گا' مجھے اپنے اس مجمع کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہے۔

وہ سوال ہے کیا؟......

سوال یہ ہے کہ اصل موضوع خالی یہ نہیں ہے کہ تربیتِ اولاد بلکہ تربیتِ اولاد مغربی دنیا میں' اور ابھی تک جو تقاریر ہو گئی ہیں اس کے اندر وہی باتیں آئی ہیں کہ جو ہم

ہندوستان میں بھی دو سو سال پہلے سنا کرتے تھے' زمانہ تو بہت آگے بڑھ گیا ہے اور وہاں بھی آگے بڑھ گیا ہے یہ تو پھر بھی West ہے۔ اس کے حوالے سے کوئی بات نہیں ہوئی' یہ ایک اعتراض یا سوال ہونا چاہیے تھا' جو کسی نے نہیں کیا لیکن میں خود ہی سے اس لیے اس کی وضاحت کر دیتا ہوں۔ ابھی تک جو باتیں بیان ہو رہی تھیں' یہ بچے وہ چند اُصول ہیں جن کا تعلق نہ East سے ہے' نہ West سے ہے' نہ اکیسویں صدی سے ہے' یہ ہر دور کے لیے ہیں' ہر زمانے کے لیے ہیں' چاہے دنیا اسے مانے یا نہ مانے لیکن اسلام میں اس کی اہمیت ہر دور کے حوالے سے ثابت ہے۔ یعنی حمل کے دوران جو کچھ باتیں کی گئیں' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعا' اس کی اہمیت' اس کی طاقت' وہ جس طرح سے انسانی زندگی کو تبدیل کر دیتی ہے۔

اب یہ مسئلہ نہ East کا تھا' نہ West کا تھا' پہلی صدی کا تھا' نہ اکیسویں صدی کا تھا اور اسی حوالے سے کچھ اور مستحبات۔

لیکن ہاں!......

آج کی مجلس کے شاید آخر میں یا ورنہ next مجلس میں۔ ہمارا موضوع وہاں پہنچ رہا ہے کہ جہاں آخری سال کی ایک حدیث کو دوبارہ دُہرا کر پھر اس حصے کو آگے سے پیش کیا جائے گا۔

پچھلے سال ایک حدیث تلاوت کی گئی تھی اور اس وقت بھی اس کی زیادہ وضاحت نہیں ہو سکی اور وہ حدیث یہ ہے:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ بِغَیْرِ زَمَانِکُمْ

"اپنی اولاد کی تربیت کرنا لیکن خبردار! اپنے زمانے کے حساب سے نہ کرنا' ان کے زمانے کے حساب سے کرنا۔"

فَإِنَّهُمْ خُلِقُوْا بِغَيْرِ زَمَانِكُمْ

"کیونکہ اللہ نے تمہاری اولاد کو جس زمانے کے لیے پیدا کیا ہے

وہ تمہارا زمانہ نہیں ہے وہ الگ ہے اور تمہارا زمانہ الگ ہے۔"

یہ حدیث پچھلے سال بھی تلاوت کی گئی تھی لیکن تفصیل اس کی اس لیے بیان نہ ہو سکی تھی کہ اس وقت کا موضوع یہ نہیں تھا' جس میں کچھ غلط فہمیاں آ گئیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین سے بدتمیزی کی بھی اجازت ہے' تو وہی ساری چیزیں بیان ہوں گی۔

کچھ چیزیں تو ایسی ہیں جو ہر دور اور ہر زمانے کے لیے اور East اور West سب کے لیے برابر ہیں لیکن اس کے بعد پھر East اور West کا اسلام نے خیال رکھا' چنانچہ اگر آپ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید علی السیستانی مدظلہ العالی کی فقہی مسائل کی دو کتابیں اٹھا کر دیکھیں' ایک کا نام ہے "توضیح المسائل"، ایک کا نام ہے "جدید فقہی مسائل" (ناشر ادارہ منہاج الصالحین' لاہور) دونوں کتابیں سامنے table پر موجود ہیں۔

اب پہلی کتاب جسے توضیح المسائل کہتے ہیں' یہ وہ ہے کہ جس کے اندر وہ سارے مسائل ہیں چاہے آدمی East میں یا West میں ہو اور اس کے بعد دوسری کتاب جدید فقہی مسائل ہے اس میں وہ باتیں بیان کی گئی ہیں جو خاص East اور West کلچر کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔ یہی ہماری تقاریر کا بھی انداز ہے۔

البتہ!......

یہ بات واضح کر دی جائے کہ دنیا کے ایک دوسرے کے قریب ہونے سے اب East اور West میں اتنا فرق بھی نہیں رہا جتنا ہم سمجھ رہے ہیں اور اگر کچھ لوگوں کو فرق نظر بھی آ رہا ہے تو یہ ہماری حد تک ہے لیکن یہ بات ہو رہی ہے ان بچوں کی جو ابھی

پیدا ہوئے ہیں یا ابھی آٹھ دس سال کے ہیں۔

یہ تو ایک وضاحت اس سوال کی تھی' جو اب تک کسی نے نہیں پوچھا' میں نے احتیاطاً جواب دے دیا۔

آیئے......

اب آج جس سورہ کی تلاوت کی گئی ہے پہلے اس کا ترجمہ اور ایک مختصر سی تفسیر کر کے تربیت اولاد کے موضوع کو آگے بڑھایا جائے۔

اب آیت کیا ہے؟......

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (سورۂ عصر' آیہ ۱'۲)

قرآن کریم کے مشہور ترین سوروں میں سے ایک سورہ لیکن جتنا یہ مشہور ہے اتنا ہی اس کی پہلی آیت کی تفصیل میں اختلاف ہے:

وَالْعَصْرِ (سورۂ عصر' آیہ ۱)

عربی میں "وَ" کے کئی معانی ہیں جن میں سے ایک ہے قسم۔

"قسم ہے عصر کی"۔

عصر کیا چیز ہے؟......

ہمارے پاس اس حوالے سے تین بہت اہم قول آتے ہیں: پہلا قول یہ آتا ہے کہ وَالْعَصْرِ یعنی زمانے کی قسم۔ دوسری تفسیر اس کی یہ ہے کہ عصر کے وقت کی قسم۔

تو یہ عصر کا وقت کیوں؟......

پوری اسلامی تاریخ میں ایک عصر کا وقت ایسا نظر آتا ہے جس کی ایک خاص اہمیت ہے اور وہ کربلا میں ہے عاشورہ کے دن' چنانچہ ایک تفسیر یہ کی گئی۔

اور تیسری تفسیر اس عصر کی وہ ہے جو حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید روح اللہ

الموسوی الخمینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں کی کہ اس سے مراد زمانے کا امامؑ ہے جو انسانیت کا ایک بہت بڑا گواہ ہے یعنی وہ دیکھ رہا ہے کہ انسان کہاں سے کہاں جا رہا ہے:

وَالْعَصْرِ (سورۂ عصر، آیہ ۱)

"عصر کی قسم"۔

چاہے وہ کربلا کی عصر ہو، زمانے کے امامؑ کی قسم جو ہمارے ایک ایک عمل کو دیکھ رہا ہے اور خاص طور پر ہمارے گمراہ ہونے کو یا خود زمانے کی قسم:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (سورۂ عصر، آیہ ۲)

قرآن نے اعلان کیا:

"ہر انسان گھاٹے میں ہے ہر انسان خسارے میں ہے۔"

إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

"سوائے ان کے کہ جو لوگ ایمان لائے۔"

اب اس کے بعد تربیت اولاد کا ایک کوڈ (code) قرآن بتا رہا ہے۔ لیکن وہاں تک جانے سے پہلے جو اصل آیت ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (سورۂ عصر، آیہ ۲)

"انسان خسارے میں ہے۔"

اگرچہ ہماری عقل کہتی ہے کہ یہ آیت غلط ہے وہ والی عقل نہیں جو اللہ کی نعمت ہے وہ عقل جو زمانے کے حالات کے تحت فیصلہ کرتی ہے کہ انسان خسارے میں نہیں ہے انسان تو بڑے فائدے میں ہے۔ پہلے انسانیت کہاں تھی لیکن انسان کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ وہ تھے کھانے والے لوگ جو غاروں میں جنگلوں میں رہتے تھے آج ہم

عالی شان محلات میں رہتے ہیں۔ وہ لوگ خسارے میں تھے جو پیدل چلا کرتے تھے' آج ہم بہترین جاپانی گاڑیوں کے اوپر بیٹھ کر سفر کیا کرتے ہیں۔ وہ لوگ تھے خسارے میں جو اُونٹوں پر سفر کرتے تھے' آج ہم تیز رفتار طیاروں پر سفر کر رہے ہیں۔ اگر اس ذہنیت کو معیار بنایا جائے تو (نعوذباللہ) یہ آیت بالکل غلط ہے اس لیے کہ انسان نے ہر شعبے میں دنیاوی اعتبار سے ترقی کی ہے' ہر اعتبار سے انسان کو فائدہ ہی فائدہ نظر آ رہا ہے۔

تو!......

وَالْعَصْرِ (سورۂ عصر' آیہ ۱)

قرآن کہتا ہے:

''عصر کی قسم!''

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (سورۂ عصر' آیہ ۲)

''یقیناً انسان خسارے میں ہے۔''

لیکن ہماری عقل کہتی ہے کہ انسان تو فائدے میں ہے۔ آج ہماری زندگی کتنی آسان ہو گئی مگر یہی تو اصل مسئلہ ہے کہ معیار ہم کو کیا بنانا ہے؟

قرآن نے کہا: انسان خسارے میں ہے۔

کس چیز کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے؟......

اگر مکانات کو دیکھ کر' اگر گاڑیوں کو دیکھ کر' اگر گھر کے اندر ایک کچن کو دیکھ لیجیے کہ کتنی ساری سہولیات ہماری بچیوں کو مل چکی ہیں جو ان کی نانیوں اور دادیوں کو نہیں ملیں۔ اگر یہی معیار ہے تو یقیناً آج کا انسان بہتر ہے۔ مگر قرآن نے یہ معیار بنایا کہاں ہے؟ قرآن نے کہا ہے کہ انسان خسارے میں ہے مگر دیکھو کہ خسارہ ہم کسے کہتے ہیں؟

ہماری نگاہ میں نقصان کس چیز کا نام ہے؟ اور وہ سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۴۵۔

سورۂ شوریٰ قرآن کریم کا وہ سورہ ہے جس کی ایک آیت ہمارے بچے بچے کو یاد ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

(سورۂ شوریٰ آیہ ۲۳)

قرآن کے جس سورہ میں آیت مودۃ ہے اس سورہ کے اندر خسارے کی تشریح کی گئی ہے۔

خسارہ کہتے کسے ہیں؟ نقصان کہتے کسے ہیں؟

دیکھئے!......

ارشاد ہو رہا ہے:

اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ (سورۂ شوریٰ آیہ ۴۵)

"وہ لوگ جنہوں نے نقصان اٹھایا اپنے بارے میں اور اپنی اولاد کے بارے میں قیامت کے دن۔"

یہاں کو دیکھ کر فیصلہ نہیں ہو رہا کہ پرانے زمانے کا انسان جنگل میں رہتا تھا' آج کا انسان نیویارک میں رہتا ہے۔

ہم نے کہا: انسان فائدے میں ہے۔

کہا: نہیں!

اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

یہ ان لوگوں کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں جو قیامت والے دن نقصان اٹھانے

والے ہیں۔

اور قیامت کے دن کیا نقصان؟

اَنْفُسَهُمْ

"اپنے آپ کا نقصان"

وَاَهْلِيْهِمْ

"اور اپنی اولاد کا نقصان"

اہل وعیال، گھر والے اور سب سے بڑھ کر اولاد۔

قرآن کی وہ مشہور ترین آیت:

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (سورۂ عصر، آیہ ۱،۲)

اتنا ہر ایک کو یاد ہے مگر یہ دیکھنا ہے کہ قرآن کس آیت کے بارے میں پیغام کیا دے رہا ہے؟

کہا: پیغام یہ کہ نقصان یہ ہے کہ اگر قیامت کے دن تمہارا جسم اور تمہاری اولاد جہنم میں جلائی گئی:

اَلَآ

کیونکہ آیت ابھی ختم نہیں ہوئی:

اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ

"سمجھ جاؤ کہ ظلم کرنے والا ایسے عذاب میں پھنس جائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔"

وہ ہے خسارہ، وہ ہے نقصان، ایسے عذاب میں پھنس جانا جس سے بچنے کا اور نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔

اور یہ کن کو ہوتا ہے؟......

جنھوں نے اپنا حق ادا نہ کیا یا اپنی اولاد کا حق ادا نہ کیا۔

اپنا حق کیا ہے؟

یہ ایک الگ موضوع ہے!......

اولاد' جنھوں نے اپنی اولاد کو خسارے میں ڈالا' جنھوں نے اپنی اولاد کو نقصان پہنچایا۔ اب قرآن اسی سورہ کے اندر پہلے تو بیماری بھی بتا رہا ہے پھر اس کا علاج بھی بتا رہا ہے۔

کہا: خسارے میں ہو' نقصان میں ہو' ابھی تمھیں پتہ نہیں چلے گا' قیامت کے دن پتہ چلے گا اور نقصان اس لیے کہ یا تم نے اپنے جسم کا حق ادا نہیں کیا اور یا تم نے اپنی اولاد کا حق ادا نہیں کیا' قیامت کے دن پتہ چلے گا۔

اب اسی اصل سورہ پر آجایئے!......

وہ سورہ یہ بتاتا ہے کہ نقصان سے بچنے کا طریقہ کیا ہے۔

کہا:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

''صرف وہ لوگ اس نقصان سے بچیں گے جو ایمان لائے۔''

اگر یہیں پر (۔) full stop آجاتا تو پھر ہندوستان و پاکستان میں ہمارے گھر کا بنایا ہوا عقیدہ' ایک homemade عقیدہ ہے نا' ہمارے پاس کہ چونکہ ہم مومن ہیں اس لیے جنتی ہیں' کیونکہ ہم مومن ہیں اس لیے ہم پر کوئی عذاب نہیں آسکتا' کیونکہ ہم مومن ہیں اس لیے ہمیں نمازیں قضا کرنے کی اجازت ہے' ہمیں جھوٹ بولنے کی اجازت' ہمارے گھروں کی خواتین کو بے پردہ گھومنے کی اجازت اور ہمارے بچے کو ڈسکو

ڈانس کی اجازت۔

اگر قرآن "اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" پر رُک جاتا' قرآن کا full stop ایک گول دائرہ ہوتا ہے جسے ہم کہتے ہیں آیت ختم لیکن نہیں' وہ full stop نہیں لگا۔

کہا: ہر انسان خسارے میں ہے۔

بچیں گے کون لوگ؟......

وہ لوگ جو ایمان لائے:

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

خالی ایمان سے کام نہیں چلا:

"اور انہوں نے نیک کام کیے"۔

اور خالی! نیک کام کرنے سے کام نہیں چلا۔ ایسے بھی لوگ ہیں' اگرچہ کم ہیں لیکن ہیں جو نماز پڑھ لیتے ہیں' عورت کے سر پر چادر نظر آتی ہے' اپنے آپ کو حرام سے بچاتے ہیں لیکن بیٹا کیا کر رہا ہے؟

کہتے ہیں: ہمارا اس سے کیا تعلق؟

وہ اپنی قبر میں جائے گا' ہم اپنی قبر میں جائیں گے۔ وہ اپنا حساب و کتاب دے گا' ہم اپنا حساب و کتاب دیں گے۔

ایسے لوگ ہیں کہ ماں کے سر پر چادر ہے' بیوی بے حجاب' بیٹی بے حجاب۔ ایسے مذہبی لوگ ہیں کہ باپ کے چہرے پر داڑھی ہے' جوان کے چہرے پر داڑھی نہیں ہے' ایسے مذہبی لوگ ہیں کہ بزرگ نمازیں پڑھتے ہیں اور نوجوان ڈسکو میں جاتے ہیں۔

قرآن ایک مختصر سے سورہ میں ہر بات کہہ گیا:

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (سورۂ عصر' آیات ۱،۲)

"زمانے کی قسم! ہر انسان خسارے میں ہے۔"

إِلَّا الَّذِينَ

کون لوگ بچیں گے؟......

کہا: وہ لوگ بچیں گے جن میں چار باتیں ہوں گی:

الَّذِينَ آمَنُوا

پہلے ایمان لائیں گے' اگر ایمان نہیں ہے تو سب بیکار ہے' نہ نماز کام آئے گی' نہ روزہ کام آئے گا' نہ حجاب کام آئے گا' نہ حقوق الناس کی پابندی کام آئے گی' نہ گناہوں سے بچنا کام آئے گا۔

"ایمان لاتے ہیں"۔

لیکن خالی! ایمان پر اکتفا نہیں کرتے ہیں:

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پھر نیک عمل کرتے ہیں اور خالی نیک عمل کو کافی نہیں سمجھتے ہیں:

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ

"اور ایک دوسرے کو حق کا پیغام پہنچاتے ہیں"۔

خود نماز پڑھ کر نہیں بیٹھتے ہیں دوسروں کو بھی پیغام پہنچاتے ہیں۔ خود حجاب پہن کر نہیں بیٹھتی ہے' دوسری کو پیغام پہنچاتی ہے۔ خود حرام کام سے نہیں بچتا ہے دوسرے کو بھی پیغام پہنچاتا ہے:

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ

"اور حق کا پیغام پہنچاتے ہیں"۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

اور جب حق کا پیغام پہنچاؤ گے اور ساتھ میں سامنے والے کو ساتھ میں یہ بھی بتا دینا کہ اللہ سے یہ توقع نہ کرنا کہ اِدھر نماز پڑھنے لگا اور اِدھر معلوم ہوا کہ اشرفیاں برسنے لگیں اور اِدھر حجاب کیا اور پتہ چلا کہ دنیا بھر کی نعمتیں تمہارے قدموں میں آ گئیں' جو تم نیکیاں کرو گے اس کا انعام ملے گا لیکن فوراً نہیں' فوراً' تو تمہیں مختلف قسم کے مصائب برداشت کرنا پڑیں گے سوسائٹی کی جانب سے:

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ

خسارے سے وہ لوگ بچتے ہیں جو ایک دوسرے کو حق کا پیغام پہنچاتے ہیں لیکن:

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

اور فوراً یہ پیغام بھی پہنچاتے ہیں کہ صبر سے کام لینا ہے۔ یہ ساری عبادتیں' یہ ساری نیکیاں' ان کا انعام بہت بڑا ہے لیکن دیر سے ملتا ہے' خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں' لیکن یہ محاورے جو قرآنی آیتوں کا ترجمہ ہیں' عمل کرنے کے لیے ہیں۔ اب قرآن نے بات کو مکمل کیا اس پیغام پر کہ جب تک ایمان نہ ہو' اس کے ساتھ نیک عمل نہ ہو' اس کے دوسرے کو بھی یہ message نہ پہنچاؤ اور اس کے ساتھ دوسرے کو یہ پیغام بھی نہ دو کہ صبر کرنا پڑے گا:

اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ

مولائے متقیان امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کا فرمان سنو!......

صبر کی دو قسمیں ہیں۔ قرآن کہتا ہے وہی نقصان سے بچے گا جو صبر کا پیغام پہنچائے گا' لیکن صبر کی دو قسمیں ہیں۔

فرمایا:

اَلصَّبْرُ عَلَى الْمُصِيبَةِ وَ الصَّبْرُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ

دونوں صبروں کا پیغام پہنچانا۔

ایک صبر یہ ہے کہ دیکھو اتم نے نماز شروع کی تم پر مصیبتیں آ جائیں گی' تم نے حجاب شروع کیا تم پر مصیبتیں آ جائیں گی' تم نے داڑھی رکھی تم پر مصیبتیں آ جائیں گی' تم نے اپنے آپ کو حرام کام سے بچایا مصیبتیں آ جائیں گی۔ ان کا مقابلہ کرنا' ان کو برداشت کرنا۔

اور صبر کی دوسری قسم ہے گناہ کے مقابلے میں صبر' سامنے شراب رکھی ہے کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے پھر بھی ہم شراب کی جانب نہ بڑھیں' یہ West اور East کا بہت بڑا فرق ہے کہ East میں ہزاروں ہاتھ پکڑنے والے ہیں' West میں ہر آدمی ناپسند کرنے والا تو ہے مگر روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

مولاؒ فرماتے ہیں: یہ صبر کی دوسری قسم ہے' معصیت کے مقابلے میں صبر' گناہ کے مقابلے میں صبر۔

سامنے گناہ کا موقع ہے اور ساری سہولیات بھی ہیں' گناہ کرنے کے سارے وسائل بھی تمہارے پاس ہیں' پھر بھی آدمی اپنے آپ کو روکے' پھر بھی آدمی صبر کرے۔ تیر اور تلوار کا زخم کھا کر صبر کرنا جتنا مشکل ہے اسی طرح گانا' بے حجابی اور حرام سامنے ہو اور بغیر کسی وجہ کے صرف آدمی کا ایمان اور اس کا ضمیر اس کو روک رہا ہے اور وہ رُک جائے تو اس زخم سے کم والی بات نہیں ہے۔

قرآن نے دونوں چیزیں سمو دیں۔ کہا:

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

راوی نے حیران ہو کر کہا: مولاؑ! ایک طرف آپ فرما رہے ہیں سب کو اسلام کی طرف بلاؤ' دوسری طرف فرما رہے ہیں' مگر زبان سے نہ بلاؤ' تو اور کیا طریقہ ہے؟

کہا: کردار سے بلاؤ۔ ایسا کردار ہو کہ کافروں کے درمیان میں جا کر بیٹھو تو وہ تمہارے کردار کو دیکھ کر متاثر ہو جائیں۔ جب کافروں اور مشرکین تک کے لیے یہ پیغام دیا گیا کہ زبان نہیں' جبکہ واقعاً دنیا میں زبان ایک بہت بڑی چیز ہے دوسرے کو پیغام پہنچانے کی۔ یہ تو نا سمجھ بچہ ہے' آٹھ دن کا بچہ' دس دن کا بچہ' بارہ دن کا بچہ' زبان ہے بھی ایک طرح سے بیکار' یہاں بھی وہی اُصول چلے گا' اگر اسے دیندار بنانا ہے' اگر اسے تربیت کے مرحلے پر لانا ہے تو ایسا بناؤ کہ تمہارا کردار ایسا ہو۔

اب ایک جملہ اور میں کہہ دوں!......

وہ یہ کہ تربیتِ اولاد سے مراد کیا ہے؟......

قرآن کی ایک آیت کی میں نے تلاوت کی اس میں اس سوال کا جواب دیا تھا' آج ایک حدیثِ رسولؐ سن لیجیے۔

ایک عجیب جملہ پیغمبرؐ نے کہا:

تَنَاكَحُوْا وَ تَنَاسَلُوْا وَ تَكْثُرُوْا

"نکاح کرو اور اپنی نسل آگے بڑھاؤ"۔

فَاِنِّی اُبَاهِی بِكُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

"ایسی نسل کہ جسے دیکھ کر میں قیامت کے دن سارے انبیاؑ کے سامنے فخر کروں۔"

تربیتِ اولاد کا مقصد یہ ہے کہ اپنے بچے کو ایسا بنا دیجیے کہ جسے پیغمبرؐ انبیاؑ کے

سامنے پیش کر کے کہیں کہ ہے کوئی تمہاری اُمتوں میں کوئی ایسا کلمہ پڑھنے والا' یہ ہے میرا ماننے والا۔

کس کو پیغمبرؐ پیش کر کے فخر کریں گے؟......

عام زندگی میں بھی آدمی اپنی اس اولاد کو مہمانوں سے چھپاتا ہے جو بدتمیز ہو' بداخلاق ہو۔

قیامت کے دن تمام انبیاؑ کے سامنے پیغمبرؐ فخر کریں گے۔ پیغمبرؐ کا وہ فرمان جو ہر نکاح میں پڑھا جاتا ہے کیونکہ نکاح کا مقصد ہے اولاد دنیا میں آئے' تو ابھی سے message دے دیا کہ کیسی اولاد؟

یہ ہے تربیت اولاد!......

خلاصہ!......

ایسی اولاد جو واقعاً ابراہیمؑ' موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے سامنے پیش کی جا سکے اور یہ کہہ کر پیش کی جا سکے کہ پیغمبرؐ کہیں: اے میرے بھائی ابراہیمؑ! اے میرے بھائی موسیٰؑ! اے میرے بھائی عیسیٰؑ! ایسا ہے میرا اُمتی' ہے کوئی تمہارے پاس ایسا اُمتی؟

ایسا ہمیں بنانا ہے اور اس کے لیے قرآن نے سورہ والعصر میں بھی ایک پیغام دے دیا اور معصومینؑ کی کچھ حدیثیں بھی آپ نے سن لیں کہ پہلے آتا ہے اپنا کردار اور اس کے بعد آتی ہے زبانی تبلیغ۔

پیغمبرؐ کی ایک حدیث:

اَلْوَلَدُ سَیِّدٌ سَبْعَ سِنِیْنَ وَ غُلَامٌ سَبْعَ سِنِیْنَ وَ وَزِیْرٌ سَبْعَ سِنِیْنَ

بچہ جب دنیا میں آتا ہے وہ سید ہے' وہ سردار ہے' وہ آقا ہے' اسے گھر میں ایسے رکھنا ہے جیسے کسی آقا کو رکھا جاتا ہے:

غُلَامٌ سَبْعَ سِنِيْنَ

اور اگلے جو سات سال ہیں اس میں وہ غلام ہے' اس طرح اس کو رکھنا ہے جس طرح غلام کو رکھا جاتا ہے:

وَ وَزِيْرٌ سَبْعَ سِنِيْنَ

اور جو تیسرے سات سال ہیں اب وہ تمہارا مشیر ہے' تمہارا وزیر ہے' اب اس سے مشورہ لینا۔

اب آیئے!......

اللہ کا رسولؐ ارشاد فرما رہا ہے:

اَلْوَلَدُ سَيِّدٌ سَبْعَ سِنِيْنَ

''بچہ سات سال تک سردار ہے۔''

اور سردار کے حوالے سے جو ایک انتہائی بات جو ہمیں بتائی گئی ہے وہ یہ کہ

اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ

''اپنی اولاد کا احترام کرو''۔

ہوسکتا ہے کہ West میں آ کر تھوڑا بہت یہ مسئلہ سمجھ میں آ چکا ہو لیکن وہ بھی پتہ نہیں کہ اولاد کی وجہ سے سمجھ میں آیا' اسلام کی وجہ سے سمجھ میں آیا یا اولاد کی دھمکی کی وجہ سے سمجھ میں آیا کہ میں پولیس کو فون کرتا ہوں لیکن بہرحال تھوڑا سمجھ میں آ چکا۔ ہندوستان اور پاکستان میں اب تک لوگ تربیت اولاد کے مرحلے میں اس مسئلے پر غور

نہیں کرتے۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں: اپنی اولاد کو عزت دو۔

سردار کہا' تو واقعاً جس طرح سردار کو عزت دی جاتی ہے:

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ

دیکھو!......

یہاں پر اگرچہ ایک جنرل role دیا ہے' مگر اس میں اولاد بھی آ گئی۔

کہا: جو تمہیں اپنے سے عمر میں بڑا نظر آئے' تو یہ سوچ کے اس کا اکرام کرنا' اس کو عزت دینا کہ اس نے تم سے زیادہ اللہ کی عبادت کی ہے اور کوئی چھوٹا تمہیں اگر کوئی نظر آئے تو اس کے گناہوں کو کم جان کر اس کی عزت کرو وہ چھوٹا ہے اس نے کم گناہ کیے ہوں گے:

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ

''اپنی اولاد کو عزت دو''۔

بس!......آخری مرحلوں پر میں آ رہا ہوں!

بس! آخری آخری جملے!......

دنیا میں بڑے بڑے ظالم گزرے ہیں' ہلاکو خان ہو کہ چنگیز خان ہو کہ ہٹلر ہو کہ تاریخ اسلام میں مامون ہو۔ یہ ایک سلسلہ ہے ۹۰ فیصد ظالم وہ بنتا ہے جس کو بچپن میں اپنے گھر والوں اور اپنے والدین سے محبت نہیں ملی۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں کسی کو انکار نہیں۔ جتنے ظالم ہیں ان کی اکثریت وہ ہے کہ بچپن میں یا ماں سوتیلی تھی جو دوسری ماں تھی اس نے پیار نہیں کیا اور اگر ماں سگی تھی تو باپ سوتیلا تھا' یا دونوں سوتیلے تھے یا

دونوں سگے تھے لیکن اتنا عیاشیوں میں لگے تھے کہ اولاد کو time نہ دے سکے۔

جیسے مامون' تاریخ اسلام میں اس کو بحیثیت ظالم بھی الگ سے نمایاں کیا گیا۔ اگرچہ انڈین تاریخ میں مغل بادشاہوں کے دور میں اس طرح کے واقعات بہت پیش آئے' لیکن شروع اسلام میں بہت کم واقعات ہیں کہ بھائی نے بھائی کو قتل کیا اور قتل کر کے اس کا لاشہ محل کے دروازے پر لٹکایا اور پورے شہر والوں کو حکم دیا کہ پورا شہر میرے بھائی کے چہرے پر تھوکے' اسے جوتے مارے' اسے بُرا بھلا کہے' سب کو آگے جانے کی اجازت ہے۔ یہ مامون کا عمل تھا' اگر مائیں الگ الگ تھیں لیکن بہرحال بھائی بھائی ہوتا ہے۔ امین' اسے قتل کیا اور صرف اس کے قتل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے لاشے کو بھی لٹکایا' پورے شہر والوں پر لازم قرار دیا کہ اس کے چہرے پر تھوکیں' خالی تھوکیں بھی نہیں بلکہ اس کو جوتے بھی ماریں اور اس کے بعد اس کو بُرا بھلا بھی کہیں۔ وہ تو پھر بعد میں ایک واقعہ ایسا بنا کہ فوراً اس نے اپنا حکم واپس لے لیا' ذرا شرمندہ ہو گیا کہ ہر آدمی آتا تھا اور بُرا بھلا کہتا تھا' ایک نے آ کر زیادہ جوش دکھا دیا۔

کہا: لعنت ہو تجھ پر' لعنت ہو تیرے باپ پر' لعنت ہو تیرے گھر والوں پر' لعنت ہو تیرے بھائی پر۔

جب مامون نے ایسا سنا تو اس نے کہا: بس! اب یہ سلسلہ ختم کر دو۔

لیکن ایسا ظالم بنا کیسے یہ؟......

وہی ماحول' گھر کا ماحول تھا' امین کی ماں ایک عرب عورت تھی' ماں کی ماں ایک کنیز تھی۔ چنانچہ خاندان والوں نے کبھی اس کو برابر بٹھایا بھی نہیں اور پھر ہمیشہ مامون کو اس کی سوتیلی ماں نے کنیز زادہ کہہ کر مخاطب کیا۔ بچے کو اگر اپنے گھر میں محبت نہ ملے تو

آگے چلنے کے بعد اس کے دل میں کسی کی محبت نہیں ہوتی۔ اس لیے اسلام میں اتنی تاکید آئی ہے اولاد سے محبت کی۔ چنانچہ حدیث ہمارے پاس ہے اللہ کا رسولؐ ارشاد فرماتا ہے سنو:

قَبِّلُوْا اَوْلَادَکُمْ

"اپنی اولاد کو بوسے دیا کرو"۔

مَنْ قَبَّلَ وَلَدًا کَتَبَ اللّٰہُ حَسَنَۃً وَ رَفَعَ لَہٗ دَرَجَۃً

"جو اپنی اولاد کو ایک مرتبہ بوسہ دیتا ہے اللہ اس کی ایک نیکی لکھتا ہے اور جنت میں اس کے ایک درجہ کو بڑھا دیتا ہے۔"

دوسری حدیث:

وَ اَکْثِرُوْا مِنْ قُبْلَۃِ اَوْلَادِکُمْ

"اپنی اولاد کو بہت زیادہ بوسے دیا کرو کیونکہ اولاد کو بوسہ دینا جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور خدا کے عذاب کو ٹالتا ہے۔"

اللہ کے رسولؐ تشریف فرما ہیں، ایک آدمی آتا ہے وہ آنے کے بعد کہتا ہے:
اے اللہ کے رسولؐ! میں نے کبھی اپنی اولاد کو بوسہ نہیں دیا۔

جب واپس گیا تو پیغمبرؐ نے کہا:

عِنْدِیْ مِنْ اَھْلِ النَّارِ

"میں اسے جہنمیوں میں شامل سمجھتا ہوں۔"

خلاصہ یہ ہے کہ اولاد سے محبت کرو، کبھی سید کہہ کر، کبھی "اَکْرِمُوْا" کہہ کر، کبھی بوسے کا اتنا ثواب ظاہر کر کے، ایک سلسلہ ہے روایتوں کا جن میں بار بار اس کا حکم دیا گیا۔

ذکرِ مصائب: مصائب جنابِ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

بہر حال!......

جہاں سے مجلس شروع ہوئی وہ یہی نکتہ تھا کہ رسالت و امامت جو کہتی ہے پہلے خود عمل کر کے دکھاتی ہے۔ اولاد کا جو پیغام ہمیں دیا اور خاص طور پر بوسے کے ذریعے اور ویسے بھی محبت خود پیغمبرؐ کے گھر میں جا کر دیکھئے تو آپ کو یہ منظر نظر آئے گا۔ رسولؐ سجدے کے عالم میں ہیں حسینؑ پشت پر آ جاتے ہیں۔ رسولؐ خطبہ دے رہے ہیں، حسنؑ کا پاؤں گرتے کے دامن میں اُلجھتا ہے۔ رسولؐ نماز پڑھانے آ رہے ہیں اور حسنؑ و حسینؑ کندھے پر بیٹھے۔

البتہ!......

یہ ضرور ہے کہ یہاں پر خالی اولاد والی محبت نہیں ہوتی، حسنینؑ کی محبت بھی آ گئی مگر واقعاً جو اولاد سے محبت ہے اس کی بہترین مثال ہمارے سامنے آتی ہے، وہ فاطمہ زہراؑ کی میت پر حسینؑ کا گریہ ہے اور اس گریہ کے مقابلے میں فاطمہ زہراؑ کا عمل، یہ ہے محبت۔

رسولؐ مدینے کی گلی سے گزر رہے ہیں، وہاں پہ ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا، استاد بچے کو سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے سزا دے رہا ہے، وہ سزا جو اسلامی ہے۔ پیغمبرؐ چلتے چلتے ایک مرتبہ راستہ بدل کر آئے۔ اس کے بعد کہا: اے شخص! تو! استاد ہے اور یہ تیرا حق ہے کہ تو اس کو پڑھانے کے جتنی شرعی سزا مناسب ہے دے سکتا ہے لیکن ایک گزارش میں کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ بچہ اگر غلطی کرے تو حتی الامکان اس کو معاف کر دو۔

گھبرا گیا: ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

کہا: اللہ کے رسولؐ! مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ آپؐ کا رشتہ دار ہے' ورنہ میں بھی یہ جسارت نہ کرتا۔

پیغمبرؐ نے کہا: نہیں! یہ میرا رشتہ دار نہیں ہے۔

اس نے کہا: پھر آپؐ بچے کے لیے کیوں آ گئے؟

کہا: اس بچے کی آواز میرے حسینؑ کی آواز سے بہت ملتی ہے' جب یہ رو رہا تھا تو مجھے ایسا لگا میرا حسینؑ رو رہا ہے' میں اس لیے برداشت نہیں کر سکا۔

اللہ کا رسولؐ ہر مصیبت برداشت کر سکتا ہے مگر یہ مصیبت برداشت نہیں کر سکتا کہ حسینؑ کی آواز سے ملتی جلتی آواز کسی کے رونے کی رسولؐ کے کانوں میں آئے۔

اور حسینؑ! ایک بار روئے؟

ارے!......

نانا کے بعد بار بار حسینؑ کو رونا پڑا۔ جب گھر کا دروازہ جلا تب بھی تو حسینؑ روئے ہوں گے' جب اپنی مادر گرامی پر کوڑا پڑتے دیکھا ہوگا تو تب بھی تو حسینؑ روئے ہوں گے' جب بابا کے گلے میں رسی دیکھی ہوگی تب بھی تو حسینؑ روئے ہوں گے' جب اپنے چھوٹے بھائی محسنؑ کو دنیا میں آنے سے پہلے شہید ہوتے دیکھا ہوگا' تب بھی تو حسینؑ روئے ہوں گے' جب روزانہ ماں دونوں بیٹوں کو لے کر مدینے سے باہر جاتی ہے اور جلتی ریت پر بیٹھ کر کہتی ہے: بابا! آپؐ کے بعد اتنے مصائب آئے اگر دنوں پر پڑتے تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔ اگر راتوں پر پڑتے تو راتیں دنوں میں تبدیل ہو جاتیں۔ تب بھی تو حسینؑ روئے ہوں گے۔

ارے!......

حسینؑ کا رونا تو مسلسل چل رہا ہے۔ کوئی رسول اللہؐ سے پوچھے، پیغمبرؐ کے دل پر کیا قیامت گزر رہی ہے؟ اس لیے تو علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار کی دسویں جلد میں یہ روایت لکھی کہ جب فاطمہ زہراؑ اس دنیا سے رُخصت ہوئیں اور ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ ماں کے قریب آئے، فاطمہؑ کا جنازہ کفن میں ملبوس ہے، حسنؑ ماں کے پاؤں کی طرف بیٹھے، حسینؑ سرہانے آئے۔

کہا: اماںؑ! اپنے حسینؑ کا سلام لو۔

جب کوئی جواب نہ آیا تو دوبارہ کہا: اماںؑ! تیرا حسینؑ تجھے سلام کر رہا ہے۔

جب تیسری مرتبہ بھی جواب نہ آیا تو حسینؑ سر پیٹ کے غش کھا کر گر پڑے اور کہتے ہوئے غش کھا کر گرے: اماںؑ! یہ کون سا دن آ گیا کہ تیرا حسینؑ تجھے سلام کرے اور تو حسینؑ کو جواب نہ دے؟

اب جیسے ہی حسینؑ غش کھا کر گرے۔ اسماء کہتی ہیں: میں نے دیکھا کہ حجرے کا دروازہ کھلا، علیؑ گھبرائے گھبرائے حجرے میں آئے۔

میں نے گھبرا کر کہا: مولاؑ! خیریت تو ہے؟

کہا: اسماء! میں قبرِ رسولؐ پر تھا، جبرائیلؑ کی آواز آئی: اے ابوالحسنؑ! جا کر حسینؑ کو چپ کراؤ۔ ارے! حسینؑ کے رونے سے اللہ کا رسولؐ یہاں پر رو رہا ہے۔

میرا حسینؑ کہاں ہے؟

قریب آئے، حسینؑ کو تسلی دی۔

کہا: بیٹا! اس وقت نہ رو، تیرے رونے سے تیرا نانا رو رہا ہے۔

حسینؑ نے ماتم بند کیا مگر ایک عجیب عمل کیا' آگے بڑھے ہاتھوں کا پیالہ بنایا اور اپنی ماں کا چہرہ کفن میں فاطمہ زہراؑ کا اور حسینؑ نے ہاتھوں کا پیالہ بنایا۔ ماںؑ کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا' اب روتو نہیں رہے ہیں' ایک ہی لفظ کہا: اماںؑ! واغربتاہ۔

تیرا حسینؑ غریب الوطن ہو گیا۔

راوی کہتا ہے: ادھر حسینؑ نے غریب الوطن ہونے کی فریاد کی' اُدھر بند کفن کھلے فاطمہؑ کے بازو باہر آئے حسینؑ کو سینے سے لگایا۔ بیٹا! ماں تیری یہ فریاد نہیں سن سکتی۔ ارے! تیری غربت برداشت نہیں کر سکتی۔

شہزادیؑ! شہر مدینہ حجرہ کی چھت کے نیچے علیؑ جیسے بابا کا سر پہ ہاتھ اور پھر آپؑ برداشت نہ کر سکیں' تو کربلا میں عصر عاشور جب میرا آقا ذوالجناح سے گرا ہو گا تو بی بی! آپؑ نے اپنے لعلؑ کی یہ غربت کیسے برداشت کی ہو گی؟

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَىَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ

maablib.org

مجلسِ نہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (سورۂ طور آیہ ۲۶)

تربیتِ اولاد کے عنوان پر آج جو تقریر ہونا تھی لیکن دو وجوہات سبب بن رہے ہیں کہ اس موضوع کو ذرا سا آج کی حد تک مؤخر کیا جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ درمیان میں ایک ہفتے کا ایک ایسا فاصلہ آ گیا کہ جس میں درمیان کے سارے پروگرام as it is چلتے رہے لیکن بہر حال! میری غیر حاضری رہی جس کی وجہ جو اِن تقاریر میں بات پہنچی تھی ان کا سلسلہ ایک مرتبہ کٹ گیا۔ اب ضروری ہے کہ ایک بار پہلے موضوع کی اہمیت کو دوبارہ واضح کیا جائے تاکہ پھر موضوع کو مکمل کرنا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بہر حال درمیان میں پروگرام اسی طرح سے چل رہے تھے لیکن میرا ایک اندازہ ہے کہ وڈیو اور Live میں فرق کی وجہ سے شاید کچھ مومنین کرام نہ آ سکے ہوں گے اور پھر دوبارہ آتے آتے عادت بنتے بنتے کچھ وقت لگے گا۔

ایک ان لوگوں کا خیال جو پہلے آ رہے تھے اور سلسلہ کٹ جانے کی وجہ سے شاید! ایک ہفتہ ہمیں ان کا انتظار کرنا پڑے۔

دوسرا اس بات کا خیال کہ جو آج آ رہے ہیں تو ایسا نہ ہو کہ اس فاصلے کی وجہ سے موضوع اس وجہ سے ذرا سا خشک محسوس ہونے لگے کہ اس کی اہمیت ذہن سے نکل

جائے۔ تو آج کی تقریر ویسے ہے اسی موضوع پر لیکن جہاں تک آٹھویں تقریر کے آخر میں بات پہنچی تھی وہاں سے یہ بات آج آگے نہیں بڑھ رہی۔

آٹھویں تقریر کے آخر میں بات یہیں تک پہنچی تھی کہ بچہ دنیا میں آ چکا ہے اور وہ ابتدائی سنتی مراحل گزر چکے ہیں جو ہمارے یہاں ہندوستان اور پاکستان میں عام طور پر صرف ایک رسمی طور پر انجام دیے جاتے ہیں' یعنی بہت کم لوگ ایسے ہوں گے خاص طور پر آج کے زمانے میں کہ جنہیں ان کی حکمت معلوم ہو اور اس کے بعد وہ اس کے اوپر عمل کر رہے ہیں' مثلاً عقیقہ۔ ایک تو اس لیے عقیقہ ہوتا ہے کہ ہم صدیوں سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں' ہم نسلوں سے دیکھتے آ رہے ہیں' ہمارے بزرگ اسی طریقے کو جاری کیے ہوئے تھے۔ خاندانوں میں یہ موجود ہے چنانچہ وہ ایک رسم پوری کرتا ہے کہ بچہ ہوا تو عقیقہ کرنا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ یہ سمجھ کر عقیقہ کرواتا کہ عقیقہ ہو کیوں رہا ہے؟ اس کا فائدہ کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ کس لیے اسلام نے اس کا حکم دیا؟ یقیناً! یہ بات اپنی جگہ ہے کہ ہر ہر چیز کا فائدہ ہم کو بتایا نہیں گیا' یقیناً! یہ بات اپنی جگہ ہے کہ اگر ہمارا کوئی نوجوان شریعت کی ہر چیز کے بارے میں لفظ why استعمال کرنے لگے تو ہم ہر ایک کا جواب دے بھی نہیں سکتے ہیں' اپنے اندازے لگا سکتے ہیں لیکن کیا اسی وجہ سے اللہ نے فلاں حکم دیا ہے؟ ہر چیز کے بارے میں ہم نہیں بتا سکتے ہیں لیکن وہ چند چیزیں جن کے بارے میں معتبر حدیثوں میں اس کی حکمت آئی ہے اس میں سے ایک عقیقہ بھی ہے۔ مگر کتنے لوگ ایسے ہیں؟ خاص طور پر آج' آج سے پچاس (۵۰) سال پہلے یا آج سے ستر (۷۰) سال پہلے یقیناً! لوگوں کے ذہن میں یہ ہوگا کہ ایک حکم خدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سارے فوائد اس بچے کے مستقبل کے حوالے سے ہیں۔ یہ مستحبات کا پورا نظام جو بچے کی ولادت کے بعد ہے' عجیب بات یہ ہے کہ ان میں ۹۹ فیصد

مستحبات کی علت معتبر حدیث کے ذریعے سے ہمیں بتا دیا گیا جو بعض اوقات بڑے بڑے واجبات میں ہم کو نہیں بتایا گیا' بہت بڑے بڑے واجبات ہیں جن کے بارے میں ہم سے کہا: بس! تم کو عمل کرنا ہے' حکم ہے ماننا پڑے گا۔ بس! اتنا عقیدہ رکھو کہ ہمارے فائدے کے لیے ہے لیکن ہر ایک کی تفصیل نہیں آئی۔ اور بچے کے حوالے سے واجبات تو واجبات مستحبات کی حکمت بتائی جا رہی ہے تاکہ جب والدین اس پر عمل کریں تو مقصد بھی ان کے ذہن میں ہو اور جو میں اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ نیتوں کی وجہ سے انسان کے ایکشن کے نتیجہ میں بہت زیادہ فرق پڑ جاتا ہے۔

خیر!......

میں اس وقت بہت تفصیل میں نہیں جا رہا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ یہ ساری باتیں بیان کی گئی تھیں اور اس چیز کو ذہن میں رکھیں کہ ان مستحبات کا جو بڑا فائدہ تھا اولاد کی تربیت' تو اس وقت کا جو مغربی ممالک کا ماحول ہے ان میں اِن کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی جو اس کے مقصد بتائے گئے ہیں مثلاً پہلی آواز بچے کے کان میں اذان و اقامت کی گئی اور یہ آواز اس ذہن میں مرتے دم تک محفوظ رہے گی اور ساتھ ساتھ نا صرف یہ آواز اس کے ذہن میں محفوظ رہے گی بلکہ آنے والی نسلوں پر اپنا اثر ڈالے گی۔ شاید! اس حکمت کی اتنی زیادہ ضرورت اسلامی ممالک میں نہ ہو جتنی غیر اسلامی ممالک میں ہے۔ اسلامی ماحول ایسا ماحول ہے کہ ہزاروں خرابیاں آنے کے باوجود چاروں طرف ماحول ایسا ہے کہ اگر پہلی اذان و اقامت miss کر گیا تو پھر بہرحال! مسلسل اس کو کسی اور طریقے سے read ہوتی رہے گی اسلام کی teaching۔ مغربی ممالک کے اندر جہاں پر جتنا زیادہ بچہ بڑا ہوتا جائے گا اتنا آپ کے ماحول اور آپ کے کنٹرول سے نکلتا جائے گا' وہاں پر ان ابتدائی مراحل کی اہمیت اور زیادہ ہے' والدین کا زیادہ

کنٹرول ابھی تک ہے' جتنا بڑا ہوتا جائے گا' اتنا کنٹرول کم ہوتا جائے گا' اسلامی ماحول کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو؟

مجھے معلوم ہے کہ پاکستان ہو' لبنان ہو' مصر ہو' وہاں شراب ہو کہ جوا ہو' بے پردگی ہو یا باقی گناہ شاید اتنے ہی ہوں کہ جتنے یہاں پر ہیں لیکن ظاہری اعتبار سے ایک ماحول کا فائدہ ہے اور اگلی تقریر کا عنوان بننے جا رہا ہے لیکن اس عنوان کو شروع کرنے سے پہلے کہ ماحول کے اثرات' ایک مرتبہ آخری یہ جملہ دُہرا کر آج کی تقریر کو پھر ایک تمہید کی جانب لے جایا جائے۔

اور وہ آخری جملہ کیا ہے؟......

ان مستحبات کی اہمیت یہاں آ کر بڑھ گئی' جہاں پر والدین خود دیکھ رہے ہیں کہ ابھی تو بچہ ہمارے مکمل کنٹرول میں ہے۔ ابھی تو وہ ایک ہفتے کا ہے' یا دو ہفتے کا ہے یا تین مہینے کا ہے لیکن اس کے بعد یہ کنٹرول ہمارا بھی کم ہو گا اور ماحول بھی اسے غیر اسلامی ملے گا۔ اتنی تمہید تھی اس لیے آ گئی کہ بعض لوگوں نے جو آسٹریلیا کے تو نہیں ہیں لیکن آسٹریلیا جیسے علاقوں کے ہیں یعنی غیر اسلامی ممالک کے۔

اُنہوں نے کہا: یہ تو بہت پرانی پرانی باتیں ہیں' آج کی دنیا بہت آگے نکل گئی ہے' کیا آج بھی اس کی اتنی ہی اہمیت ہے؟

میں نے وہی جملہ کہا تھا جو ابھی بھی ہے کہ اب تو اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی اس لیے کہ اب وہ وقت آ رہا ہے کہ بہت زیادہ اس کے امکانات ہیں۔ آپ اٹھارہ سال چھوڑیں بلکہ اس سے پہلے ہی بچے آپ کے کنٹرول سے باہر نکل جاتے ہیں' لے دے کر یہی پہلا ہفتہ لے دے کر یہی پہلا مہینہ اور اس کے حوالے سے بات ابھی آگے بڑھے گی' لیکن ان مستحبات کی اہمیت اپنی جگہ اور اس سے پہلے کے مستحبات کی اہمیت

اپنی جگہ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون بی ایسا ہے جو ان مستحبات اور ان سے متعلق واجبات 'تربیت اولاد' اس کے حوالے سے اپنی ڈیوٹی انجام دے۔

کون ایسا ہے؟......

وہی آدمی اس کی طرف جائے گا' تا جسے اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ ہے' اسے یہ معلوم ہے کہ قیامت کے دن صرف ہمارے اعمال کا حساب و کتاب نہیں ہوگا بلکہ ہر اس آدمی کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا جو ہمارے گھر کی چار دیواری میں رہتا ہے۔

رسولؐ خدا کی وہ حدیث جو ہمارے یہاں تو بچے بچے کو یاد ہے۔ دیکھو! اللہ نے تم میں سے ہر ایک کو خاندان کا سربراہ بنایا ہے' تم میں سے ہر ایک' ایک حاکم کی حیثیت رکھتا ہے اور میدانِ قیامت میں تمہیں اپنے اعمال کے ساتھ ساتھ جواب دینا پڑے گا ان لوگوں کا بھی جو تمہارے ماتحت ہیں۔ جو بہرحال! تمہارے کنٹرول میں زندگی گزار رہے ہیں۔ جب تک مسئلے کی اہمیت پتہ نہ ہو اس لیے ایک تو ویسے ہی لاپرواہ قسم کا رجحان ہمارے معاشرے میں ہے کہ جسے اپنے واجبات کی پرواہ نہیں ہے تو اولاد کی بات تو چھوڑیں اور جو کچھ مذہبی لوگ ہیں انہیں بھی شیطان مختلف انداز سے بہا کر سلا دیتا ہے۔

انسان کے اندر چھپا ہوا شیطان' جو ایک مشہور شیطان ہے وہ اتنا خطرناک نہیں ہے جتنا اندر کا شیطان خطرناک ہے۔ وہ انسان کو آہستہ آہستہ سلا دیتا ہے۔ جن میں خاص طور سے یہ والے جملے جو ہمارے یہاں اُردو زبان میں بطور محاورہ رائج ہو چکے ہیں' جس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ اپنے کام سے کام رکھو' ہر آدمی اپنی قبر میں اپنے اعمال کا خود جواب دے گا' ہمیں کسی سے کیا لینا' ہمیں کسی سے کیا دینا؟

سو(۱۰۰) فیصد غیر اسلامی فکر تو ہے ہی لیکن ساتھ ساتھ یہ سو فیصد غیر شیعہ فکر بھی

ہے اس لیے کہ کربلا کا پورا واقعہ جو شیعیت کی بنیاد ہے جہاں سے شیعیت چلی ہے یا شیعیت کی رگِ حیات ہے۔

یہ "جو شیعیت چلی ہے" میں غلط کہہ گیا' اس لیے کہ شیعیت تو پیغمبرؐ کے زمانے سے چلی ہے' لیکن جہاں سے ہم پہنچیں گے' وہ کربلا کا واقعہ ہی اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔ یہ اسلام میں نہیں چلتا کہ ہر آدمی اپنے اعمال کا جواب دے۔ ہم کیوں کسی کے معاملے میں دخل دیں؟

یہ بھی عرض کر دوں!......

یہ بھی اسلام کے بالکل خلاف ہے کہ ہاں! بچے چھوٹے ہوتے ہیں' نا سمجھ ہوتے ہیں تو ان کا کنٹرول تو سمجھ میں آتا ہے لیکن وہ پندرہ سال کا ہو کر بالغ ہو گیا یا اٹھارہ سال کا ہو کر راشد ہو گیا یا شادی کر کے الگ ہو گیا۔ اس کی اولاد ہو گئی۔ اب ہمارا اس سے کیا تعلق؟ اب ہم کیوں اس کے معاملات میں دخل دیں؟ یہ بھی اسلام کے خلاف ہے' بچہ تو بچہ اگر نوے سال کا کوئی بوڑھا بھی ہے اور کسی مرحلے پر غلطی کر رہا ہے وہاں بھی ہمیں جا کر اسے ٹوکنا ہے ورنہ ہم پکڑے جائیں گے لیکن یہ دوسری بات ہے کہ سمجھانے کا طریقہ اسلام نے الگ الگ بتایا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی بچے کو اس کی غلطی پر ایک تھپڑ مارنے کی ہمیں اجازت ہو۔ وہی غلطی اگر کوئی بڑا کرے تو ہمیں اس انداز سے جا کر سمجھانا پڑے جیسے امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے وضو کی غلطی ایک بزرگ کو بتائی تھی' لیکن اپنی جگہ پر بنیادی پیغام دیکھیے' چھوٹا ہو یا بڑا' گھر والا ہو کہ باہر والا' نا سمجھ ہو کہ سمجھدار' جاہل ہو کہ عالم' غلطی جہاں پر ہے ہم بہر حال! اس کے حل کے لیے تیار ہیں کہ صحیح پیغام اس تک پہنچایا جائے اور اسی پیغام کو بار بار دہرانا ہے۔

دیکھئے!......

ہوتا یہ ہے کہ انسان اس چیز پر توجہ بھی نہیں دیتا جس میں اس کو کوئی فائدہ نظر نہ آ رہا ہو، چاہے عقلی اعتبار سے کتنی ہی اچھی بات کیوں نہ نظر آ رہی ہو؟ کہ سب کے لیے برابری ہے۔ سب کے لیے مساوات ہے مگر فطرتِ انسانی اللہ نے ایسی بنائی ہے جب تک اس کے لیے کوئی فائدہ نہ ہو آگے بڑھ کر کام نہیں کرے گا۔

یہی سوال یہاں پر بھی آتا ہے کہ تربیتِ اولاد ایک ایسا مسئلہ کہ اس کے لیے کوئی فائدہ بھی ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ وہ اس سے پہلے کی تقاریر میں آ گیا کہ قبر کا فائدہ، آخرت کا فائدہ، وہ ساری چیزیں اور اس کے علاوہ ایک بات یہ کہ آدمی، یہ بھی ہماری فطرت ہے کہ ہر وہ چیز جو ذرا سا اپنے لیے بوجھ محسوس ہو، آدمی اسے سنتا ہی نہیں ہے۔

انڈیا اور پاکستان میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں، جو مذاق مذاق میں ایک جملہ کہتے ہیں اور کتنے ہی لوگ ویسے ہیں جو بغیر مذاق کے یہ جملہ کہتے ہیں۔

کون سا جملہ؟......

آپ نے کہا: ارے بھئی! آیئے چلیے فلاں جگہ مجلس ہو رہی ہے۔

اُنہوں نے پوچھا: کون صاحب پڑھ رہے ہیں؟

آپ نے بتایا: فلاں صاحب پڑھ رہے ہیں۔

اب جن سے آپ بات کر رہے ہیں یہ وہ ہیں جو بے دین نہیں ہیں، شریعت یا واجبات کا مذاق نہیں اُڑاتے ہیں، لیکن پھر بھی گھبراتے ہیں اس بوجھ سے جو اس فلاں صاحب کی مجلس کی وجہ سے آ جاتا ہے۔

آج کل تو ایک لمبی چوڑی فہرست ہو گئی ہے ایسے ذاکرین، علما اور ہم جیسے طالب علموں کی کہ جن کی مجلس میں آدمی جاتا ہے، یہ تو نہیں کہتا کہ غلط کہہ رہے ہیں مگر جو

کچھ وہ بتا رہے ہیں اپنے آپ کو اس کے قائل بھی محسوس نہیں کرتا کہ اتنی ذمہ داری' اتنا بوجھ تو ہم سے نہیں اُٹھایا جا رہا۔

چنانچہ!......

کبھی مذاق مذاق میں یہ جملہ کہا جاتا ہے' کبھی کچھ لوگ حقیقت میں یہ جملہ کہتے ہیں کہ بھئی! ہم اس لیے نہیں جا رہے ہیں ہمیں ان کی شخصیت سے اختلاف نہیں' ہمیں ان کے موضوع سے اختلاف نہیں' ہمیں ان کے انداز سے اختلاف نہیں۔

یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اکثریت تو آپ کو وہ ملے گی جو انہیں چیزوں میں اختلاف کرتی ہے کہ یہ سب غلط بیانی ہے' سب جھوٹ ہے۔

اب سورۂ واقعہ' سورۂ یٰسین' سورۂ ملک میں بار بار یہ آیتیں دُہرائی جاتی ہیں کہ جہنم والے کہیں گے یہی کہ ہمارے پاس جو مبلغ آیا ہم اسے یہی کہتے رہتے تھے:

مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ (سورۂ ملک' آیہ ۹)

"اللہ نے کوئی ایسی شے نازل کی ہی نہیں تم جھوٹی جھوٹی بات کہہ رہے ہو۔"

آج بہت سے مومنین کہتے ہیں کہ نہیں بھئی! وہ اہمیت نماز ہے ہی نہیں جو مولوی بنا کر پیش کر رہے ہیں' حجاب اسلام میں ایسا ہی نہیں جیسا یہ مولوی حضرات بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

وہی جملہ جو سورۂ ملک ہو یا سورۂ واقعہ ہو یا سورۂ یٰسین ہو' اس کے اندر کافروں کی زبان سے یہ جملہ نکلا گیا ہے اور وہ کافر جو جہنم میں بھیجے جا رہے ہیں۔ آج کتنے ہی مومنین اور اکثریت ایسی ہے لیکن جو سمجھدار بھی ہے ان میں ایک بہت بڑی خرابی یہ' جو کہتا ہے: بھئی! ؟ اس لیے نہیں جا رہے' ہمیں ان کی شخصیت سے اختلاف نہیں' ہمیں

ان کے موضوع سے اختلاف نہیں لیکن اگر سن لیں گے تو پھنس جائیں گے لہٰذا سنو ہی نہیں' نہ سنو گے' نہ خدا قیامت کو پکڑے گا' اگر کہے گا بھی تو ہم کہہ دیں گے کہ ہمیں تو نہیں پتہ۔

اگر چہ!......

یہ چیز اپنی جگہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ کیا ہمیں قانون کا پتہ نہ ہو اس بات پر ہمیں چھوڑا جا سکتا ہے؟ شریعت میں خاص طور پر دو قسم کے واجبات بتائے گئے ہیں' فلاں واجب ایسا ہے کہ اگر آپ کے پاس اس کا علم نہیں تھا' آپ وہ مسئلہ نہیں جانتے تھے تو آپ قابل معافی ہیں اور فلاں واجبات ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں علم تھا تو ان میں معافی نہیں ہے مثلاً شراب۔

ایک مسلمان نے شراب پی' اسلامی حکومت میں پکڑا گیا۔ شراب کی سزا ہے اسی (۸۰) کوڑے اور اس نے اگر کہا: مجھے نہیں پتہ کہ شراب اسلام میں حرام ہے۔ یہ اگر جملہ باقاعدہ ہمارے یہاں فقہی کتابوں کے آخر میں ایک بحث آتی ہے نا' اسلام کا پورا عدالت کا نظام' اس کے اندر سزا ہے' اس کے اندر حدود ہیں' اس کے اندر معافی ہے' مسئلہ آتا ہے کہ اگر یہ ایسا آدمی کہ جس کے اندر دو چیزیں موجود ہیں تو اس کا یہ جملہ قبول کر لیا جائے گا' یا تو نیا نیا مسلمان ہوا ہے اور ابھی اس کو اسلام میں زیادہ عرصہ نہیں گزرا' یا پرانا مسلمان ہے لیکن وہ دور دراز کے دیہاتوں یا جنگلوں سے آیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہاں پر یہ مسئلہ نہ پہنچا ہو کہ شراب حرام ہے' تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا' لیکن یہی جملہ اگر ایک ایسا مسلمان پیش کر رہا ہے کہ جو خاص قدیم عرصہ سے مسلمان ہے اور رہتا بھی ایسے علاقے میں ہے کہ جہاں یہ مشہور ہو گا شہروں میں ہے' آبادیوں میں ہے اس کا یہ بہانہ قبول نہیں ہو گا۔

تو خیر!......

اب بات یہ آ رہی ہے کہ یہ ساری دنیا کے تمام قوانین کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی آدمی قانون توڑے اور اس کے بعد یہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم' تو اب اس کا حل ہر ملک نے کیا نکالا ہے وہ اس ملک کا قانون بتائے گا لیکن ہمارے یہاں آج بھی کتنے سمجھدار مومنین کہتے ہیں کہ سنو ہی نہیں۔ سنو گے تو پھنس جاؤ گے اور تربیتِ اولاد اتنا اہم message ہے کہ خدا سنوانا چاہتا ہے لیکن اگر آدمی کان بند کر کے بیٹھ گیا تو پھر اس کا کیا کیا جا سکتا ہے؟ اور ایک آدھ دفعہ تو ہر آدمی سن لیتا ہے' اثر ایک آدھ دفعہ سے نہیں ہوتا مسلسل سننے سے ہوتا ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ ذاریات' آیہ ۵۵)

"اے رسولؐ! جو پیغام تمہیں ملا ہے اسے بار بار بیان کرو کیونکہ بار بار بیان کرنا مومنین کو فائدہ پہنچاتا ہے۔"

اب پروردگار پیغام پہنچانا چاہتا ہے اولاد کی تربیت کے حوالے سے لیکن کیوں سنے گا ایک مومن اور اگر سنے گا بھی تو اسے یاد کیسے رکھے گا؟ کوئی ایسا حل اس کو دینا ہے کہ اپنی مجبوری کی وجہ سے سہی لیکن یہ سننے پر مجبور ہو جائے۔

اچھا!......

اب یہ ہمارے اور آپ کے لیے تربیتِ اولاد سے ہٹ کر عام زندگی کا بھی مسئلہ ہے۔

کیا مسئلہ ہے؟......

آپ کو امر بالمعروف کرنا واجب ہے لیکن لوگ تیار نہیں ہیں امر بالمعروف سننے کے لیے۔ اگر آپ یہ شروع کر دیں گے تو لوگ الرجک ہو جائیں گے آپ سے' جہاں

پر آپ بیٹھیں گے کوئی آپ کے قریب بیٹھنے کو تیار نہیں ہوگا۔ آپ کو بالکل اکیلا چھوڑ دیا جائے گا' لیکن عام جگہوں کے لیے یہ ٹھیک ہے۔

اب شریعت کہتی ہے کہ امر بالمعروف واجب ہے یا نہی عن المنکر واجب ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم کریں گے علما اور مراجع کی بات لوگ نہیں مانتے تو ہماری بات کیا مانیں گے؟ شریعت کہتی ہے کہ جب تم مسموع الکلمہ ہوتے جاؤ' کبھی نہ کبھی تو تمہاری زندگی میں ایسی پوزیشن آئے گی کہ کسی وجہ سے کچھ لوگ مجبور ہو رہے ہیں تمہاری بات سننے پر۔

بس!......

اسی وقت کا فائدہ اُٹھاؤ۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر عام حالات میں بھی واجب لیکن عام حالات میں آپ کا تجربہ یہ کہ نہیں سنتے لوگ لیکن کبھی تو مسموع الکلمہ بنو گے۔

تو خلاصہ کیا ہو رہا ہے؟......

خلاصہ یہ ہے کہ بہانہ بنایا کہ کیوں سنے آدمی' کس وجہ سے سنے آدمی ایسی باتیں' تو کہا کہ اس کو کوئی فائدہ بتاؤ' فائدہ آ گیا کہ اس کی قبر اور آخرت کا فائدہ ہے۔ لیکن یہ تو اسے بتاؤ نا جو سننے کو تیار ہے' ورنہ لوگ تو ویسے ہی کان پر پردہ ڈال لیں گے۔ کہا: پھر ایسے مواقع ڈھونڈو کہ جہاں پر لوگ تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ اپنے فائدے کی وجہ سے سنیں اور اس کو سناتے سناتے اصل message پہنچا دو۔

چنانچہ!......

تربیتِ اولاد کے حوالے سے بھی اسلام نے یہ دونوں طریقے اختیار کیے۔

پہلا مرحلہ یہ کہ اس کے وہ فوائد بتائے کہ نہیں کہ کہا خالی یہ عبادت ہے نماز'

روزہ، حج اور عمرہ ان میں جو واجبات والے مرحلے ہیں لوگ ان میں کچے ہیں اور انہی عبادتوں کے جو سنت والے مرحلے ہیں ان میں زیادہ پکے ہیں۔ ایک ہی نماز ہے، واجب والی نماز میں توجہ کم ہے، سنت والی نمازیں زیادہ پڑھی جاتی ہیں۔ جنہوں نے زندگی میں کبھی کوئی واجب نماز نہیں پڑھی، عید کی نماز وہ بھی پڑھ لیتے ہیں، شکرانے کی نماز وہ بھی پڑھ لیتے ہیں۔ جنہوں نے سارا سال کا روزہ نہیں رکھا ۱۳ رجب کا روزہ وہ بھی رکھ لیتے ہیں۔ حج و عمرہ کے لیے لوگ گھبراتے ہیں اور زیارات کے لیے جا رہے ہیں۔

دیکھئے!......

ایک ہی عبادت، طریقہ ایک ہے، زحمت ایک ہے، لیکن اسی کا جب واجبات کا حصہ آتا ہے تو آدمی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور اسی عبادت کا جب سنت حصہ آتا ہے تو آدمی میں زیادہ شوق پیدا ہوتا ہے۔

وہ فرق یہی ہے کہ واجبات کا جو ہمارے یہاں بتایا جاتا ہے کہ بھئی! اللہ نے تمہیں پیدا کیا یہ تم پر واجب ہے تم کو کرنا ہی کرنا ہے ورنہ گناہ ملے گا اور سنتوں میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کا اتنا ثواب ہے، اتنا فائدہ ہے۔

۱۳ رجب کا ایک روزہ ستر (۷۰) سال کے برابر ہے۔ رمضان کے تیس روزے رکھ لیں تو ایک کا بھی یقین پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ انداز ایسا ہے نا، وہ ثواب اور فائدہ آدمی کو کھینچ لے جاتا ہے۔

تربیت اولاد کا فائدہ اور ثواب بھی بتایا، شروع کی دو مجالس، لیکن اس کے بعد وہی مرحلہ کہ فائدہ وہ سنے گا جو پہلے اس موضوع کو سننے کو تیار ہو۔ اس کو ہماری ایک ایسی مجبوری کو اسلام نے استعمال کیا کہ جو مجبوری مومن کے ساتھ قیامت تک رہے گی۔

کیا مجبوری؟......

وہ یہ ہے کہ مختلف قسم کے دنیاوی مسائل اس کے گھر میں آتے رہیں گے چاہے ہندوستان و پاکستان کے کسی اتنے غریب خطے سے تعلق رکھنے والا ہو کہ جہاں پر تین تین دن کھانے کو روٹی نہیں ملتی اور جہاں پر پانی کا ایک گلاس بھرنے کے لیے عورتوں کو بیس بیس میل پیدل چل کر جانا پڑتا ہے اور چاہے وہ ٹوکیو اور لندن کا رہنے والا عالی شان مکانات کا مالک کیوں نہ ہو' مسائل آتے رہتے ہیں۔ کہیں کسی قسم کا مسئلہ ہوتا ہے اور کہیں کسی قسم کا اور خاص طور پر مومن کو مسائل آتے رہیں گے۔ اب جب یہ مسائل ہیں' اب مسئلے تو پیش آتے ہی رہیں گے' کوئی کسی قسم کا' کوئی کسی قسم کا۔

لیکن خلاصہ یہ' سب کا نیچر الگ الگ ہوگا لیکن ایک یکساں ہوگی کہ راتوں کی نیند بھی اُڑ جائے گی' کبھی انسان کو پریشانی کی وجہ سے کھانے میں مزہ نہیں آئے گا۔ اب اس کا ایک حل شریعت نے بتایا اور ایسا بتایا کہ دعائے کمیل کے آخری جملے بھی ہیں کہ ہمارے سلاح البکاء رونے اور دعا کے سہارا کیا ہے۔

کہا: دعا' دعا وہ چیز ہے جو ناممکن کام کو ممکن کر دیتی ہے اور ایک عام گنہگار مومن کو بھی بہت بلندی تک پہنچا دیتی ہے۔

اب مغربی دنیا کی ایک کوشش یہ بھی ہے کہ اب دعا سے ہمارا رشتہ بھی توڑا جائے۔

خلاصہ یہ کہ پریشانیاں آتی رہیں گی اور اس کثرت کے ساتھ پریشانیاں آئیں گی کہ اگر کسی کے پاس ایمان بھی ہو اور پریشانی نہ ہو تو رسولؐ اس کے دعوائے ایمان کو قبول نہیں کرتے لیکن جب مسائل آئے تو پھر ان کا علاج بھی بتایا۔

کیا بتایا؟......

کہا: دعا۔

آج بھی ساری کوششیں کرنے کے بعد تھک ہار کر لوگوں کو دعا پر آنا پڑتا ہے۔

اب میں پھر دیکھ رہا ہوں کہ یہ ایک اور موضوع ہے' جس کو میں اس کے اندر ملا رہا ہوں۔ یہ بہت سارے مختلف قسم کے موضوعات آج آ گئے' تقریر کے حساب سے جو موضوع ہے مجھے اسی پر رہنا چاہیے۔ امر بالمعروف بھی آ گیا' مسموع الکلمہ بننے کا موضوع بھی آ گیا' دعا کا بھی آ گیا۔

اب مسئلہ ہے دعا' جب دعا ہے تو اب شریعت نے کہا: یہ بہترین موقع ہے' اپنے مسائل کو حل کرانے کے لیے دعا مانگنے آئے۔

تو ٹھیک ہے!......

اللہ ہی تو ہماری دعا کو قبول کرنے والا ہے اور دعائے کمیل کا خلاصہ کیا ہے؟

اس کا مسئلہ تو حل کرو ساتھ میں اس دعا کے ذریعے وہ message بھی چلے گا' اب یہ بہانہ کسی کے پاس نہیں۔

چنانچہ!......

بہت ساری دعائیں ہم کو بتائی گئیں اور ساتھ میں یہ message بھی دیا گیا لیکن خاص طور پر ایک دعا۔

ایک مرتبہ کسی نے جا کر ہمارے چھٹے امام صادق آل محمد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنا کوئی مسئلہ پیش کیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا: مولاؑ! بہت سخت وقت میرے اوپر گزر رہا ہے۔

امامؑ نے اسے جو دعا بتائی تو بتائی اس کے بعد دیکھا کہ لوگ اس دن بہت زیادہ تھے۔

امامؑ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: میں جب اپنے ماننے والوں سے چار قسم کی

شکایات سنتا ہوں تو مجھے حیرت ہوتی ہے' جب کوئی آ کر کہتا ہے: فرزند رسولؐ مجھے رزق کا مسئلہ ہے۔

امامؑ کہتے ہیں: مجھے بہت حیرت ہوتی ہے اپنے ماننے والے کی اس شکایت پر۔

یا جب کوئی آ کر کہتا ہے: فرزند رسولؐ! مجھے ظالم حکمران سے بہت ڈر لگ رہا ہے تو مجھے بہت حیرت ہوتی ہے اور اسی طرح اگر کوئی آ کر یہ کہتا ہے: دشمن بہت پریشان کر رہے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے اور اسی طرح آ کر اپنی کوئی بھی مصیبت کو بیان کرتا ہے۔

عربی میں مصیبت کے لیے ایک لفظ آتا ہے:

ھَم

کُلُّ ھَمٍّ وَ غَمٍّ سَیَنْجَلِی

کوئی بھی پریشانی' تو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے۔

اب مجمع نے کہا: مولاؑ! تو آپ حیران کیوں ہوتے ہیں؟

کہا: اس لیے کہ ان چاروں مسائل کا حل تو اتنا اچھا اور اتنا جلد نکلنے والا ہے' مومن کے پاس موجود ہے۔ آخر اسے وہ استعمال کیوں نہیں کرتا؟

اب مجمع پریشان ہو گیا۔

کہا: مولاؑ! ہمیں ان چار مسائل کا بتائیے ہمیں بھی نہیں پتہ۔

کہا: سنو! یہ چار مسائل ایسے ہیں جن کا حل قرآن کی چار آیات ہیں۔

کہا: مولاؑ! مثلاً رزق کا مسئلہ؟

کہا: سنو! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کوئی مومن اپنے رزق کی کمی کی شکایت کیسے کر سکتا ہے جبکہ اس کے پاس سورۂ کہف کی آیت موجود ہے:

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (سورۂ کہف' آیہ ۳۹)

یہ سورۂ کہف کی آیت ہے۔

اور دیکھئے!......

ہمارے اور آپ کے لیے امامؑ کا اتنا کہہ دینا کافی ہے مگر نہیں امامؑ اپنی بات کی تصدیق کرا رہے ہیں قرآن ہی کی آیت سے۔

کہا: دیکھو! یہ آیت:

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (سورۂ کہف' آیہ ۳۹)

یہ کتنا بڑا حل ہے رزق کا' کیونکہ اس کے فوراً بعد خدا نے کہا:

فَعَسٰى رَبِّىْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا (سورۂ کہف' آیہ ۴۰)

قرآن کہہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" تو یقین ہے کہ ان کا رب ان کو بہت جلد دوست اور رزق عطا کرے گا۔

امامؑ فرماتے ہیں: جس نے مجھ سے یہ کہا کہ ظالم بادشاہ بہت پریشان کر رہا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ سورۂ مومن کی یہ آیت کیوں نہیں پڑھتا:

وَاُفَوِّضُ اَمْرِىْۤ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ

(سورۂ مومن' آیہ ۴۴)

"میں نے اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا اللہ خود بندوں کی حالت کو جانتا ہے۔"

جیسے ہی یہ آیت مکمل ہوئی اور قرآن نے کہا:

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا (سورۂ مومن' آیہ ۴۵)

"فوراً اللہ نے بچالیا اسے ظالموں کے ظلم سے۔"

اور جو تیسری بات ہے کہ اگر کوئی آدمی دشمنوں کا خوف رکھتا ہو۔

کہا: وہ سورۂ آلِ عمران کی آیت کیوں نہیں پڑھتا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ (سورۂ آلِ عمران، آیہ ۱۷۱)

یہ آیت ہے، کیونکہ اس کے فوراً بعد قرآن نے کہا:

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ

(سورۂ آلِ عمران، آیہ ۱۷۴)

قرآن نے کیا کہا؟......

کہا: جن لوگوں نے کہا تھا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ" یہ واپس جب اپنے اپنے گھروں کی جانب چلے اللہ سے نعمت لے کر اور کسی خرابی نے ان کو مس بھی نہیں کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب کوئی مومن آ کر کہتا ہے: مولاؑ! میں بڑی پریشانی میں ہوں تو آخر وہ سورۂ انبیاء کی یہ آیت کیوں نہیں پڑھتا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

(سورۂ انبیاء، آیہ ۸۷)

اس لیے کہ جہاں یہ آیت ختم ہوئی وہاں قرآن نے کہا:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ انبیاء، آیہ ۸۸)

جس نے اپنی زبان پر "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" شروع کیا ہم نے اس کو جواب دیا اور ہم نے اس کو غم اور پریشانی سے نجات دی اور اس طرح ہم ہر مومن کو نجات دیتے ہیں۔ (صلوٰۃ)

امامؑ فرماتے ہیں: میں حیران ہوں کہ چاروں مسائل کا حل تمہارے پاس ہے تم استعمال کیوں نہیں کرتے؟ اب امامؑ حیران ہیں۔

بہرحال!......

ہمارے فائدے کے لیے' ہمارے مقصد کے لیے' ہم اس وقت اپنے فائدے کے امامؑ کی بات سننا چاہتے ہیں اور امامؑ نے تربیت اولاد کا پیغام دے دیا تاکہ ہمیشہ یاد رہے۔

ذکرِ مصائب: جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا

البتہ!......

آج کا مجلس شہادت کا اعلان نہیں لیکن چونکہ یہ تاریخیں جو گزر رہی جو ہمارے علما کی زبانوں پر کہلاتی ہیں فاطمیہؑ۔ ایک عشرہ زینبیہؑ ہوتا ہے جو چہلم کا عشرہ ہوتا ہے۔ ایک عشرہ حسینیہؑ ہوتا ہے جو محرم سے پہلے دس دن اور اب وہ تاریخیں جو فاطمیہؑ کہلاتی ہیں چونکہ بہرحال شہزادیؑ کی شہادت کی صحیح تاریخ کیا ہے؟

کسی کو نہیں پتہ۔

تین جمادی الثانی جو اس جمعرات کو مجلس ہوئی' بہت سے مومنین خواہش کے باوجود نہیں آپائے ہوں گے مگر مصائب سیدہؑ میں شریک تو ہر کو ہونا چاہیے۔

شہادت کی دو مشہور تاریخیں ہیں' ایک پچھلے مہینے کی تیرہ (۱۳) اور چودہ (۱۴) جمادی الاول اور ایک جمادی الثانی' مگر صحیح معنوں میں انتالیس (۳۹) مختلف روایات آئی ہیں شہزادیؑ کی شہادت میں اور یہ ہمارے علما کی کوتاہی نہیں کہ آپ کہیں علما نے اس پر ریسرچ کیوں نہ کی؟ یہ مصائب سیدہؑ کا ہی ایک پہلو ہے کہ ایسے حالات بنا دیے

گئے کہ مولا علیؑ کو اور ان کے بعد کے معصومینؑ کو یہ ساری چیزیں چھپانا پڑیں۔ اتنالیس اقوال میں سے یا اتنالیس حدیثوں میں سے ایک حدیث چھ جمادی الثانی کی بھی ہے جو آج کی تاریخ ہے۔

اولاد کا خیال اور اولاد کی تربیت' تربیت اولاد کا قطعاً یہ مقصد نہیں ہے کہ اولاد کو ماچس کی ڈبیا میں بند کر کے اس طرح پابند کیا جائے کہ اسے نہ دنیا کی خبر ہو' نہ اسے زمانے کا ہوش ہو' نہ اس کی تعلیم اچھی ہو سکے' نہ وہ دنیاوی اعتبار سے ترقی کر سکے' اسلام اس آخرت کو نہیں مانتا جس میں دنیا نہ ہو بلکہ اس آخرت کو مانتا ہے جس میں دنیا بھی ہو۔ تربیت اولاد کا مقصد یہ نہیں کہ اولاد کی دنیا بگاڑ کر آخرت بناؤ لیکن چونکہ یہاں آنے والا مجمع پہلا آدھا حصہ جانتا ہے کہ ہماری زندگی تو جیسی گزرنی تھی وہ گزر گئی ہم تو اولاد کا مستقبل بنانے آئے ہیں' جو اپنی جگہ غلط جملہ نہیں ہے لیکن یہ جملہ سبب ہے کہ میں آدھی تقریر کر رہا ہوں اور آدھی تقریر میں نہیں کر رہا ہوں کہ آدھا مجمع جانتا ہے کہ دنیا کو بنانا ہے' دنیا اور آخرت ملا کر چلنا ہے۔

اس کی بہترین مثال سیدہ فاطمہ زہراؑ کے آخری چند دن تو ضرور ہیں' ویسے تو ساری زندگی ہے۔

فاطمہ زہراؑ کی زندگی کے حوالے سے فقط ایک جملہ ایسا ہے جو سیرت کی ہزاروں کتابوں پر بھاری ہے۔ وہ جملہ یہ ہے کہ جب شہزادی فاطمہؑ کو میرے مولاؑ نے دفن کر دیا تھا اور قبر بنائی تھی تو قبر پر کھڑے ہو کر ایک عجیب جملہ میرے مولاؑ نے کہا تھا:

اَلْآنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِی

"اے رسول زادیؑ! آج علیؑ کی کمر ٹوٹ گئی۔"

میدانِ کربلا میں جب عباسؑ کا سلام حسینؑ نے سنا تھا تو وہاں یہی کہا تھا۔

وہ پھر بھی سمجھ میں آتا ہے کہ بوڑھے بھائی کے لیے جوان بھائی خالی! اس کا تصور ہی ایک طاقت ہوتا ہے مگر علیؑ جیسے مشکل کشا کے لیے اور وہ بھی کب؟ کس وقت؟ ابھی علیؑ کا بھی عین عالم شباب ہے اس حالت میں ہیں اور کہہ رہے ہیں: آج میری کمر ٹوٹ گئی ہے فاطمہؑ میرا اتنا بڑا سہارا تھا۔

آخری دن جو شہادت کا دن تھا شہزادیؑ کی اس وقت فاطمہؑ اتنی کمزور ہو چکی تھیں کیونکہ باباؐ کی شہادت کے بعد جو مصائب چلے تھے وہ بڑھتے ہی گئے کبھی کم نہ ہوئے۔ اتنی کمزور ہو چکی تھیں کہ شہزادیؑ نے ایک جملہ کہہ دیا:

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَو اَنَّهَا

صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَا لِيَا

"بابا! آپؐ کے بعد مجھ پر اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر یہ چمکتے ہوئے دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔"

یہ یاد رکھیے گا کہ کائنات میں فاطمہؑ سے بڑی صابرہ کوئی نہیں ہے اور اس کائنات میں فاطمہؑ سے بڑی کوئی صدیقہ نہیں ہے۔ صدیقہ کے کلام میں مبالغہ اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ فاطمہؑ کا اتنا کہہ دینا بتا رہا ہے کہ کس طرح کے مصائب فاطمہؑ نے برداشت کیے۔

آخری دنوں میں کیا حالت تھی؟......

جب نماز کا وقت آتا تھا اور فاطمہؑ کو نماز پڑھنا ہوتی تھی تو بستر سے مصلی پر جانے کے لیے تاریخوں میں لکھا ہے پندرہ پندرہ منٹ لگا کرتے تھے۔ دیوار سے مصلی بچھا ہوا ہے اور وہ بھی کس حالت میں جاتی تھیں؟

ایک ہاتھ دیوار پر رکھ کر چلتی تھیں اور دوسرے ہاتھ سے اپنی ٹوٹی ہوئی پسلیوں کو سنبھالنا ہوتا تھا کہ فاطمہؑ پر خالی کوڑا ہی نہیں پڑا تھا' بلکہ ظالم نے جب دروازے اور دیوار کے درمیان شہزادیؑ کو دبایا تھا تو فاطمہؑ کے بدن کی پسلیاں بھی ٹوٹ گئی تھیں۔ ٹوٹی ہوئی پسلیوں کو سنبھالتی ہیں' دیوار پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھتی ہیں' تب جا کر مصلیٰ پر پہنچتی ہیں' مگر آخری جو تین راتیں آئیں تو فاطمہؑ میں اب اتنی طاقت بھی نہ رہی کہ مصلیٰ پر جا کر نماز پڑھیں بستر پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھتی ہیں۔

اگلی صبح جب مولاؑ حجرے میں آئے تو عجیب منظر دیکھا۔

کیا دیکھا؟......

فاطمہؑ ابھی چکی پیس کر فارغ ہوئی ہیں' کھانا تیار ہے' بچوں کے دھلے ہوئے کپڑے ہیں' گھر میں صفائی ہے۔

گھبرا کر کہا: بنت رسولؐ! یہ کس لیے؟

کہا: اے ابوالحسنؑ! چونکہ آج میں دنیا سے جا رہی ہوں تو مجھے یہ ڈر لگا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ میرے غم میں ایسا لگ جائیں کہ نہ میرے حسنینؑ کو کوئی کھانا پکا کر دینے والا رہے' نہ کوئی میرے بچوں کے لباس کو دھونے والا رہے۔ میں اپنے بچوں کا ہر کام کر کے جا رہی ہوں تاکہ میرے بعد انہیں زحمت نہ ہو۔

جب مولاؑ نے یہ بات سنی تو ایک مرتبہ گھبرائے: بنت رسولؐ! یہ آپؑ نے کیا کہہ دیا؟

کہا: اے ابوالحسنؑ! ابھی نماز فجر سے پہلے ایک لمحے کے لیے میری آنکھ لگ گئی تھی تو خواب میں میں نے دیکھا کہ میرے باباؐ بھی آئے ہیں اور میری ماں خدیجہؑ طاہرہ

بھی آئی ہیں۔ میں نے باباؐ کو دیکھ کر فریاد شروع کی' باباؐ نے کہا: بیٹی! گھبرانا نہیں آج تیری مصیبتیں ختم ہیں' ہم تمہیں لینے آئے ہیں' دیکھ تیری ماں تجھے لینے آئی ہیں چلنے کی تیاری کر۔

علیؑ جیسا صابر گھبرا گیا' چاروں طرف دیکھا' اسماء سے پوچھا: حسنینؑ کہاں ہیں؟

کہا: مولاؑ! وہ نانا کی قبر پر گئے ہیں۔

علیؑ، حسنینؑ کو لینے چلے۔

جب علیؑ بیٹوں کو لے کر آئے اور فاطمہؑ کی میت تیاری کر لی اور بچوں سے کہا: ماں کی آخری زیارت کرو۔ حسنؑ ماں کے پائنتی جا کر بیٹھا' حسینؑ ماں کے قریب آ پہلے تو ماں کو سلام کیا' تین مرتبہ سلام کیا: اماںؑ! اپنے حسینؑ کا سلام لو۔

جب کوئی جواب نہ آیا' تو دو جملے کہے۔ پہلا جملہ تو یہ کہا: اماںؑ! یہ کون سا دن گیا کہ تیرا حسینؑ تجھے سلام کرے اور تو! حسینؑ کو جواب نہ دے۔ پھر ہاتھوں کا پیالہ بنایا' ایک بار حسینؑ نے ہاتھوں میں ماں کا چہرہ لیا اور آسمان کو دیکھا اور کہا:

وَاغُرِبَتَاہ

"آج میں غریب الوطن ہو گیا۔"

چھٹے امامؑ کی روایت ہے کہ اِدھر حسینؑ نے اتنا جملہ کہا اُدھر بند کفن ٹوٹے' کفن میں سے فاطمہؑ کے بازو باہر نکلے' حسینؑ کو سینے سے لگایا' گویا! کہہ رہی ہیں: لعلؑ تیری ماں ہر مصیبت برداشت کرے مگر اپنے حسینؑ کی کوئی فریاد برداشت نہیں کر سکتی۔

ارے!......

حسینؑ کا اتنا خیال کرنے والی زہراؑ! آج تو پھر بھی مدینہ ہے' سر پر حجرے

سایہ ہے، علیؑ جیسا باپ ساتھ میں ہے، حسنؑ جیسا بڑا بھائی ساتھ میں ہے، حسینؑ کی غربت دیکھنا ہے تو ذرا کربلا میں عصر عاشور آیئے، یہ آپؑ کا لعلؑ زخم کھا کر ذوالجناح سے گرا۔

ارے!......

نہ آج علیؑ ہیں، نہ حسنؑ ہیں، نہ عباسؑ، آج حسینؑ غریب الوطن ہیں۔

میرا دل کہتا ہے: فاطمہؑ پہلے ہی آ چکی ہیں، زمین کربلا پر بیٹھی ہیں، حسینؑ کو گود میں لے لیا۔

آ میرے لعلؑ! جلتی ریت بہت گرم ہے، تیری ماں تجھے بچانے یہاں آ گئی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

maablib.org

ادارہ منہاج الصالحین لاہور